مسلمانوں کو کافر کون بناتا ہے؟

مُصنّف:

خلیفۂ مفتی اعظم ہند
مُناظرِ اہلِ سُنّت
حضرت علامہ عبدالستار ہمدانی
مَصروف" (برکاتی نوری)

ناشر:- مرکز اہلسنت برکات رضا
امام احمد رضا روڈ، پور بندر (گجرات)
MARKAZ-E-AHLE-SUNNAT BARKAT-E-RAZA
www.markazahlesunnat.net

''جمیعۃ اہل حق جموں اور کشمیر'' نام کی فرضی تنظیم کے نام سے مصنف کا نام بھی پوشیدہ رکھ کر جھوٹ اور دروغ گوئی پر مشتمل ''بریلوی جماعت کا تعارف اور ان کے فتوے'' کے نام سے آٹھ ورقی کتابچہ کا تاریخی حقائق اور براہین کی روشنی میں دندان شکن جواب جس سے بہت سی غلط فہمیوں اور شبہات کا ازالہ اور تدارک ہو جائیگا۔

مسلمانوں کو کافر کون کہتا ہے؟؟

خلیفۂ مفتی اعظم ہند، مناظر اہل سنت، ماہر رضویات،

علامہ عبدالستار ہمدانی ''مصروفؔ'' (برکاتی۔نوری) پوربندر۔(گجرات)

ناشر

مرکز اہل السنۃ برکات رضا

امام احمد رضا روڈ، میمن واڈ
پوربندر، گجرات (الهند)

Website :- www.markazahlesunnat.net

Email :- hamdani78692@gmail.com

Mob :- 9879303557, 9687525990, 9722146112

نام کتاب : ''مسلمانوں کو کافر کون کہتا ہے ؟''

مصنف : خلیفۂ مفتیٔ اعظم ہند، مناظر اہلسنت، ماہر رضویات

علامہ عبدالستار ہمدانی ''مصرؔوف'' (برکاتی، نوری)

کمپوزنگ : حافظ محمد عمران حبیبی۔ مرکز ۔ پور بندر

تصحیح : علامہ مصطفیٰ رضؔا یمنی، رضوی۔ نائب بانئ مرکز۔ پور بندر

سن طباعت : جولائی ۲۰۱۵ء

تعداد : گیارہ سو (۱۱۰۰)

ناشر : مرکز اہل سنت برکات رضؔا

امام احمد رضا روڈ، میمن واڈ، پور بندر۔ (گجرات)

-: ملنے کے پتے :-

(1) Mohammadi Book Depot. 523, Matia Mahal. Delhi

(2) Kutub Khana Amjadia. 425, Matia Mahal. Delhi

(3) Farooqia Book Depot. 422/C Matia Mahal. Delhi

(4) Madni Sarkar Gorup. Morbi. Gujarat

(5) New Silver Book Depot. Mohammad Ali Road. Bombay

(6) Maktaba-e-Rahmania. Opp: Dargah Aala Hazrat-Bareilly

(7) Kalim Book Depot Khas Bazar, Tin Darwaja, Ahmedabad

شرف انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے آقائے نعمت، تاجدار اہلسنت ،
شہزادۂ سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت، ہم شبیہِ غوث اعظم، نائب
امام اعظم ،مظہر مجدد اعظم ،سیدی وسندی و ماوائی وملجائی

حضور مفتیٔ اعظمِ عالم حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں قبلہ

علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات بابرکات سے منسوب کرتا ہوں۔

جن کی ایک توجہ نے میرے دل کی دنیا بدل دی اور مجھے وہابیت کی گمراہی کے دلدل میں غرق ہونے سے بچا کر ایمان کی لازوال دولت عطا فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کے بے شمار گل ان کے مرقد مقدس پر تاقِیامت نازل ہوتے رہیں اور ان کے فیوض و برکات سے ہم ہمیشہ مستفیض و مستفید ہوتے رہیں۔

آمین ! بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم.

خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور
خانقاہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کا ادنیٰ سوالی
عبدالستار ہمدانی ''مصروف'' (برکاتی۔نوری)
مرکز اہلسنت برکات رضا، امام احمد رضا روڈ، پور بندر، گجرات۔

فہرست

صفحہ نمبر	عناوین	نمبر شمار

خلیفۂ تاج الشریعہ ومحدث کبیر، فضیلۃ الشیخ، عالم جلیل، فاضل نبیل، مناظر اہلسنت، ناصر وناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حامیٔ سنت، قاطع نجدیت وضلالت، مفتی ذی شان، محقق باوقار

حضرت علامہ مفتی اختر حسین علیمی صاحب قبلہ

صدر مفتی:۔ دارالعلوم علیمیہ۔جمداشاہی (یو.پی.) و
قاضیٔ شریعت:۔ ضلع سنت کبیر نگر۔(یو.پی.)

بادۂ توھب سے مخمور کسی نامراد نے چند مہینوں پیشتر ایک کتابچہ بنام "**بریلوی جماعت کا تعارف اور ان کے فتوے**" چھاپ کر کشمیر کی خوش عقیدگی کی پُر بہار فضاؤں کو جراثیم وہابیت سے مسموم کرنے اور بد عقیدگی کی نجاست سے آلودہ کرنے کی بھرپور کوشش کی اور اسلاف کرام خصوصًا پیشوائے اہلسنت، اعلیٰ حضرت

عظیم البرکت سیدنا امام احمد رضا حنفی قادری بریلوی قدس سرہٗ سے متنفر اور بدظن کرنے کے لئے افترا پردازی اور بہتان تراشی کا خطرناک کارنامہ انجام دیا۔

اس کی اس حرکت مذبوحی سے اہل حق میں اضطراب و بے چینی پیدا ہونا ایک فطری بات تھی۔ چنانچہ ’’وادی‘‘ کے بعض دردمند حضرات نے اس کتابچہ کی فریب کاریوں کی قلعی کھولنے اور دین کُش ان ڈاکوؤں کو بے نقاب کرنے کی خواہش ظاہر کی تاکہ عوام کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو۔

سرزمین نجد سے دلہن بن کر نکلے والے ان ڈاکوؤں کو بے پردہ کرنے کے لئے مناظر اہلسنت قاطع نجدیت علامہ عبدالستار ہمدانی صاحب دام ظلہ العالی منتخب ہوئے۔ جو بجاطور پر اس کام کے لئے صرف مناسب ہی نہیں بلکہ بہت بہتر تھے کہ رب قدیر نے اپنے خزانۂ عامرہ سے آپ کو وہ اوصاف وکمالات اور خوبیاں بخشی ہیں کہ جن پر اہلسنت کو فخر ہے۔

موصوف کی ذہانت و فطانت اور لیاقت وصلاحیت پر ان کی بے مثال تصانیف شاہد ہیں، آپ ایک بہترین مصنف ومؤلف، عمدہ خطیب اور عظیم مصلح و داعی ہونے کے ساتھ ایک تاجر اور اسلامی کتب ومخطوطات کے اعلیٰ درجہ کے طابع و ناشر ہیں، سرعت تحریر اور زود نویشی میں اپنی مثال آپ ہیں، جس کام کا ارادہ کرلیا تو جب تک اسے پایۂ تکمیل تک نہیں پہونچاتے، سارا آرام وسکون ترک کردیا کرتے ہیں۔ اب تک آپ تقریباً ۱۳۵؍ کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں۔ جن میں

سے اکثر رد وہابیت اور امام عشق ومحبت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلاف جھوٹے الزامات پر مشتمل افتراعات واختراعات کے دندان شکن جواب میں ہیں۔ یہ کتابیں رضویات کے خزانے میں بیش بہا جواہر کی حیثیت سے درخشاں ہیں۔

صوبۂ گجرات میں آپ کی جہد مسلسل اور سعی پیہم کے بہتر اثرات ونتائج اور مسلکی کوشش وکارکردگی کے مظاہر ماتھے کی آنکھوں سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ رد ومناظرہ اور احقاق حق وابطال باطل میں بھی شہرت یافتہ ہیں، وہابیت ودیوبندیت اور صلح کلیت کے پرخچے اڑانے کا ہنر بھی خوب ہے۔ گجرات کی وہابیت، دیوبندیت اور سلفیت آپ کے نام سے لرزتی اور کانپتی ہے۔

آپ نے کشمیری مسلمانوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے قلم اُٹھایا، تو ایک نئی طرز وادا اور جدید اسلوب سے حقائق کو بے نقاب کیا اور سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ پر لگائے گئے بے بنیاد الزامات واتہامات کی دیوار زمین بوس کردی اور وہابی افترا کے تاج محل کو چکنا چور کردیا۔

یہ کتاب انشاء اللہ تعالیٰ بے شمار غلط فہمیوں کا ازالہ کرے گی حقائق سے روشناس کرے گی اور یہ بتادے گی کہ امت مسلمہ کی تکفیر کا زہر فرقۂ وہابیہ نے پھیلایا ہے۔ اہلسنت بالخصوص امام احمد رضا قدس سرہٗ کا دامن اس طرح کی جسارت سے پاک ہے۔ امام احمد رضا نے کسی ایک بھی مسلمان کو کافر نہیں کہا ہے۔ ہاں جو لوگ اپنی

شامت اعمال اور شومئی قسمت سے اللہ ورسول کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کر کے کافر ہو چکے تھے، آپ نے ان کے متعلق حکم شرع سے لوگوں کو آگاہ فرمادیا ہے۔

ان تفصیلات کے لئے کتاب ھٰذا کا ورق ورق بولتا نظر آرہا ہے۔ آیئے! آپ بھی اس کی صدائے حق سے اپنی سماعت کو تازگی بخشیں اور دل ودماغ کو اس کی نغمگی سے محظوظ فرمائیں۔

دعا ہے کہ رب قدیر جل شانہ اپنے حبیب اعظم واکرم ﷺ کے صدقے و طفیل علامہ ہمدانی صاحب مدظلہ کو باصحت عافیت عمر خضر عطا فرمائے اور ان کا قلم شب و روز رواں دواں رہے اور کلک رضاؔ کے تابناک جلوے کا مظاہرہ کر کے منافقین زمانہ کے کلیجوں کو چھلنی کرتا رہے۔

فقط:۔

محمد اختر حسین قادری

خادم افتاودرس، دارالعلوم علیمیہ، جمدا شاہی، بستی، (یو۔پی۔)

قاضیٔ شریعت:۔ ضلع سنت کبیر نگر۔ یو. پی.

۲۲/ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ، ۱۷/اکتوبر ۲۰۱۰ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اسلامی عدالت میں استغاثہ

ہاں ! میری فریاد ہے۔استغاثہ ہے۔کس سے؟ اسلامی عدالت کے محترم ومکرم منصفان کرام (ججوں =Judges) سے۔اسلامی عدالت اب کہاں منعقد ہوتی ہے؟ اور دار القضاۃ اب کہاں ہیں ؟ عدل و انصاف کی داد اب کہاں سے حاصل کی جا سکتی ہے؟ اس کتاب کا ہر پڑھنے والا میرے لئے اسلامی عدالت کا مُنۡصِف ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے محترم قارئین کرام میری داد وفریاد کو بغور سماعت فرمائیں گے۔بنظر عمیق میرا مقدمہ دیکھ کر غور وخوض سے کام لیکر حق و باطل کا امتیاز فرما کر میرے دامن امید کو گوہر انصاف سے بھر دیں گے۔آج میں اس کتاب کے ہر پڑھنے والے کو اللہ اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ غیر جانبدار ہو کر منصف عادل کی حیثیت سے فیصلہ صادر فرمائیں۔ آہ کتنا سنگین مقدمہ ہے۔حقیقت کو جھوٹ کے پردے میں چھپا کر کذب صریح یعنی کھلم کھلا جھوٹ کو صداقت کے نام سے موسوم کیا جا رہا ہے ۔عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر انہیں بدظن و بدگمان کرنے کی مذموم کوشش کی جا رہی ہے۔

میرے منصف عادل ! میرے مقدمے کا ماحصل اور میری فریاد کا لُبِّ لُباب صرف یہی ہے کہ صرف مجھ پر ہی نہیں بلکہ ہماری پوری جماعت حق یعنی اہلسنت و جماعت

پر مخالفین کا یہ الزام واتہام ہے کہ ہم اہلسنت و جماعت کے متبعین یعنی سنّی بریلوی لوگ اور ہماری اہل ایمان جماعت کے علماء بات بات میں مسلمانوں کو کافر کہہ دیتے ہیں بلکہ یہاں تک کا الزام لگایا جاتا ہے کہ ہماری جماعت کے امام اور مجدّد **اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان نے زندگی بھر کفر کے فتوے کی مشین گن چلائی اور ملّت اسلامیہ کے نامور لوگوں پر ہمیشہ کفر کے فتوے کے گولے داغتے رہے۔ علمائے دیوبند اور ندوہ مولانا احمد رضا کے کفر کے فتوے کی مشین گن کا شکار ہوئے اور ان کے بے شمار متبعین پر کفر کے فتوے کے گولے برسائے گئے۔

جمیعة اهل حق - جموں و کشمیر کے نام سے ایک کتابچہ بنام **''بریلوی جماعت کا تعارف اور ان کے فتوے''** صرف آٹھ (۸) اوراق پر مشتمل شائع کر کے کثیر تعداد میں مفت تقسیم کیا گیا ہے۔ مذکورہ آٹھ ورقی کتابچہ سراسر کذب اور بہتان درازی پر ہی مشتمل ہے۔ بغیر نامِ مصنف اور فرضی تنظیم کے نام سے شائع ہونے والا کتابچہ ہرگز اس قابل نہیں کہ اس کا جواب لکھا جائے۔ لیکن مذکورہ کتابچہ میں جس چابک دستی اور عیّاری سے الزامات عائد کئے گئے ہیں، وہ اس قدر خطرناک انداز کے ہیں کہ سادہ لوح مؤمن اسے پڑھ کر بدگمانی کے دلدل میں پھنسے بغیر نہیں رہ سکتا۔ لہذا کشمیر کے شہر سری نگر (Srinagar) سے حضرت علامہ قبلہ بلال صاحب اور دیگر اہل خیر حضرات کا مسلسل اصرار رہا کہ اس کتابچہ کا، اگر چہ وہ کتابچہ بے وقعت ہی سہی، اس کا دلائل وشواہد کی روشنی میں دندان شکن جواب دیا جائے۔ لہذا انکشاف حق اور جھوٹ کا پل منہدم کرنے کے لئے مکتبہ فکر دیوبند کی کتابوں کے حوالاجات سے ثابت کیا جائیگا کہ **بے قصور مسلمانوں پر کفر کے فتوے کس نے صادر کئے ہیں** اور **مسلمانوں کو کون کافر بناتا اور کہتا ہے؟**

’’کفر اور شرک کے فتوے کی ابتدا‘‘

مولوی اسمٰعیل دہلوی کہ جن کو دیو بندی مکتبہ فکر کے لوگ اور جمیعت اہلحدیث دونوں کے دونوں اپنا امام اور مقتدا تسلیم کرتے ہیں۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ۱۲۴۰ھ میں رسوائے زمانہ کتاب **’’تقویت الایمان‘‘** تصنیف کی تھی۔ کتاب تصنیف کر لینے کے بعد مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اشاعت کے تعلق سے مشورہ کرنے کے لئے اپنے مخصوص احباب کی ایک میٹنگ بلائی تھی۔ جس کا تذکرہ وہابی، دیو بندی جماعت کے حکیم الامت **مولوی اشرف علی تھانوی** صاحب نے اس طرح فرمایا ہے کہ :-

> ’’مولوی اسماعیل صاحب نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی۔ چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خاں خورجوری کے کتب خانہ میں بھی تھا۔ اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا۔ اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا۔ جن میں سید صاحب، مولوی عبد الحیٔ صاحب، شاہ اسحٰق صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولوی فرید الدین صاحب مرادآبادی، مومن خاں، عبد اللہ خاں علوی (استاذ امام بخش صہبائی و مملوک علی صاحب) بھی تھے۔ اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے

اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے۔ مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔ اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے۔ اس لیے اس کام سے معذور ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں۔ اس لیے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے۔ گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔ یہ میرا خیال ہے۔ اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو، تو اشاعت کی جائے، ورنہ اسے چاک کر دیا جائے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہیئے۔ مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہیئے۔ اس پر مولوی عبدالحیؒ صاحب، شاہ اسحٰق صاحب اور عبداللہ خاں علوی و مومن خاں نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں۔ اس پر آپس میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ہے اور اسی طرح شائع ہونی چاہیئے۔ چنانچہ اس کی اشاعت اسی طرح ہوئی۔"

حوالہ : حکایات اولیاء، از:۔ اشرف علی تھانوی، حکایت نمبر:۵۹، صفحہ:۸۳،۸۴، مطبوعہ: زکریا بک ڈپو، دیوبند، سہارن پور۔ یوپی

کتاب ''**حکایت اولیاء**'' کی اس عبارت کو صرف ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ توجہ اور غور وفکر کے ساتھ پڑھیں، اس عبارت میں ان جملوں پر خصوصی توجہ دیں، جیسا کہ مصنف نے بذات خود تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ:۔

- **''میں جانتا ہوں کہ اس کتاب میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں، اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔''**
- **''ان امور کو جو شرک خفی تھے، شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔''**
- **''ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔''**
- **''گو اس سے شورش ہوگی، مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے، یہ میرا خیال ہے۔''**

واقعہ کو بیان کرنے کے بعد آخر میں مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا ہے کہ :۔

- **چنانچہ اس کی اشاعت اس طرح ہوئی۔''**

■ **اب آیئے! ان جملوں پر ٹھنڈے دل سے سوچیں۔**

(۱) ''میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے۔''

اس جملے میں مصنف کا ''**اقبال جرم**'' ثابت ہو رہا ہے۔ ''**میں جانتا ہوں**'' کہہ کر مصنف تسلیم کر رہا ہے کہ اس کتاب ''**تقویۃ الایمان**'' میں میں نے تیز الفاظ اور تشدد کا جو جرم کیا ہے، وہ غلطی سے نہیں ہوا بلکہ میں نے جان بوجھ کر کیا

ہے ۔لاعلمی میں یا کسی طرح کے جذبات سے متأثر ہو کر غلطی نہیں ہوئی ، بلکہ مجھے معلوم ہے ،سوچ سمجھ کر ہی میں نے لکھا ہے ، بے خیالی سے میرا قلم بہکا نہیں ہے ، جو بھی لکھا ہے، وہ میری سوچ وفکر کا ہی نتیجہ ہے، اسی لیے تو کہا کہ

’’میں جانتا ہوں۔‘‘

کیا جانتا ہوں ؟ یہی کہ میں نے اس کتاب میں تشدد یعنی زیادتی کی ہے ۔تشدد کا معنٰی جبر ہوتا ہے اور جبر کے معنی ہے ظلم وستم ۔یعنی مولوی اسماعیل نے اپنی کتاب کے ذریعہ امت اسلامیہ پر ظلم وستم کیا ہے،اور وہ ظلم ستم کیا ہے؟

(۲) ’’ان امور کو جو شرک خفی تھے،شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔‘‘

حد کر دی !!! امور کا مطلب لغت میں **’’بہت سے کام‘‘** ہوتا ہے، حوالے کے لیے دیکھو’’ **فیروز اللغات**‘‘ صفحہ نمبر ۱۲۲۔یعنی بہت سے ایسے کام جو’’ **شرک خفی**‘‘ کے تھے ، ان کاموں کو’’ **شرک جلی**‘‘ لکھ دیا۔جس کا صاف مطلب یہی ہوا کہ جن کاموں کے کرنے سے آدمی مشرک اور کافر نہیں ہوتا بلکہ مسلمان ہی باقی رہتا ہے، البتہ گنہ گار ضرور ہوتا ہے،لیکن اسلام سے خارج نہیں ہوتا ، ایسے کاموں کے کرنے والے لاکھوں مسلمانوں کو قلم کے صرف ایک ہی جھٹکے سے کافر اور مشرک بنا دیا۔شرک کے فتوے کی مشین گن چلا کر لاکھوں کے ایمان کو نیست ونابود کر دیا۔

یہاں ایک بات کی وضاحت کر دینا ضروری ہے، کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے صرف **’’شرک‘‘** کے کاموں پر ہی’’ شرک جلی‘‘ کا فتوی نہیں دیا، بلکہ صدیوں سے جو جائز

اور مستحب کام جوملت اسلامیہ میں رائج تھے، ان کاموں پر بھی ''شرک'' کے فتوے کی مشین گن چلادی۔اس امت کے جلیل القدر صحابہ، اولیاء، صلحاء، صوفیاء، علماء، محدثین، علمائے مجتہدین، مشائخ اور رہبر دین جن کاموں کو اسلام کے ابتدائی دور سے کرتے آئے اور ان کاموں کو کرنے کی نصیحتیں اور وصیتیں کی تھیں، ان تمام کاموں پر بھی بے دردی سے شرک کا فتویٰ صادر کردیا۔

مولوی اسماعیل کی کتاب '' **تقویۃ الایمان**'' چھپنے کے بعد ہی ہندوستان میں وہابیت اور بدمذہبیت پھیلی ہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی حیثیت وہابیوں اور اہل حدیث (غیر مقلدین) کے نزدیک ''**امام اول فی الھند**'' کی ہے۔مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب '' **تقویۃ الایمان**'' میں بڑی ناانصافی سے کام لیا ہے۔ ایسا سخت تشدد کیا ہے کہ آدمی کانپ اٹھے، **جو باتیں ''شرک خفی'' کی تھی، ان کو ''شرک جلی'' لکھ دیا۔** یعنی جن باتوں سے آدمی صرف گنہ گار ہوتا تھا، ان باتوں کی وجہ سے انھیں کافر ومشرک بنادیا، جائز کاموں پر بھی شرک کے فتوے لگا دیے، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ایمان والوں کو کافر اور مشرک ٹھہرادیا، شرک کے فتوے کا طوفان برپا کر کے فتنہ وفساد کی آندھی پھونک دی، خود مولوی اسماعیل دہلوی نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ میں نے اپنی کتاب '' تقویۃ الایمان'' میں تشدد سے کام لیا ہے۔

اب آیئے ! ہم '' **شرک جلی**'' اور '' **شرک خفی**'' کا عظیم فرق تفصیل کے ساتھ دیکھیں تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے کہ مندرجہ بالا دونوں اقسام شرک میں سے ایک شرک ایسا ہے، جس کے ارتکاب سے صرف گناہ عائد ہوجاتا ہے اور آدمی دائرۂ

اسلام میں ہی رہتا ہے۔اور دوسرا شرک ایسا بھیانک اور خطرناک ہے کہ جس کے کرنے سے آدمی گناہِ عظیم کا مرتکب اور اسلام سے بھی خارج ہو جاتا ہے۔لہذا قارئین کرام سے التماس ہے کہ اپنی تمام توجہات کو اس عنوان کی طرف مرکوز فرما کر شرک کے اقسام کے پیچیدہ عنوان کو آسانی کے ساتھ سمجھ کر اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں :-

شرک کے دو اقسام: شرک اکبر اور شرک اصغر

عام طور پر شرک ایک ہی معنی اور مطلب کے لیے بولا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا یا اللہ تعالیٰ کی جو ذاتی صفتیں ہیں، ایسی ذاتی صفتیں یا کوئی ایک صفت بلکہ ان ذاتی صفتوں میں سے ایک ذرہ برابر کسی کے لیے ذاتی صفت ماننا شرک ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مستحق عبادت (پرستش کے لائق) ٹھہرانا بھی شرک ہے۔یہ ہوئی شرک کی مختصر تعریف۔

اب شرک کے تعلق سے تفصیلی گفتگو کریں:

شرک کی حدیثوں میں دو قسمیں بتائی گئی ہیں :

- **شرک کی پہلی قسم :**

شرک اکبر یعنی "بڑا شرک"

اس کا دوسرا نام **"شرک جلی"** یعنی **"کھلا شرک"** ہے۔

- **شرک کی دوسری قسم :**

شرک اصغر یعنی "چھوٹا شرک"

اس کا دوسرا نام **"شرک خفی"** یعنی **"چھپا شرک"** ہے۔

شرک اکبر یعنی شرک جلی

■ **وجود میں شرک :**

جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود (یعنی ہمیشہ سے ہونا اور ہمیشہ رہنا) ٹھہرائے، وہ مشرک ہے۔

■ **خالقیت میں شرک :**

جو شخص اللہ کے سوا کسی کو حقیقتاً خالق (بنانے والا، پیدا کرنے والا) جانے، یا کہے، یا مانے، وہ مشرک ہے۔

■ **عبادت میں شرک :**

صرف اللہ تعالیٰ ہی عبادت کے لائق ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو مستحق عبادت مانے، یا ٹھہرائے، یا اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کرے، وہ مشرک ہے، جیسے کہ بت پرست وغیرہ۔

■ **صفات میں :**

اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی صفتیں ہیں، وہ ذاتی ہیں، جیسے علیم یعنی علم والا، قادر یعنی قدرت والا اور اختیار والا، رزاق یعنی روزی دینے والا، وغیرہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے ایک ذرہ پر قدرت، یا اختیار، یا علم ثابت کرنا، اگر بالذات ہو یعنی خود اپنی ذات سے ہو تو، یہ شرک ہے۔

■ **مختلف انداز سے :**

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو علم، قدرت یا کسی اختیار میں اللہ تعالیٰ کے برابر، یا بڑھ کر ماننا، یا وہ ضروری عقیدے جو توحید کے تعلق سے لازمی اور ضروری ہیں، ان عقیدوں کے خلاف عقیدہ رکھنا بھی شرک ہے۔

یہ ہوئی شرک کی مختصر تعریف، شریعت کی اصطلاح میں جب مطلقاً یعنی عام طور پر شرک بولا جاتا ہے، تو اس سے مراد یہی **''شرک اکبر''** یا **''شرک جلی''** ہی ہوتا ہے۔ یہی شرک توحید الٰہی کا منافی ہے۔ جس کی وجہ سے ایمان برباد ہوجاتا ہے اور ایسا کرنے والا اگر توبہ کیے بغیر مر گیا، تو ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں رہے گا۔

شرک اصغر یعنی شرک خفی

شرک کا اطلاق (لاگو ہونا) کبھی مختلف معانی میں بھی ہوتا ہے، اس کو **''شرک اصغر''** یا **''شرک خفی''** یعنی چھپا ہوا شرک کہتے ہیں، شرک اصغر یعنی شرک خفی یہ ہے کہ بندہ اپنی عبادت یا نیکی کے کام میں اخلاص نہ کرے، بلکہ ریا کاری کرے، یعنی دوسروں کو دکھانے کے لیے کرے، تاکہ لوگ اسے نیک، ایمان دار، عبات گزار سمجھیں، اس کی عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہو، بلکہ دکھاوا کرنے کے لیے ہو، ریا کاری پر مشتمل عبادت ہرگز قبول نہیں ہوتی، بلکہ ٹھکرا دی جاتی ہے۔ ریا کاری کی نیت سے عبادت کرنے والا ثواب پانے کے بجائے عذاب کا حق دار ہوتا ہے۔

ریاکاری کی عبادت کی حدیث شریف میں سخت الفاظ میں مذمت کی گئی ہے، بلکہ اسے ''شرک خفی'' کہا گیا ہے، چند حدیثیں خدمت میں پیش ہیں :

حدیث نمبر : ١

''أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ وَ مُحَمَّدُ بْنُ مُوسٰی قَالَ: نَا أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَصَمُّ نَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَفَّانَ، نَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، نَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زَيْدٍ الْبَصْرِيُّ نَا عُبَادَةُ بْنُ نَسِيٍّ الْكِنْدِيُّ عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَيْهِ وَهُوَ فِيْ مُصَلَّاهُ يَبْكِيْ، فَقِيْلَ لَهُ مَا يُبْكِيْكَ؟ فَقَالَ: حَدِيْثٌ ذَكَرْتُهُ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَقِيْلَ لَهُ: وَمَا هُوَ؟ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: ''إِنِّيْ'' أَتَخَوَّفُ عَلٰى أُمَّتِيْ مِنْ بَعْدِي الشِّرْكَ وَ الشَّهْوَةَ الْخَفِيَّةَ، قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ أَوَ تُشْرِكُ أُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ؟ قَالَ: ''يَا شَدَّادُ أَنَّهُمْ، لَا يَعْبُدُوْنَ شَمْسًا وَّ لَا قَمَرًا وَّ لَا حَجَرًا وَّ لَا وَثَنًا وَلٰكِنْ يُرَاؤُوْنَ بِأَعْمَالِهِمْ''، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ؟

قَالَ: ''يُصْبِحُ أَحَدُهُمْ صَائِمًا فَتُعْرَضُ لَهُ شَهْوَةٌ مِّنْ شَهَوَاتِهِ فَيُوَاقِعُ شَهْوَتَهُ وَيَدَعُ صَوْمَهُ.''

حوالہ :

(۱) شعب الایمان ، از امام ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی ۴۵۸ھ ، الناشر : دار الکتب العلمیۃ ، بیروت، لبنان ، جلد ۵، حدیث نمبر ۶۸۳۰، ص ۳۳۳.

(۲) کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال ،از علامہ علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین (۹۷۵ھ)، ناشر: ایضاً، جلد۳، حدیث نمبر ۷۴۸۶، ص ۱۹۰.

حدیث کا ترجمہ:

حضرت عبادہ بن نسی کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور حضرت شداد بن اوس اپنے مصلے پر بیٹھے ہوئے رو رہے تھے، حضرت شداد سے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو رلایا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ اس حدیث کو یاد کر کے رو رہا ہوں، جس کو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے،ان سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی حدیث ہے؟ حضرت شداد بن اوس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ :

”بے شک میں خوف کرتا ہوں میری امت پر کہ میرے بعد وہ شرک اور چھپی ہوئی شہوت میں مبتلا ہوگی ،عرض کی میں نے

یا رسول اللہ! کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ حضور نے فرمایا: اے شداد! وہ سورج، چاند، پتھر اور بت کی عبادت نہیں کرے گی بلکہ وہ اپنے عملوں کو دکھائے گی۔
میں نے عرض کی چھپی ہوئی شہوت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ صبح کرے گا ان میں سے کوئی روزہ دار اور آئے گی اس پر شہوت میں سے کوئی شہوت، اور وہ مبتلا ہو گا شہوت میں اور چھوڑ دے گا روزہ۔"

حدیث نمبر :۲

"أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ، نَا اَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ شَرِيْكٍ، نَا ابْنُ اَبِیْ مَرْيَمَ، نَا اَبِی الزِّنَادِ وَ حَدَّثَنِیْ عَمْرُو بْنُ اَبِی عَمْرٍو، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ:

"اِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ" قَالَ: وَمَاالشِّرْكُ الْأَصْغَرُ؟

قَالَ: "اَلرِّيَاءُ، اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ يَوْمَ يُجَازِی الْعِبَادَ بِأَعْمَالِهِمْ: اِذْهَبُوْا إِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاؤُوْنَ فِی الدُّنْيَا فَانْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً أَوْ خَيْرًا"

حوالہ :

شعب الایمان، از: امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی ۴۵۸ھ، الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، جلد: ۵، حدیث نمبر: ۶۸۳۱، صفحہ: ۳۳۳.

حدیث کا ترجمہ:

''حضرت محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''خوف کرنے والی جو چیزیں ہیں، ان میں سب سے زیادہ ڈرنے والی چیز جسکا میں تم پر خوف کرتا ہوں، وہ شرک اصغر ہے۔ عرض کیا، کہ شرک اصغر کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ریا کاری۔''

بیشک اللہ تعالیٰ فرمائیگا اُس دن کہ جس دن بندوں کو اُن کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا: جاؤ، ان کے پاس جن کو دکھانے کے لئے دنیا میں عمل کرتے تھے اور دیکھو، کیا تم ان کے پاس کوئی بدلہ اور کوئی بھلائی پاتے ہو؟''

حدیث نمبر : ۳

أَخْبَرَنَا أَبُوْ سَعِيْدٍ الْمَالِيْنِيُّ، أَنَا أَبُوْ أَحْمَدَ بْنُ عَدِيٍّ، نَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ مُكْرَمٍ، نَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، نَا أَبُوأَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، نَا كَثِيْرُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ رُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ

الـرَّحْـمٰـنِ بْـنِ أَبِـىْ سَـعِيْـدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ : كُنَّا نَتَـنَـاوَبُ الـنَّـبِـىَّ ﷺ نَبِـيْـتُ عِـنْـدَهُ فَذَكَـرَهُ وَ قَالَ فِيْهِ: ’’أَخَـافُ عَـلَـيْـكُمْ أَخْوَفَ مِنَ الْمَسِيْخِ الشِّرْكَ الْخَفِىَّ أَنْ يَقُوْلَ الرَّجُلُ يَعْمَلُ لِمَكَانِ الرَّجُلِ‘‘

حوالہ:

شعب الایمان، از: امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی ۴۵۸ھ، الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، جلد: ۵، حدیث نمبر: ۶۸۳۲، صفحہ: ۳۳۴.

حدیث کا ترجمہ:

’’حضرت ربیع بن عبد الرحمٰن بن عدی سعید سے روایت ہے کہ وہ اپنے والد سے اور ان کے والد ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں، کہ ہم رات کے وقت باری باری خدمت اقدس میں رہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ رات کو میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ تب حضور اقدس ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ **میں تم پر خوف کرتا ہوں ایسا خوف جو نہایت برا ہے اور وہ شرک خفی ہے یعنی چھپا ہوا شرک۔ اور وہ یہ ہے کہ آدمی نے آدمی کو دکھانے کے لیے عمل کیا۔‘‘**

حدیث نمبر : ۴

”عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلشَّهْوَةُ اَلْخَفِيَّةُ وَالرِّيَاءُ شِرْكٌ“

حوالہ :

کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، المؤلف: علامہ علاء الدین علی متقی حسام الدین، ناشر: دارالکتب العلمیہ ، بیروت، لبنان، جلد:۳، حدیث نمبر:۷۴۸۳، صفحہ:۱۹۰.

حدیث کا ترجمہ:

”حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ چھپی شہوت اور ریا کاری شرک ہے۔“

شرک خفی یعنی چھپا ہوا شرک، جس کو شرک اصغر کہتے ہیں، اس کے رد میں ہم نے کل چار حدیثیں یہاں بیان کی ہیں، حالانکہ اس قسم کی کئی حدیثیں موجود ہیں، جن کو یہاں نقل نہیں کرتے، البتہ صرف اس کا حوالہ درج کر دیتے ہیں۔

- ”کتاب الجامع الصغیر فی احادیث البشیر النذیر“، مصنف: امام جلال الدین سیوطی (متوفی سنہ ۹۱۱ ھ) ناشر: دارالکتب العلمیہ ، بیروت، لبنان

☆ جلد نمبر۱، حدیث نمبر۲ ۴۹۳، صفحہ نمبر ۳۰۳ اور

☆ جلد نمبر۱، حدیث نمبر ۴۹۶۰، صفحہ نمبر: ۳۰۵

■ ''کتاب کنز العمال فی سنن اقوال والافعال''، مولف: علامہ علاء الدین بن حسام الدین، ناشر: دارالکتب العلمیہ ، بیروت، لبنان

☆ جلد نمبر۳، حدیث نمبر ۷۴۷۴، صفہ نمبر ۱۸۹

☆ جلد نمبر۳، حدیث نمبر ۷۴۷۵، صفحہ نمبر ۱۸۹

☆ جلد نمبر۳، حدیث نمبر ۷۴۹۹، صفحہ نمبر ۱۹۱

ضروری نکتہ

ریا کاری یعنی لوگوں کو دکھانے کے لیے جو عمل کیا جاتا ہے ، اس کو حضور اقدس ﷺ نے شرک فرمایا، لیکن شرک ایسا نہیں کہ جس سے ایمان ختم ہو جائے ، اسی لیے اس شرک کو **''شرک خفی''** یعنی **''چھپا ہوا شرک''** فرمایا۔ جس کو شرعی اصطلاح میں **''شرک اصغر''** کہا جاتا ہے۔

شرک اصغر کا عمل بے شک قابل مذمت ہے ، ایسا کرنے والا سخت سے سخت عذاب کا حق دار ہے، اس کا عمل دربار الٰہی میں نا قابل قبول ہے، اس کا عمل اس کے منہ پر مار دیا جائے گا، ایسا عمل کرنے والے کو ثواب کے بدلے عذاب ملے گا، وہ سخت گنہگار ہے۔

لیکن ..... ''اسلام اور ایمان سے خارج ہر گز نہیں، وہ گنہگار ضرور ہے لیکن مشرک یا کافر نہیں۔''

ریا کاری کی مذمت میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن زیادہ نہ لکھتے ہوئے ، صرف ایک حدیث شریف یہاں پیش کی جاتی ہے :

حدیث شریف:

"عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ فَاِنِّی سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: "مَنْ صَلّٰی یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ صَامَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ وَمَنْ تَصَدَّقَ یُرَائِیْ فَقَدْ اَشْرَکَ"

حوالہ:

مشکوٰۃ المصابیح، باب الریاء، الفصل الثالث، ص ۴۵۵، مطبوعہ: رضا اکیڈمی، بمبئی.

حدیث کا ترجمہ:

"حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ:

"جس نے ریا کاری سے نماز پڑھی، اس نے شرک کیا، جس نے ریا کاری سے روزہ رکھا، اس نے شرک کیا، جس نے ریا کاری سے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔"

اس حدیث میں ریا کاری سے نماز پڑھنے والے کو، ریا کاری سے روزہ رکھنے والے کو اور ریا کاری سے صدقہ کرنے والے کو شرک کرنے والا فرمایا گیا ہے، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ کافر اور مشرک ہوکر اسلام سے خارج ہوگیا، یہاں شرک سے مراد ہرگز شرک اکبر نہیں بلکہ شرک اصغر ہے۔شرک اکبر اس کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کو عبادت کے لائق سمجھ کر اس کی عبادت کی جائے، یہ کھلا ہوا یعنی شرک جلی ہے۔اس کے کرنے سے بے شک کرنے والا اسلام وایمان سے خارج ہوجائے گا۔

لیکن ریا کاری کی عبادت کو بھی شرک کہا گیا ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ ریا کاری سے عبادت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی ہرگز عبادت نہیں کرتا، وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتا ہے، غیر خدا یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کو شرک سمجھتا ہے۔شرک سے نفرت کرتا ہے۔پھر بھی اسے شرک کرنے والا اس لیے کہا گیا ہے کہ اس کی عبادت میں اخلاص نہیں رہا، بے شک وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتا ہے۔مگر اس کی عبادت میں دنیا کے مفاد اور حرص کی آمیزش آگئی ہے۔اس آمیزش کی وجہ سے عبادت کا اصل مقصد یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا مندی ختم ہوگئی۔لوگوں کی نظروں میں اچھا دکھانے کی لالچ کی ملاوٹ آگئی اور اس لالچ کا نام ہی ریا کاری ہے۔
ریا کاری کیسا قابل مذمت کام ہے، اس کا ذکر ہم کر چکے، یہ ایسا شرمناک فعل ہے کہ ہمارے پیارے آقا نبیٔ رحمت رسول اللہ ﷺ نے اپنے امتیوں کو اس برائی سے بچانے کے لیے ایسے سخت الفاظ میں اس کی برائی بیان فرمائی کہ اس کو سن کر ہر شخص ریا کاری کے ارتکاب سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرے۔ریا کاری کو شرک کہہ کر اس سے

ڈرایا گیا ہے۔ ریا کار شخص کو زجراً یعنی ڈرانے کے لیے شرک کرنے والا کہا گیا ہے۔ حکماً نہیں کہا گیا، یعنی اس پر مشرک ہونے کا حکم نہیں لگے گا، ہاں یہ بات بھی ضرور ہے کہ وہ سخت گنہ گار ہے۔ اس کی عبادت کوئی معنی نہیں رکھتی، قیامت کے دن اس کی عبادت اس کے منہ پر ماردی جائے گی۔ لیکن اس کو کافر یا مشرک نہیں کہا جائے گا۔

ثابت ہوا کہ :

- **شرک اکبر (شرک جلی) یعنی کھلا ہوا شرک سے آدمی کافر مشرک ہوکر اسلام سے اور ایمان سے نکل جاتا ہے۔**
- **شرک اصغر (شرک خفی) سے آدمی کافر یا مشرک ہوکر اسلام اور ایمان سے نہیں نکل جاتا۔**

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے کس کس کو کافر و مشرک کہا

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب **''تقویت الایمان''** میں شرک خفی کے کاموں کو شرک جلی میں شمار کر کے کروڑوں بلکہ اربوں کلمہ گو اہل ایمان مسلمانوں کو کافر و مشرک بنادیا۔ آیئے ! مولوی اسمٰعیل دہلوی کی مذکورہ رسوائے زمانہ کتاب کا سرسری جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کن کن بے قصور مسلمانوں کو بے دریغ کافر کہہ دیا۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ بھولے بھالے اور بے قصور مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتوے کی مشین گن داغ دی۔

- نذر و نیاز کرنے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۱۶
- عبد النبی، علی بخش، نبی بخش نام رکھنے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۱۶
- پیر بخش، مدار بخش، سالار بخش نام رکھنے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۱۶
- غلام محی الدین اور معین الدین نام رکھنے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۱۷، ۱۰ پرانا
- بزرگوں کے نام پر مال خرچ کرنے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۲۴
- قبر پر غلاف ڈالنے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۲۴
- بزرگوں کی چوکھٹ کے آگے کھڑے ہو کر دعا مانگنے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۲۴
- قبر کے غلاف کو پکڑ کر دعا کرنے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۲۴
- مزار کے اردگرد روشنی کرنے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۲۴
- مزار اور آستانے کو جھاڑو دینے والا اور فرش بچھانے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۲۴
- مزار پر آنے والے لوگوں کو پانی پلانے والا اور ان کے وضو اور غسل کا سامان درست کرنے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۲۴
- ولی اللہ کے آستانے کے کنویں کا پانی متبرک سمجھ کر پینے والا، کنویں کا پانی آپس میں بانٹنے والا اور وہ پانی کسی کے لیے لے جانے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۲۴
- آستانہ سے رخصت ہوتے وقت اُلٹے پاؤں چلنے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۲۵
- مزار شریف پر مجاور بن کر بیٹھنے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۲۵
- قبر کو اور چوکھٹ کو بوسہ دینے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر:۲۵

- قبر کو مورچھل جھلنے والا اور شامیانہ کھڑا کرنے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر: ۲۵
- اللہ اور رسول چاہے گا، تو میں آؤں گا۔ ایسا کہنے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر: ۲۶
- نبی، ولی، امام، شہید کو اللہ کی جناب میں اپنا شفیع یعنی شفاعت کرنے والا سمجھنے والا اصلی مشرک ہے۔ صفحہ نمبر: ۵۴
- محرم کے مہینے میں پان نہ کھانے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر: ۸۴
- محرم کے مہینے میں لال کپڑا نہ پہننے والا مشرک ہے۔ صفحہ نمبر: ۸۴

مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی جی بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہا

وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے اپنی کتاب ''بہشتی زیور'' حصہ اول، مطبوعہ:- ربانی بک ڈپو۔ دھلی۔ صفحہ نمبر: ۳۴ پر'' کفر اور شرک کی باتوں کا بیان'' عنوان کے تحت کفر اور شرک کے کاموں کو شمار کیا ہے۔ اُن میں :۔

- حسین بخش، علی بخش، عبد النبی نام رکھنے والا کافر و مشرک ہے۔
- سہرا باندھنا شرک ہے۔ لہذا شادی میں سہرا باندھنے والا مشرک ہے۔
- خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہیگا، تو فلاں کام ہو جائیگا۔ ایسا کہنے والا مشرک ہے۔
- کسی کو دور سے پکارنے والا مشرک ہے۔

- کسی بزرگ کے نام کا وظیفہ پڑھنے والا مشرک ہے۔
- کسی سے مراد مانگنے والا مشرک ہے۔
- کسی کے نام کی منت ماننے والا مشرک ہے۔
- انبیاء اور اولیاء کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کے کفر اور شرک کے فتوے کی مشین گن

مولوی رشید احمد گنگوہی جن کا شمار اکابر علمائے دیوبند میں ہوتا ہے اور وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے متبعین مولوی رشید احمد گنگوہی کو "امام ربانی" اور "مجدد" کے القاب سے مخاطب کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتابوں اور فتاویٰ میں اہلسنت و جماعت کے درمیان صدیوں سے رائج مراسم اور عقائد کو کفر اور شرک کہا ہے۔ مثلاً:۔

- انبیائے کرام کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔
  (حوالہ:۔ فتاویٰ رشیدیہ، کامل و مبوّب، صفحہ:۶۲)
- یارسول اللہ کہنے والا کافر ہے۔ (حوالہ:۔ فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۶۲)
- نبی بخش، پیر بخش، سالار بخش، مدار بخش نام رکھنے والا مشرک ہے۔
  (حوالہ:۔ فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۶۹)

- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب تھا، ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔
(حوالہ:۔فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۱۰۳)
- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ اور والدہ حضرت آمنہ دونوں کا انتقال حالت کفر میں ہوا ہے۔معاذ اللہ دونوں کافر تھے۔
(حوالہ:۔فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۱۰۴)
- یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا وظیفہ پڑھنے والا مشرک ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۶۸)
- صاحب قبر سے التجا کرنے والا مشرک ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۱۱۱)
- درود تاج پڑھنے والا مشرک ہے۔(حوالہ:۔فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۱۶۲)

صدیوں سے رائج مراسم اہلسنت کے جائز اور مستحب کاموں پر حرام، ناجائز اور بدعت کے فتوے

مولوی اسمٰعیل دہلوی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور دیگر اکابر علمائے دیوبند نے اپنی مختلف کتابوں میں صدیوں سے قوم مسلم میں رائج اہلسنت و جماعت کے جائز اور مستحب کاموں پر بلا کسی دلیل کے صرف بغض وعناد کی بناء پر حرام، بدعت اور ناجائز کے فتوے تھوپ کر کروڑوں کی تعداد کے مسلمانوں کو ناجائز اور حرام کام کے مرتکب ٹھہرا کر پوری ملت اسلامیہ کے مذہبی جذبات اور ان کے حسن اعتقاد کو کاری ضرب کی ٹھیس پہونچانے کی مذموم حرکت بھی کی ہے۔جس کا تفصیلی بیان یہاں ممکن

نہیں۔لہذا ذیل میں علمائے دیوبند کی کتابوں کے چند حوالے پیش خدمت ہیں، جن کو دیکھنے سے قارئین کرام کو معلوم ہوگا کہ علمائے دیوبند نے کیسے کیسے جائز اور مستحب کاموں پر حرام، بدعت اور ناجائز کے فتوے کی مشین گن چلا کر مذہبی دہشت گردی کا مظاہرہ کیا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:۔

- محرم میں صحیح روایات کے ساتھ بھی شہادت کا بیان کرنا حرام ہے۔
  (حوالہ:۔ فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۱۳۹)
- محفل میلاد کہ جس میں روایات صحیحہ پڑھی جائیں اور کسی قسم کی بیہودگی اور روایات ممنوعہ نہ ہوں، ایسی محفل میلاد بھی ہر حال میں ناجائز اور ممنوع ہیں۔
  (حوالہ:۔فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۱۳۰،اور۱۳۱)
- جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جائے اور کسی قسم کے خلاف شرع کام نہ ہوں۔تب بھی ایسے عرس میں شریک ہونا جائز نہیں۔(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۱۳۴)
- محرم میں پانی کی سبیل لگانا اور شربت پلانا یا دودھ پلانا، یہ سب کام حرام ہیں۔
  (حوالہ:۔فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۱۳۹)
- مردہ دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا بدعت ہے۔(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۱۴۵)
- عید کے دن مصافحہ اور معانقہ کرنا بدعت ضلالہ اور حرام ہے۔
  (حوالہ:۔فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۱۴۸)
- تیجہ، دسواں، چالسواں یہ سب گمراہی بھری بدعت ہے۔
  (حوالہ:۔فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۱۵۴)

- محرم میں بنائی جانے والی پانی کی سبیل اور محرم میں لوگوں کو پلانے کے لئے بنائے جانے والے شربت میں چندہ دینا حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:۱۳۹)
- شب برأت کا حلوہ، محرم کا شربت و کھچڑا لغو اور گناہ ہے۔
(حوالہ:۔ بہشتی زیور۔ حصہ:۶، صفحہ:۶۶)
- حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جبہ شریف اور موئے مبارک شریف یا اور کسی بزرگ کے تبرکات کی زیارت کرنا، اس میں بہت خرابیاں ہیں لہذا منع ہیں۔ (حوالہ:۔ بہشتی زیور۔ حصہ:۶، صفحہ:۶۷)

قارئین انصاف کریں

مندرجہ بالا اقتباسات دیکھنے کے بعد اب ہم قارئین کرام کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش کرتے ہیں کہ اب فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ غیر جانبدار ہو کر منصفانہ نظر کی صداقت سے آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ **مسلمانوں کو کافر اور مشرک کے فتوے کون دیتا ہے؟ مسلمانوں کو بدعتی کون بناتا ہے؟ مسلمانوں کو حرام اور ناجائز کام کے مرتکب کون کہتا ہے؟** مندرجہ بالا عقائد اور افعال کو شرک، کفر، بدعت، ناجائز اور حرام کے فتوے دے کر علمائے دیوبند کتنے مسلمانوں کو اپنے فتوں کی زد میں لے رہے ہیں۔ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں صحیح العقیدہ مسلمانوں پر شرک کے فتوے کی مشین گن چلا رہے ہیں۔ کروڑوں کی تعداد میں مسلمانوں پر کفر اور شرک کے فتوے تھوپ کر انہیں اسلام سے خارج کر رہے ہیں۔

قلم کے صرف ایک جھٹکے سے کثیر تعداد کے مسلمانوں کے ایمان کو ذبح کر کے انہیں ''**کافر**'' اور ''**مشرک**'' بنایا جا رہا ہے۔ مندرجہ بالا مراسم اہلسنت کے مستحب اور جائز کاموں کو جو صدیوں سے کرتے آ رہے ہیں۔ ان تمام کاموں کو ''کفر'' اور ''**شرک**'' قرار دیا جا رہا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ان کاموں کو جنہوں نے **ماضی میں کیا، دور حاضر میں کر رہے ہیں، یا مستقبل میں جو کریں گے، وہ سب کے سب کافر و مشرک تھے، ہیں یا ہوں گے۔** ماضی کے یعنی اسلام کی ابتدا سے اب تک ہونے والے اور انتقال کرنے والے، دور حاضر میں جو حیات ہیں اور مستقبل میں جو پیدا ہونے والے ہیں، وہ تمام ایمان والے مسلمانوں کو **وہابی، دیوبندی جماعت کے اکابر علماء کافر اور مشرک کہہ رہے ہیں۔** چودہ سو (۱۴۰۰)، سال سے اب تک کے اور اب سے لیکر قیامت تک ہونے والے کتنے مسلمانوں کو کافر کہا جا رہا ہے۔ ان تمام مسلمانوں کی تعداد کو شمار کیا جائے، تو اس کا عدد (**Figure**) لاکھوں اور کروڑوں میں نہیں بلکہ اربوں کھربوں (**Million Billion**) سے بھی بڑھ جائیگا۔ اور ان میں کے اکثر تو اس فانی دنیا سے کوچ فرما کر اپنی اپنی قبروں میں آرام فرما رہے ہیں۔ وہ تمام مقبور اور مدفون اربوں کھربوں کی تعداد کے اہل ایمان مسلمانوں کو اب رہ رہ کر عرصۂ دراز کے بعد ''**کافر**'' اور ''**مشرک**'' ٹھہرایا جا رہا ہے۔ ان مرحومین کو علمائے دیوبند کافر اور مشرک ٹھہرا رہے ہیں۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ دور حاضر کے وہابی اور ان کے پیشوا علماء اپنے آبا و اجداد کو بھی نہیں بخش رہے ہیں۔ کیونکہ فرقۂ وہابیہ نجدیہ کی ایجاد کے پہلے کے ان کے آبا و اجداد بھی وہ تمام مراسم اہلسنت انجام دیتے تھے، جن کو دور حاضر کے وہابی اکابر علماء کفر اور شرک کہتے ہیں۔

کیا قارئین کرام اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ صدیوں سے جن مراسم اہلسنت کے جائز اور مستحب کاموں کے کرنے والے اربوں۔کھربوں کی تعداد کے ماضی کے تمام مسلمان **کافر اور مشرک تھے**؟ کیا ان تمام اہل ایمان مرحومین کو دہلوی صاحب، تھانوی صاحب، گنگوہی صاحب وغیرہ کے فتاویٰ کی بنا پر کافر اور مشرک کہا جائیگا؟ اگر اکابر علمائے دیوبند کے فتاویٰ اور کتابوں کو حق تسلیم کیا جائیگا، تو لامحالہ اور ناچار ہوکر ماضی کے تمام مسلمانوں کو کافر ومشرک ماننا پڑیگا۔جس کا مطلب یہی ہوا کہ ماضی کے بیشمار اہل ایمان مشرک تھے۔صرف برائے نام مسلمان تھے لیکن علمائے دیوبند کے نظریہ سے وہ تمام مشرک تھے، شرک کی انہیں تمیز نہ تھی۔ ماضی کے تمام مسلمان جن میں صلحاء، علماء، اولیاء، صوفیاء، اتقیاء وغیرہ سب کے سب جاہل تھے؟ شرک کیا ہے؟ شرک کی اصطلاح کیا ہے؟ کون سے کام شرک کے ہیں؟ کون سا کام کرنے سے آدمی مشرک ہوکر اسلام کے دائرے سے خارج ہو جائیگا؟ ان تمام ضروری امور کا ماضی میں کسی کو علم ہی نہیں تھا؟ ماضی کے تمام مسلمان جہالت اور لاعلمی کی بنا پر شرک کا ارتکاب کرتے تھے؟ اور مشرک تھے؟ بحیثیت مشرک زندہ رہے اور شرک کی حالت میں ہی ان کا انتقال ہوا ہے؟ لہذا ماضی میں ہونے والے تمام مسلمانوں نے جو نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، زکوٰۃ ادا کی، حج وعمرہ کیا، خیرات وصدقات اور دیگر اعمال صالحہ کیے، وہ سب اکارت اور برباد ہوئے؟ ان کی تمام عبادت وریاضت رائیگاں اور ضائع ہوئیں؟

کیا چودہ سو سال تک شرک اور کفر کی صحیح اصطلاح کا کسی کو علم ہی نہ تھا؟ اسلامی احکام کی سچی سمجھ رکھنے والا چودہ سو سال میں کوئی پیدا ہی نہ ہوا تھا؟ چودہ سو سال تک کے

ماضی کے مؤمنین میں سے، جن کی تعداد اربوں اور کھربوں سے بھی متجاوز ہے، اتنی بھاری تعداد کے مسلمانوں میں ایک بھی مائی کا لال ایسا پیدا نہ ہوا تھا، جو کفر اور شرک کے احکام اور اصطلاح کی معلومات رکھتا ہو؟ اور چودہ سو سال کے بعد ہی اسلام کو صحیح معنوں میں سمجھنے والے اور کفر و شرک کے احکام کی مکمّل معلومات رکھنے والے نانوتہ، دہلی، گنگوہ اور تھانہ بھون ہی میں پیدا ہوئے؟

قارئین کرام! ٹھنڈے دل سے سوچو! میزان انصاف میں تول کر فیصلہ کرو! کہ اکابر علمائے دیوبند کے فتاویٰ کو حق اور سچ تسلیم کرکے ماضی کے، حال کے اور مستقبل کے اربوں کھربوں مسلمانوں کو ارتکاب کفر و شرک کے مجرم ٹھہرا کر، انہیں اسلام سے خارج کرنا، کہنا اور ماننا مناسب ہے؟ ارے اگر اکابر علمائے دیوبند کے فتاویٰ کو حق تسلیم کیا گیا، تو عامۃ المسلمین تو کیا، خود ان فتاویٰ دینے والوں کے باپ دادا بھی ان کے مشین گن کے کفری فتاوے کی گولیوں سے چھلنی ہو کر رہ جائیں گے۔ مثال کے طور پر:۔

▣ **مولوی اسمٰعیل دہلوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی کے فتوے کے مطابق:۔ ''نبی بخش، علی بخش، پیر بخش، مدار بخش، حسین بخش وغیرہ نام رکھنا شرک ہے۔''** (حوالہ:۔ تقویۃ الایمان، فتاویٰ رشیدیہ اور بہشتی زیور)

لیکن.....؟؟؟

☆ دیوبندی فرقہ کے امام ربانی، مولوی رشید احمد گنگوہی کے دادا اور نانا دونوں مذکورہ ناموں سے موسوم تھے۔ حوالہ ملاحظہ فرمائیں:۔

''باپ کی جانب خاندانی سلسلہ جس کو حضرت نے خود بیان فرمایا تھا، اس طرح ہے۔ مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد صاحب بن قاضی پیر بخش''

پھر چند سطر بعد لکھا ہے کہ:۔

''اور ماں کی جانب سے سلسلہ نسب جس کو حضرت کے ماموں محمد شفیع صاحب نے خاندانی شجرہ محفوظہ سے نقل کرایا، یوں ہے۔ مولانا رشید احمد صاحب بن مسماۃ کریم النساء بنت فرید بخش''

حوالہ:۔

(۱) ''**تذکرۃ الرشید**'' مصنف:۔ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی۔ ناشر:۔ مکتبہ نعمانیہ، دیوبند، (یو۔پی) **جلد:۱، صفحہ:۱۳** (پرانا ایڈیشن)

(۲) ''**تذکرۃ الرشید**'' مصنف:۔ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی۔ ناشر:۔ دارالکتاب، دیوبند، سن طباعت ۲۰۰۲ء، **جلد:۱، صفحہ:۳۲**

◈ اب آیئے! دارالعلوم دیوبند کے بانی اور مکتبۂ فکر دیوبند کے قاسم العلوم والخیرات، مولوی قاسم نانوتوی صاحب کا نسب نامہ دیکھیں:۔

''سوانح قدیم کے مصنف امام نے مولانا مرحوم کے شجرۂ نسب کو درج کرتے ہوئے لکھا ہے۔ محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش۔''

حوالہ:۔ ''**سوانح قاسمی**'' مصنف:۔ مولوی مناظر احسن گیلانی، ناشر:۔ دارالعلوم دیوبند (یو۔پی) **جلد:۱، صفحہ:۱۱۳**

نتیجہ:۔ مندرجہ بالا دونوں حوالوں سے ثابت ہوا کہ:۔

- **مولوی رشید احمد گنگوہی کے دادا کا نام پیر بخش تھا۔**
- **مولوی رشید احمد گنگوہی کے نانا کا نام فرید بخش تھا۔**
- **مولوی قاسم نانوتوی کے پردادا (والد کے دادا) کا نام محمد بخش تھا۔**

اکابر وہابیہ دیوبندیہ کی کتابوں میں درج فتاویٰ کی رو سے پیر بخش، فرید بخش، محمد بخش نام رکھنا شرک ہے۔ **''خود آپ اپنے دام میں صیّاد آ گیا''** والی مثل کے مصداق گنگوہی صاحب اور نانوتوی صاحب کے آبا و اجداد بھی وہابی فتاویٰ کی مشین گن سے محفوظ و مامون نہ رہ سکے۔

المختصر! وہابی فتنہ کے ابتدائی دور میں کفر اور شرک کے فتاویٰ کا جو مہلک طوفان برپا ہوا، اس کی وجہ سے کروڑوں بلکہ اربوں کھربوں مسلمانوں کے ایمان خطرے میں آ گئے تھے۔ مسلمانوں کی اکثریت پر وہابی دیوبندی علماء نے کفر اور شرک کا فتویٰ لگا کر انہیں اسلام سے خارج کر کے بھگایا تھا۔ بات صرف کفر اور شرک کے فتاویٰ تک محدود رہ کر نہ رُکی بلکہ **''زخم پر نمک چھڑکتے ہوئے''** عوام المسلمین کا انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے رشتہ منقطع کرنے کی فاسد غرض سے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی عقیدت و محبت میں کیے جانے والے وہ کام کہ جن کاموں سے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی عظمت و رفعت کا اظہار ہوتا تھا، ان تمام جائز اور مستحب کاموں کو **حرام، ناجائز** اور **بدعت** ٹھہرائے۔ بزرگان دین سے ملت اسلامیہ کی عقیدت اور محبت کو عداوت اور توہین میں پلٹانے کی سازش کے تحت ایک منظّم تحریک چلائی گئی۔ قرآن مجید کی آیات کے غلط تراجم و تفاسیر،

غلط مفہوم، من چاہا مقصد و مراد اور اسی طرح احادیث کریمہ سے من چاہا، من گھڑت اور کذب پر مشتمل استدلال کر کے انبیاء کرام اور اولیاء کرام کی شان ارفع و اعلیٰ میں سخت گستاخیاں اور توہینیں کی گئیں۔ انہیں کتابوں کی شکل دی گئی اور اسلام کے دائمی دشمن نصرانی اور انگریزوں کی حکومت برطانیہ کے بھرپور مالی تعاون اور سیاسی پشت پناہی کے بلبوتے پر ان کتابوں کی نشر و اشاعت کی گئی۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی ۱۲۴۰ھ میں ہندوستان میں شائع ہونے والی **مولوی اسمٰعیل دہلوی** کی تصنیف کردہ کتاب **''تقویۃ الایمان''** ہے۔ اس کتاب میں بزرگان دین کی جی بھر کے گستاخیاں کر کے اپنی قلبی عداوت وشقاوت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:۔

- **''اللہ کو مانو اور اللہ کے سوا کسی کو نہ مانو۔''** (صفحہ:۳۱)
- **''کسی بھی نبی اور ولی کو غیب کی بات کا علم نہیں۔''** (صفحہ:۴۰)
- **''رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھو کہ وہ غیب کی بات جانتے تھے۔''** (صفحہ:۴۷)
- **''کسی بھی نبی اور ولی کو یہ بھی نہیں معلوم کہ اللہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کریگا۔''** (صفحہ:۴۸)
- **''انبیاء اور اولیاء کو دنیا کا خواہ قبر کا اور آخرت کا اپنا اور دوسروں کا کیا حال ہوگا، یہ بھی نہیں معلوم۔''** (صفحہ:۴۸)
- **''انبیاء اور اولیاء کو عالم میں تصرّف کرنے کی قدرت نہیں۔''** (صفحہ:۵۱)

▣ ''نبی اور ولی اللہ کے دربار میں کسی کی بھی شفاعت نہیں کریں گے اور جو کسی نبی اور ولی کو اللہ کی جناب میں اپنا شفیع سمجھے وہ مشرک ہے۔'' (صفحہ:۵۴)

▣ ''جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔'' (صفحہ:۷۰)

▣ ''سب انبیاء اور اولیاء اللہ کے سامنے ایک ذرّہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔'' (صفحہ:۹۲)

▣ ''رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔'' (صفحہ:۹۶)

▣ ''تمام اولیاء، انبیاء، امام زادہ، پیر اور شہید اور اللہ کے جتنے مقرب بندے ہیں، وہ سب عاجز بندے ہیں'' (صفحہ:۹۹)

▣ ''انبیاء اور اولیاء کی تعظیم بڑے بھائی کی طرح کرنی چاہیئے۔ وہ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ اللہ نے ان کو بڑائی دی ہے۔ وہ بڑے بھائی ہیں۔'' (صفحہ:۹۹)

▣ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔'' (صفحہ:۱۰۰)

مندرجہ بالا توہین آمیز اور گستاخانہ جملے بطور نمونہ پیش کیے ہیں۔ اللہ تعالٰی کے مقدس اور مقرب بندوں اور محبوبوں کی شان میں کھلی ہوئی توہین اور بے ادبی سے پوری کتاب بھری ہوئی ہے۔ جس کو کوئی بھی مسلمان برداشت نہیں کرسکتا۔ لہذا ملت اسلامیہ میں کہرام مچ گیا۔ نتیجہ کیا آیا؟ یہ مجھ سے نہیں بلکہ ہندوستان کے مشہور و معروف سیاسی لیڈر مولوی ابوالکلام آزاد کی ہی زبانی سنیئے کہ کیا ہوا؟

''مولانا اسماعیل شہید، مولانا منورالدین کے ہم درس تھے، شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب انہوں نے ''تقویۃ الایمان'' اور ''جلاء العینین''، لکھیں اوران کے مسلک کا ملک بھر میں چرچا ہوا، تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی''

حوالہ

''آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی''، مؤلف: مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی، ناشر: مکتبہ خلیل، اردو بازار، لاہور (پاکستان) صفحہ: ۴۸

نتیجہ یہ آیا کہ ملت اسلامیہ کے درمیان ایک عظیم فتنہ برپا ہوگیا، قوم مسلم کی اکثریت نے اس کتاب کی مخالفت کی اور ہر جگہ اس کتاب کی وجہ سے فتنہ وفساد کی آندھی چلی۔

گھر گھر میں خانہ جنگی، محلوں میں تناؤ، مسجدوں میں مار پیٹ، مدرسوں میں لڑائی، برادری میں اختلافات، دوستوں میں نظریات کا تضاد، بھائی بھائی میں مذہبی تنازعہ، باپ بیٹے میں عقیدے کی مخالفت اور مذہب کے نام پر ہونے والے دنگے فساد کی وجہ سے مسلم اتحاد پارہ پارہ ہوگیا۔ پورے ملک میں اختلاف اور جھگڑے کی آگ پھیل گئی۔ عام لوگوں کے ساتھ ساتھ عالموں میں بھی ہل چل مچ گئی۔

پورے ملک میں آگ لگ گئی، عوام کے ساتھ ساتھ علماء میں بھی کہرام مچ گیا، ''تقویۃ الایمان'' کی اشاعت میں انگریزوں نے بھرپور مالی تعاون کیا تھا۔ یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں چھاپ کر ملک کے گوشے گوشے اور کونے کونے تک پہنچائی گئی۔ اس

کتاب نے ملت اسلامیہ کے لوگوں کے دن کا چین اور رات کی نیند تک چھین لی، قوم مسلم کا اتحاد و اتفاق چکنا چور ہوگیا، لوگ ایک عجیب ذہنی الجھن کا شکار تھے۔ کیوں کہ **''تقویۃ الایمان''** میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی کے تراجم و مفہوم کو توڑ مروڑ کر غلط اور اپنی حسب منشاء تاویلات کی گئی تھیں، سادہ لوح مسلم قرآن و حدیث کے نام سے متاثر و مرعوب ہوکر بہکاوے میں آگئے اور گمراہیت کے سیلاب میں بہہ گئے، نتیجتاً لاکھوں کی تعداد میں لوگ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور ایک نیا فرقہ بنام **''نجدی وہابی فرقہ''** سرزمین ہندوستان میں نمودار ہوا۔ ملک کا ماحول نئے مذہب کی گندگی سے آلودہ ہوگیا تھا۔ لوگ بے چین تھے، پریشان تھے، مضطرب تھے، مغموم تھے، ششں و پنج میں تھے، تذبذب میں تھے، ایسے پراگندہ ماحول میں علمائے حق کی ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوئی۔

حرمین شریفین سے پہلا فتویٰ اور تقویۃ الایمان کا رد کرنے والے علماء

شاید بہت سے لوگ ناواقفیت کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ ١٣٢٣ھ میں **''حسام الحرمین''** نام سے اکابر علماء دیوبند پر کفر کا جو فتویٰ آیا ہے، وہ حرمین شریفین کا پہلا فتویٰ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حسام الحرمین شریفین نام سے شائع ہونے والا علماء دیوبند کے خلاف کا فتویٰ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے علمائے حق کا دوسرا فتویٰ ہے۔ جس کی تفصیل چند سطور کے بعد مذکور ہوگی۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان کی تردید میں ملک بھر کے علمائے حق کمر ہمت باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ تقاریر وتصانیف کا غیر منقطع سلسلہ قائم ہوگیا۔ بھولے بھالے مسلمانوں کے ایمان بچانے کے لئے اس وقت کے یعنی ۱۲۴۰ھ سے ۱۲۴۶ھ تک سینکڑوں علماء ومصنفین نے ابطال باطل اوراحقاق حق کے لئے اپنی بے لوث خدمات پیش کیں۔ تقریباً تیس (۳۰) سے زائد ضخیم اور مبسوط کتابیں شائع ہوئیں۔ تقویۃ الایمان کتاب کے فتنے کی آندھی کے سامنے سینہ سپر ہوکر آہنی دیوار بن کر کھڑے رہنے والے علماء میں سب سے زیادہ سرگرمی دکھانے والے علماء میں تین (۳) حضرات نے نمایاں کارنامہ انجام دیا۔ جس کی تفصیل بہت ہی اختصاراً ذیل میں ناظرین کی خدمت میں پیش ہے:۔

(۱) امام منطق وفلسفہ علامہ مفتی فضل حق خیرآبادی:۔

علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اسمٰعیل دہلوی کے باطل نظریات وفاسدعقائد کا بڑی گرم جوشی سے مقابلہ فرمایا۔ ۱۲۴۰ھ میں دہلی کی جامع مسجد میں مناظرہ کیا اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کو شکست فاش دی، علاوہ ازیں اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان کتاب کے رد میں ''امتناع النظیر'' اور ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' نام کی تحقیقی اور دلائل و براہین سے لبریز اعلیٰ معیار کی کتابیں لکھیں اور اسمٰعیل دہلوی پر کفر کا فتویٰ بھی صادر فرمایا۔

(۲) ابوالکلام آزاد کے والد حضرت مولانا خیرالدین:۔

حضرت مولانا خیرالدین صاحب ایسے متصلب سنی عالم تھے کہ وہ گستاخ رسول

کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کرتے تھے۔انہوں نے اسمٰعیل دہلوی، تقویۃ الایمان کتاب اور تمام وہابی عقائد کے لوگوں کے خلاف مہم چلائی۔تقویۃ الایمان کتاب کے رد میں دس (۱۰) مبسوط اور ضخیم جلدوں پر مشتمل کتاب ''**رجم الشیاطین**'' لکھی۔مولوی اسمٰعیل دہلوی اور تمام وہابی عقائد رکھنے والوں پر کفر کا فتویٰ دیا۔اپنی ہر تقریر اور ہر مجلس میں وہابیوں کے عقائد باطلہ کا بڑی شدت کے ساتھ رد فرمایا اور اپنے متوسلین و معتقدین کو وہابیوں کی تردید و مخالفت کی ترغیب دی بلکہ سخت تاکید فرمائی اور ''**بلاخوف لومۃ لائم**'' احقاق حق اور ابطال باطل کا اہم فریضہ انجام دیا۔حضرت مولانا خیر الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہابیوں کے معاملے میں کیسے سخت اور متشدید تھے، اس کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے آجائیگا کہ خود مولوی ابوالکلام آزاد نے اپنے والد ماجد کے لئے لکھا ہے کہ:۔

> ''وہ وہابیوں کے کفر پر وثوق کے ساتھ یقین رکھتے تھے، انہوں نے بارہا فتویٰ دیا کہ وہابیہ یا وہابی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔''
>
> **حوالہ**
>
> ''آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی''، مؤلف: مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی، ناشر: مکتبہ خلیل، لاہور (پاکستان) صفحہ: ۱۳۵

(۳) مناظر اہل سنت علامہ منور الدین دہلوی:۔

حضرت مولانا منور الدین صاحب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد رشید تھے اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کے ہم سبق تھے۔دونوں نے **حضرت شاہ**

عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے ایک ساتھ پڑھا ہے۔لیکن جب مولوی اسمٰعیل دہلوی نے رسوائے زمانہ کتاب **''تقویۃ الایمان''** لکھی اور اسلامی عقائد کی مخالفت کی تو **حضرت مولانا منورالدین صاحب دہلوی** نے اپنے استاد بھائی کے رشتے کا مطلق لحاظ نہ فرمایا اور مولوی اسمٰعیل دہلوی اور اس کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کی تردید میں سب سے زیادہ سرگرمی اور سربراہی دکھاتے ہوئے متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۴۰ھ میں دہلی کی جامع مسجد میں مولوی اسمٰعیل دہلوی سے مناظرہ کیا اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کو شکست فاش دی۔

حضرت مولانا منورالدین نے ایک عظیم کارنامہ یہ انجام دیا کہ انہوں نے اسمٰعیل دہلوی کے خلاف ملک بھر کے علماء سے فتویٰ حاصل کیا اور پھر بعد میں حرمین شریفین کے سرتاج علماء کرام سے فتویٰ حاصل کیا اور اسمٰعیل دہلوی کی تردید وتکفیر میں نمایاں کام انجام دیا۔جس کا اعتراف کرتے ہوئے جناب ابوالکلام آزاد صاحب اس طرح رقمطراز ہیں کہ:۔

''ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منورالدین نے دکھائی۔متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۴۰ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد دہلی میں کیا۔تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا، پھر حرمین سے فتویٰ منگایا۔''

حوالہ

''آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی''، مؤلف: مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی، ناشر: مکتبہ خلیل، لاہور (پاکستان) صفحہ:۴۸

مندرجہ بالا تین (۳)، عظیم شخصیتوں کے علاوہ ذیل میں درج عظیم الشان علمائے کرام ومفتیان عظام نے مولوی اسمٰعیل دہلوی پر کفر کا فتویٰ لگایا یا اس کی کتاب کا ردّ بلیغ تصنیف فرمایا۔صرف چند نام ہی پیش خدمت ہیں:۔

(۴) عالم جلیل، فاضل نبیل، حضرت مولانا **فضل رسول صاحب بدایونی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہوں نے تقویۃ الایمان کے رد میں **''سوط الرحمٰن''** اور **''سیف الجبار''** نام کی معرکۃ آراء کتابیں تصنیف فرمائیں، جن کا جواب دینے سے مولوی اسمٰعیل دہلوی عاجز اور قاصر رہا اور آج تک فرقۂ وہابیہ کے علماء ان دونوں تاریخی کتابوں کا جواب لکھنے سے ساکت اور مجبور ہیں۔

(۵) مجاہد جنگ آزادی، حضرت مولانا **مفتی صدرالدین صاحب ''آزردہ''**

(۶) حضرت مولانا رشیدالدین دہلوی۔(۷) حضرت مولانا مخصوص اللہ دہلوی۔

(۸) حضرت علامہ رحمت اللہ کیرانوی۔ (۹) حضرت مولانا شجاع الدین خاں۔

(۱۰) حضرت مولانا شاہ محمد موسیٰ۔ (۱۱) حضرت مولانا عبدالغفور اخوند پیر طریقت۔

(۱۲) حضرت مولانا میاں نصیر احمد سواتی۔

(۱۳) حضرت مولانا حافظ دراز پیشاوری شارح بخاری شریف۔

(۱۴) حضرت مولانا محمد عظیم اخوند سواتی۔(۱۵) حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی۔

(۱۶) حضرت مولانا شاہ عبدالمجید بدایونی۔(۱۷) شہید جنگ آزادی، شاعر اسلام، عاشق رسول، حضرت مولانا کفایت اللہ کافیؔ مرادآبادی۔

علاوہ ازیں ملک کے طول وعرض سے متعدد علمائے کرام نے وہابی نجدی فرقہ کے رد میں اپنی ناقابل فراموش خدمات پیش کیں۔

ایک بہت ہی اہم سوال تاریخ کی روشنی میں

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے رد میں کتابیں لکھنا اور اسمٰعیل دہلوی کو کافر کا فتویٰ دینا وغیرہ میں منہمک ایک سو (۱۰۰) سے زیادہ اکابر علمائے اہلسنت اور ہزاروں کی تعداد میں اصاغر علماءِ اہلسنت نے جو خدمات انجام دیں۔ وہ زمانہ ۱۲۴۰ھ سے ۱۲۴۶ھ کے درمیان **کا عرصہ** ہے۔ کیونکہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے رسوائے زمانہ کتاب ۱۲۴۰ھ میں لکھ کر شائع کی تھی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کی موت ۱۲۴۶ھ میں واقع ہوئی تھی۔ یعنی ۱۲۴۰ھ سے ۱۲۴۶ھ کے درمیان کا چھ (۶)، سال (**Six Years**) کا عرصہ ملت اسلامیہ کے لئے افراط وتفریط اور فتنہ وفساد کے غیر معتدل حالات کا عرصہ تھا اور ایسے سنگین اور ناگوار حالات میں اہلسنت و جماعت کے ہزاروں علمائے حق قوم مسلم کے ایمان کے تحفظ کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے اور مولوی اسمٰعیل دہلوی پر اور اس کے ہم خیال فرقۂ وہابیہ کے متبعین لوگوں پر کافر کا فتویٰ دیا تھا۔

اب ہم تاریخی شواہد کی روشنی میں ایک اہم مرحلہ پر آپہنچے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ:

☆ مولوی اسماعیل دہلوی کی پیدائش : ۱۲/ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ

☆ مولوی اسماعیل دہلوی کی موت : ۲۴/ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ

☆ امام احمد رضا محدث بریلوی کی پیدائش : ۱۰/شوال ۱۲۷۲ھ

☆ امام احمد رضا محدث بریلوی کا وصال : ۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ

مذکورہ حقیقت کی بنا پر مولوی اسماعیل دہلوی کی موت اور امام احمد رضا محدث بریلوی کی پیدائش کے درمیان ۲۶/سال کا فاصلہ ہے اور ۱۲۴۰ھ میں جب تقویۃ الایمان شائع ہوئی اور علمائے حق نے فرقۂ وہابیہ نجدیہ کے عقائد باطلہ پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا، وہ وقت امام احمد رضا محدث بریلوی کی پیدائش سے تقریباً ۳۲/سال قبل کا تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ۱۲۴۰ھ میں سب سے پہلے وہابیوں پر کفر کا فتویٰ دینے والے اس وقت کے علمائے حق کیا ''بریلوی'' تھے؟ کیا انھوں نے امام احمد رضا محدث بریلوی کے کہنے، اکسانے، مشتعل کرنے اور بہکانے کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دیا تھا؟ نہیں، ہرگز نہیں، کیوں کہ جب یہ فتویٰ دیا گیا تھا، اس وقت تک امام احمد رضا اس دنیا میں تشریف بھی نہیں لائے تھے بلکہ اس فتویٰ کے تقریباً ۳۲/سال کے بعد آپ کی ولادت ہوئی ہے۔

ایک اہم بات کی وضاحت یہاں پر کر دینا اشد ضروری ہے کہ ۱۲۴۰ھ میں علمائے اسلام نے فرقۂ وہابیہ نجدیہ پر کفر کا جو فتویٰ دیا تھا، وہ فتویٰ دینا ایسا ضروری تھا کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ ملت اسلامیہ پر امنڈ کر آنے والے نجدی فتنہ کے سیلاب کے سامنے وہ فتویٰ آہنی دیوار کی حیثیت رکھتا تھا۔ اُس وقت ماحول یہ تھا کہ مولوی اسماعیل دہلوی اور اس کے ہمنواؤں کی بے اعتدالیاں حد سے تجاوز کر گئی تھیں۔ لاکھوں کی تعداد میں مسلمانان اہل سنت کو کافر اور مشرک قرار دے کر ان کے اموال کو لوٹنا اور ان کو بے دردی اور بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتارنا، ایک معمولی بات تھی۔ بے قصور مسلمانوں پر یہ ظلم وستم اس لیے روا رکھے گئے تھے کہ انہوں نے وہابی نجدی عقائد تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا۔ ایک تاریخی دستاویز پیش خدمت ہے:

''۱۸۳۰ء میں سید احمد بریلوی اور محمد اسماعیل دہلوی نے پیشاور، مردان اور سوات کی مسلم آبادی کو بزور شمشیر محکوم بنا کر سردار پائندہ خان کو پیغام بھجوائے اور خود مل کر بیعت کی دعوت دی، جب وہ بیعت پر تیار نہ ہوا، تو سید صاحب نے اس پر کفر کا فتویٰ لگا کر چڑھائی کر دی۔''

حوالہ

''تاریخ تناولیاں''، مصنف: سید مراد علی علی گڑھی، ناشر: مکتبہ قادریہ، لاہور (پاکستان) کا تعارف، صفحہ نمبر: ۲، از: محمد عبد القیوم جلوال۔

صرف بیعت نہ کرنے کے جرم میں کتنی بڑی سزا دی جارہی ہے، سردار پائندہ خان کا جرم کیا تھا؟ صرف یہی کہ اس نے وہابی نجدی عقائد قبول کرنے اور وہابیوں کے پیشوا کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کیا۔ گویا کفر کا فتویٰ لگانا ایک معمولی بات تھی کہ دھڑاک سے لگا دیا؟ کیا اپنی ٹولی اور گروہ میں شمولیت سے انکار کرنے والے کو اس طرح کفر کے فتوے سے نوازنا مناسب ہے؟ صرف سردار پائندہ خان ہی نہیں بلکہ سرحدی علاقے میں بسنے والے بے شمار مسلمان عوام اور ان قبائل کے سردار بھی اسی طرح وہابی نجدی لشکر کے ظلم و تشدد کا نشانہ بنے تھے۔ بے گناہ اور بے قصور مسلمانوں کو اپنا شکار بنانے کے لیے وہابیوں کے مقتدا کیسی کیسی ترکیبیں اور حیلے بہانے ایجاد کرتے تھے۔ وہ ملاحظہ فرمائیں:

''یہاں پر دو معاملے درپیش ہیں، ایک تو مفسدوں اور مخالفوں کا ارتداد ثابت کرنا اور قتل و خون کے جواز کی صورت نکالنا اور ان کے اموال کو جائز قرار دینا۔''

حوالہ

''مکتوبات سید احمد شہید'' (اردو ترجمہ) مترجم: سخاوت مرزا، ناشر: نفیس اکیڈمی کراچی (پاکستان) صفحہ: ۲۴۱۔

ایک اور تاریخی شہادت پیش خدمت ہے:

''آپ کی اطاعت تمام مسلمانوں پر واجب ہوئی، جو آپ کی امامت سرے سے تسلیم نہ کرے یا تسلیم کرنے سے انکار کردے، وہ باغی مستحل الدم ہے اور اس کا قتل کفار کے قتل کی طرح خدا کی عین مرضی ہے۔ معترضین کے اعتراضات کا جواب تلوار ہے، نہ کہ تحریر و تقریر۔''

حوالہ

''سیرت سید احمد شہید''، مصنف: سید ابوالحسن علی ندوی، ناشر: ایم، ایچ سعید اینڈ کمپنی، کراچی (پاکستان) صفحہ ۴۸۵۔

مذکورہ دونوں اقتباسات کا گہری نظروں سے مطالعہ فرمائیں اور غور و فکر کریں کہ وہابی نجدی گروہ کے متقدا کیسے کیسے ہتھکنڈے ایجاد کرتے تھے۔ تلوار کی طاقت کے

بل بوتے پر وہابیت پھیلانے میں ایسے جری تھے کہ عقائد باطلہ کوتسلیم نہ کرنے والے سادہ لوح مسلمانوں پر عناداً کفر کے فتوے تھوپے اوران فتوؤں کی آڑ میں مسلمانوں کا مال لوٹنا اور انہیں قتل تک کرنا جائز قرار دیا، صرف جائز ہی نہیں قرار دیا بلکہ خدا کی عین مرضی قرار دے کر اپنی شقاوت قلبی کا ثبوت دیا۔

اسلامی تاریخ کے سیاہ اوراق کی حیثیت سے وہابی نجدی تحریک ہمیشہ بدنام رہے گی۔ کیوں کہ اس تحریک کو نام نہاد ''**جہاد**'' کہہ کر اس کے ضمن میں بے گناہ و بے قصور مسلمانوں پر ظلم وستم، تعصب وتشدد اور جبری تسلط کے وقت صرف اسلامی اخلاق وروایات اور جذبۂ اخوت ہی نہیں بلکہ انسانیت کا بھی سرعام خون کیا گیا۔ تفریق بین المسلمین، تذلیل مسلمین، تکفیر مسلمین اور قتال مسلمین کا بازار اتنا گرم تھا کہ وہابی نجدی لشکر کے نام نہاد مجاہدین کے نزدیک ایک کلمہ گو مسلمان کو مار ڈالنا اور ایک چیونٹی کو مسل دینا دونوں برابر تھا۔ لوگوں کی جان، مال حتیٰ کہ ان کے ایمان کا فیصلہ بھی وہابیوں کے ہاتھوں میں تھا۔ کون مؤمن؟ کون کافر؟ کون مرتد؟ کون مشرک؟ کون زندہ رہنے کا حقدار؟ کس کو مرنا چاہیئے؟ ان تمام امور کے فیصلے وہابی نجدی فرقے کے امام اول کے اشارے پر ہوتے تھے، اگر وہابیوں کے مقتدا کو امیر المؤمنین تسلیم کرکے اس کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے اور ان کے عقائد باطلہ ضالہ سے اتفاق کرلیا، تو اب مومن ومتقی و پرہیز گار، مجاہد وغازی کے القابات سے نوازش ہورہی ہے اور ہمیشہ سلامت وعیش میں رہو، کے نعرے بلند ہوں اور اگر کوئی عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی فراست ایمانی سے ان وہابیوں کی حقیقت سے واقف ہوکر ان کے عقائد فاسدہ سے اختلاف کرکے بیعت ہونے سے انکار کرے، تو وہ

بیچارہ ان ظالموں کے غضب و تشدد کا شکار بنا ہی سمجھو۔ کافر، مشرک، مرتد، بدعتی، کے الزامات کے نوکیلے کانٹے اس کے قلب کو چھلنی کرنے کے لیے تیار ہی تھے اور ساتھ میں اس پر کافر و مشرک کے فتاویٰ صادر کر کے، خود ساختہ وہابیوں کے امیر المؤمنین کے ایماء و اشارے پر اس کے ساتھ ہر طرح کا ظلم و ستم جائز سمجھا جاتا تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ مقتولین کی بیواؤں کو ایام عدت میں بھی ان کے ساتھ جبراً و مجبوراً نکاح کا ناٹک کھیل کر اپنی ہوس پورا کرنے کے لیے گھروں سے گھسیٹ گھسیٹ کر اٹھا لے جاتے تھے۔

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ ان تمام واقعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے، اگر ان تمام واقعات ظلم و ستم کی بالا ستیعاب تفصیلی معلومات حاصل کرنی ہو تو فقیر کی تصنیف کردہ کتاب **''بھارت کے دوست اور دشمن''** و نیز **''اسلام اور بھارت کے غدار کون؟''** کا مطالعہ کریں۔

المختصر! کفر اور شرک کے فتوے اتنے عام کر دئے گئے تھے کہ اس دور میں ایک مسلمان کو کافر قرار دینا ہر کام سے زیادہ آسان تھا، حالاں کہ کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ دینا مشکل سے مشکل کام ہے۔ متکلم، کلام، تکلم، الزام، لزوم، تاویل، صراحت، احتمال، ایہام، ظاہر معنی کلام، لغوی پہلو، محاورات، اصطلاح الفاظ، ظن خیر، وصول نیت، وغیرہ اہم اہم اور ضروری امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے، جب وجۂ کفر **''اظہر من الشّمس''** کی طرح ثابت ہو، تب کہیں کفر کا فتویٰ صادر کیا جاتا ہے۔ بلکہ حتی الامکان یہ کوشش کی جاتی ہے کہ اس کے قول کی کوئی مناسب تاویل کر کے بھی اس کو کفر سے بچایا جائے۔ لیکن یہاں تو اندھا دھند بات بات میں کفر اور شرک کے فتوے کی مشین گن ہی چلائی جا رہی تھی۔

علمائے اہل سنت نے فرقۂ وہابیہ نجدیہ پر کفر کے فتاوے صادر فرمائے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ تقویۃ الایمان میں انبیائے کرام اور بزرگان دین کی مقدس بارگاہوں میں ایسے ایسے ناپاک اور گستاخانہ جملے لکھے گئے تھے، جو اصول عقائد اور شروط ایمان کی رو سے یقیناً کفر پر مشتمل تھے۔ جن کا لکھنا، سننا، روا رکھنا خلاف ایمان تھا۔ لیکن پھر بھی علمائے اہل سنت نے ضبط اور تحمل کا دامن نہ چھوڑا، اتمام حجت کے تمام شرائط پورے کرنے کے بعد ان عبارات پر غور و فکر کیا، قرآن اور حدیث کی روشنی میں ان کو پرکھا، ضروریات دین کے اصول و قوانین کے ترازو میں تولا، علمائے متقدمین کی معتبر و مستند کتب سے ٹٹولا، تاویلات کے امکانات بھی جانچے، لیکن ہر طرف سے جب وہ ناکام و مایوس ہو گئے، تب انھوں نے مفاد دین اور دینی بھائیوں کے ایمان کے تحفظ کی نیت خیر کو ملحوظ رکھ کر تکفیر فرمائی۔

کفر کا فتویٰ دینے میں امام احمد رضاؔ کا توقف اور شان احتیاط

''جمعیۃ اہل حق جموں و کشمیر'' نام کی فرضی کمیٹی نے حال میں ایک آٹھ (۸)، ورقی کتابچہ **''بریلوی جماعت کا تعارف اور ان کے فتوے''** کے نام سے شائع کیا ہے۔ جس میں اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہلسنت **امام احمد رضاؔ محقق بریلوی** کے خلاف زہر اگلنے میں جھوٹ کے دامن کو ہی تھاما ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام احمد رضاؔ ایک تنگ نظر، جلالی طبیعت کی وجہ سے بات بات میں غصّہ کرنے والے اور کفر کا

فتویٰ دینے والے تھے (معاذ اللہ) لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ تاریخ کے اوراق ٹٹولنے سے اس حقیقت کا انکشاف ہوگا۔

ابھی اوراق سابقہ میں آپ نے تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسمٰعیل دہلوی کے تعلق سے ۱۲۴۰ھ سے لیکر ۱۲۴۶ھ تک کے حالات کا جائزہ لیا۔ ان تمام حوادثات میں اور مولوی اسمٰعیل دہلوی پر کفر کا فتویٰ دینے میں کہیں بھی اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، امام عشق و محبت، **امام احمد رضا** محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کا ذکر نہیں آیا اور یقینی بات ہے کہ ان کا ذکر آ بھی نہیں سکتا۔ کیوں کہ ابھی آپ اس دنیا میں تشریف بھی نہیں لائے تھے۔ یہ سارا ماحول آپ کی ولادت سے ربع صدی قبل کا ہے، جس سے ہم ایک نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ کفر کا فتویٰ دینے کی ابتدا کرنے کا امام احمد رضا پر جو الزام عائد کیا جا رہا ہے، وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ بلکہ آپ یہ حقیقت جان کر حیرت زدہ ہوں گے کہ جس کو بات بات میں کفر کا فتویٰ دینے والا کہہ کر بدنام کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے، اس امام احمد رضا محدث بریلوی نے امام الطائفہ مولوی اسماعیل دہلوی پر کفر کا فتویٰ دینے سے احتیاط کرتے ہوئے "**کفّ لسان**" فرمایا ہے۔

۱۲۴۰ھ میں "تقویۃ الایمان" مصنف :۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی، اس کتاب کو حکومت برطانیہ نے اپنے صرف سے لاکھوں کی تعداد میں چھاپ کر مفت تقسیم کیا اور مسلمانوں کے ہر گھر میں یہ کتاب پہونچائی۔ علاوہ ازیں حکومت برطانیہ کے مالی تعاون سے دیوبندی مکتبۂ فکر کے متعدد مدارس، کتب خانے، دار القلم اور دیگر ادارے وجود میں آئے اور پروان چڑھے۔ لہذا ہندوستان کے طول و عرض میں وہابی فرقہ پھیلا اور اس

فرقے کے اکابر علماء نے متعدد کتابیں تصنیف کر کے شائع کیں۔ مثلاً :۔

▣ ''تحذیر الناس'' ۔ مصنف :۔مولوی قاسم نانوتوی،

۱۲۹۰ھ میں لکھی گئی اور شائع ہوئی۔

▣ ''براہین قاطعہ'' ۔ مصنف :۔مولوی خلیل احمد انبیٹھوی۔

مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی ۱۳۰۴ھ میں لکھی اور شائع کی۔

▣ ''امکان کذب کا فتویٰ'' ۔ از :۔مولوی رشید احمد گنگوہی

۱۳۰۸ھ میں میرٹھ سے شائع ہوا۔

▣ ''حفظ الایمان''۔ مصنف :۔مولوی اشرف علی تھانوی،

۱۳۱۹ھ میں لکھی گئی اور شائع ہوئی۔

صرف مولوی اسمٰعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ تا ۱۲۴۶ھ) کے علاوہ باقی تمام اکابر علمائے دیوبند کا زمانہ اور امام احمد رضا محقق بریلوی کا زمانہ ایک رہا ہے۔مندرجہ بالا کتب کے تمام مصنفین امام احمد رضا محقق بریلوی کے ہمعصر تھے۔ جیسا کہ:۔

☆	امام احمد رضا محقق بریلوی	ولادت	۱۲۷۲ھ	دنیا سے پردہ	۱۳۴۰ھ
▣	مولوی قاسم نانوتوی	پیدائش	۱۲۴۹ھ	موت	۱۲۹۷ھ
▣	مولوی رشید احمد گنگوہی	پیدائش	۱۲۴۴ھ	موت	۱۳۲۳ھ
▣	مولوی اشرف علی تھانوی	پیدائش	۱۲۸۰ھ	موت	۱۳۶۲ھ
▣	مولوی خلیل احمد انبیٹھوی	پیدائش	۱۲۹۶ھ	موت	۱۳۴۷ھ

دور حاضر میں مسئلہ تکفیر کے تعلق سے امام احمد رضا محدث بریلوی کے خلاف جو تحریک چلائی جارہی ہے، وہ اتنے وسیع پیمانے پر ہے کہ حقیقت سے نا آشنا بہت سے حضرات اس کے دام فریب میں آگئے ہیں اور ناواقفیت کی وجہ سے امام احمد رضا کی مخالفت و تذلیل میں نہ جانے کیا کیا کہتے اور کرتے رہتے ہیں۔ کفر کے فتوے کی تمام ذمہ داری صرف اکیلے امام احمد رضا کے سر تھوپی جارہی ہے، بلکہ اس میں حد درجہ غلو بھی کیا جارہا ہے۔ اس سازش میں مکتبہ دیوبند اکیلا نہیں بلکہ تمام فرقۂ باطلہ اس میں شامل ہیں، حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ جب کہ ان میں آپس میں اصولی اور فروعی اختلاف وسیع پیمانے پر ہیں لیکن **"دشمن کا دشمن اپنا دوست"** اس نظریہ کے تحت انہوں نے صرف امام احمد رضا محدث بریلوی کی دشمنی میں باہم اتحاد کیا ہے، لیکن اس اتحاد کی وجہ کیا ہے؟ صرف یہی کہ تمام کے سینے کلک رضا کے نیزے کی مار سے چھلنی ہیں۔ امام احمد رضا نے تمام فرقہ باطلہ کی تردید میں نمایاں کردار ادا فرمایا ہے اور وہ کردار صرف اصولی مسائل تک ہی محدود نہیں بلکہ فروعی مسائل میں بھی جہاں جہاں باطل پرستوں نے رخنہ اندازی کی، وہاں وہاں امام احمد رضا نے ان کا تعاقب کیا اور اپنی نادر روزگار تصانیف سے ان کو قیامت تک کے لیے ساکت اور مبہوت کر دیا۔ جہاں تک فرقہ وہابیہ نجدیہ کا معاملہ ہے وہاں یہ حقیقت بھی پوشیدہ نہیں کہ ہندوستان میں جب اس فرقۂ باطلہ کا وجود نمودار ہوا، تو اس وقت کے بہت سے علمائے اہل سنت نے اس کا سد باب فرمایا۔ یہاں تک کہ کفر کے فتوے بھی صادر فرمائے لیکن اس وقت کے ان تمام علمائے اہل سنت سے اعراض کر کے صرف امام احمد رضا محدث بریلوی ہی کو کیوں نشانہ بنایا گیا ہے؟ اور اپنی تمام تر طاقت وقوت صرف امام احمد رضا کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لیے کیوں استعمال کی جارہی ہے؟

بلا شک وشبہ! ۱۲۴۰ھ کے پر فتن دور کے علمائے حق نے فرقۂ وہابیہ کی تردید اور بیخ کنی میں اہم اور نمایاں کردار ادا کیا اور فرقۂ وہابیہ کی بنیادیں ہلا دیں لیکن ان حضرات کی یہ خدمات اصولی مسائل تک محدود تھیں۔ علاوہ ازیں وہ وہابیت کا ابتدائی دور تھا اور اس وقت عقائد کے تعلق سے چند ہی گمراہ کن کتابیں رائج تھیں لیکن امام احمد رضا کے دور میں سینکڑوں اصولی مسائل میں فساد، بے شمار فروعی مسائل میں تنازعہ، بے شمار وہابی مولوی، کثرت سے ان کے مدارس، وسیع پیمانے پر تنظیمیں، اشاعتی وسائل وغیرہ ایک مسلح فوج کی حیثیت سے فرقۂ وہابیہ اپنے شباب پر تھا۔ اس پر طرّہ یہ کہ اس فرقے کو حکومت برطانیہ کی پشت پناہی حاصل تھی۔ ایسے نازک حالات میں امام احمد رضا نے تن تنہا ہر محاذ پر ان کا ایسا مقابلہ فرمایا کہ ان کی بنیادیں اکھیڑ دیں۔ ماضی کے تمام علمائے اہل سنت نے مجموعی طور پر فرقہ وہابیہ کی تردید میں جو خدمات انجام دی تھیں، اس سے کئی گنا زیادہ تردیدی خدمات امام احمد رضا نے تن تنہا انجام دیں۔ مکتب فکر وہابیہ دیوبندیہ سے جب بھی کوئی گمراہی اٹھی، چاہے اس کا تعلق اصول دین سے ہو یا پھر فروع دین سے ہو، بریلی سے اس کا دندان شکن جواب دیا گیا اور حالت یہ ہوگئی تھی کہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے قلم کی جلالت علمی سے پوری دنیائے وہابیت تھر تھر کانپتی تھی۔ امام احمد رضا کے پیش کردہ دلائل و براہین کا جواب دینے سے دنیائے وہابیت کے تمام کے تمام مصنفین عاجز و قاصر تھے۔

فرقۂ وہابیہ کے علاوہ اور بھی بہت سارے فرقے سر اٹھائے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے دانشور، ماہر فن، علماء، فضلاء، ادباء، محدث، مفکر، مفسر، مؤرخ، سائنسداں وغیرہ اس کے حامی، ناشر اور بانی تھے لیکن وہ جب امام احمد رضا کی قلم کی زد میں آئے، تو میدان علم کی

جنگ میں گاجر اور مولی کی طرح کٹ گئے۔ بڑے بڑے ماہرین فن اور دنیوی علوم جدیدہ کے اعلیٰ عہدوں پر فائز نامور لوگ امام احمد رضا کی آہنی دلیلوں کی ضربیں کھا کر چکنا چور ہو گئے۔ امام احمد رضا کی تصانیف کا جواب لکھنے کی ہمت کرنے کا تصور کرنے والے بڑے بڑے قلم کاروں کے ہاتھ کانپ رہے تھے، ان کے قلم کی نوکیں کند ہو چکی تھیں۔

لہٰذا! انہوں نے مکر و فریب کی راہ اختیار کی۔ علمی دلائل سے صرف نظر کر کے انہوں نے جھوٹ کا دامن تھاما، الزامات، افتراء، بہتان اور جھوٹی تہمتیں گھڑنی شروع کیں اور اس میں اتنے منہمک ہوئے کہ دیگر فرقۂ باطلہ کے افراد سے اتحاد کر کے امام احمد رضا کے خلاف مستقل طور پر ایک منظّم سازش کی مہم چلائی اور دن بہ دن اسے فروغ دیا۔

ہندوستان میں وہابی فتنے کا آغاز، عروج اور شباب کی ایک صدی کا جائزہ

رسوائے زمانہ کتاب ''تقویت الایمان'' کی اشاعت ۱۲۴۰ھ میں ہوئی اور ہندوستان میں وہابی فتنے کا آغاز ہوا۔ ۱۲۴۰ھ سے لیکر امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی رحلت ۱۳۴۰ھ یعنی پوری ایک صدی کا عرصہ اپنے دامن میں متعدد تاریخی حوادثات و واقعات سمیٹے ہوئے ہے۔ جس کا مختصر جائزہ لینے سے وہابی فتنے کی حقیقت تاریخ کی روشنی میں عیاں اور برائے تفہیم سہل ہو جائیگی۔

مذکورہ ایک صدی کے حصّے کو ہم دو(۲) حصّوں میں تقسیم کریں گے۔تفصیل حسب ذیل ہے:۔

▣ **پہلا حصّہ** :۔ ۱۲۴۰ھ سے ۱۲۹۰ھ تک کا پچاس (۵۰) سال کا عرصہ جو وہابی فتنے کے آغاز اور نشر واشاعت کا زمانہ تھا۔

▣ **دوسرا حصّہ** :۔ ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۴۰ھ تک کا پچاس (۵۰) سال کا عرصہ جو وہابی فتنے کے عروج اور شباب کا زمانہ تھا۔

مذکورہ تقسیم جو وہابی فتنہ کے تعلق سے لکھی گئی ہے، وہ صرف ہندوستان یعنی غیر منقسم ہندوستان میں وہابی فتنہ کے آغاز، عروج اور شباب کی ایک صدی کا جائزہ ہے۔ جس کے ضمن میں تفصیلی گفتگو ہم آئندہ صفحات میں کریں گے۔لیکن قارئین کرام کی مزید معلومات کی غرض سے پہلے ہم یہ بتائیں گے کہ ہندوستان میں وہابی فتنہ ملک حجاز سے ایک صدی کے بعد آیا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ وہابی فتنہ کی ابتدا ۱۱۴۰ھ کے عرصہ میں ہو چکی تھی۔یعنی ۱۱۴۰ھ سے ۱۲۴۰ھ تک وہابی فتنہ جزیرۂ عرب میں بزور شمشیر اور شدید ظلم و جفا کی وجہ سے پھیلا اور ایک صدی کے بعد یہ فتنہ برطانوی حکومت کے ایماء واشارہ اور مالی وسیاسی تعاون سے ہندوستان میں آیا۔مناسب یہ ہے کہ پہلے ہم ملک حجاز میں وہابی فتنہ کے آغاز کے تعلق سے تفصیلی لیکن بہت ہی اہم اور ضروری معلومات اختصاراً فراہم کریں۔

”وہابی فتنہ کا ملک حجاز میں آغاز اور اس کا بانی“

اسلام کی درخشاں تاریخ اور اسلام کے جاں نثار وسرفروش مجاہدوں نے قلیل تعداد اور بے سروساماں ہونے کے باوجود کثیر تعداد اور ہر قسم کے جنگی آلات اور آسائش سے لیث دشمن کے عظیم لشکر کو دلیری اور جواں مردی سے خاک وخون میں ملا دینے کی داستان کا انگریزوں نے بہت ہی گہرائی سے جائزہ لیا تھا اور یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ میدان جنگ میں سینہ بہ سینہ ہوکر اسلام کے جانباز مجاہدوں سے ٹکرانے کی کسی میں تاب نہیں۔ کھلے میدان کی جنگ میں ہم اسلام کو کوئی نقصان اور ضرر نہیں پہنچا سکتے بلکہ خود نیست و نابود ہو جائیں گے۔ لہٰذا اگر اسلام کو ضرر پہنچانا ہے تو مسلمانوں کو آپس میں لڑاؤ، ان میں مذہبی اختلاف پیدا کرو اور یہ کام بکاؤ اور غدّار نام نہاد مسلمانوں کے ذریعہ انجام دو۔

اسلام کے دائمی دشمن عیسائیوں کی حکومت برطانیہ کے لومڑی صفت کے عیار اور فریبی مقتداؤں نے ایک منظّم سازش کے تحت مختلف اسلامی ممالک میں اپنے جاسوسوں کو بھیجا اور ان جاسوسوں کو یہ ہدایت وتلقین کی کہ مسلمانوں میں مذہبی اختلاف پیدا کر سکنے کی صلاحیت رکھنے والے افراد قوم مسلم سے ڈھونڈھو اور انہیں کثیر مال اور عیش وعشرت کی فراہمی سے خریدو اور انہیں کام پر لگاؤ۔ برطانوی حکومت کے نمائندہ کی حیثیت سے کل دس ۱۰ جاسوس اسلامی ممالک کے مختلف علاقوں میں گئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک جاسوس کا نام ”ہمفرے“ (Mr. Humphrey) تھا۔ اس نے

ایک ایسے شخص کو ڈھونڈھ نکالا، جس نے قیامت تک باقی رہنے والا فتنہ یعنی وہابی مذہب کا فتنہ قائم کر کے قوم مسلم کو خانہ جنگی کی بلا میں مبتلا کر کے ہمیشہ کے لئے ملت اسلامیہ کا اتحاد و اتفاق درہم برہم بلکہ پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ اس رسوائے زمانہ شخص کا نام **محمد بن عبدالوھاب نجدی** تھا۔ آئندہ صفحات میں جہاں کہیں بھی محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ذکر آئے گا، وہاں ہم اسے **"شیخ نجدی"** کے نام سے مخاطب کریں گے۔

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ **"شیخ نجدی"** کے تعلق سے کئے جانے والے بیان کے ثبوت کے جو حوالے اصل عربی کتابوں سے راقم الحروف کے پاس موجود ہیں، وہ تمام حوالے عربی عبارت کے ساتھ نقل کئے جائیں۔ لہٰذا صرف کتاب کا نام، جلد نمبر، صفحہ نمبر اور مطبوعہ لکھ کر سبکدوش ہونے کے لئے قارئین سے معذرت خواہ ہوں۔

"شیخ نجدی کے مختصر حالات"

◘ پیدائش :۔

محمد بن عبدالوہاب **"شیخ نجدی"** کی ولادت ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۷۰۳ء میں ملک عرب کے علاقۂ نجد کی جنوب میں وارد **"وادئ حنیفہ"** کے ایک گاؤں **"عیینہ"** میں ہوئی تھی۔

◘ شیخ نجدی کے والد:۔

شیخ نجدی کے والد حضرت **عبدالوہاب بن سلیمان بن علی شرف** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت صالح، صحیح العقیدہ بزرگ، عالم دین اور فقیہ تھے۔ حنبلی مسلک اور

متصلب سنّی تھے۔ اپنے زمانے کے معتمد اور مشہور عالم دین تھے۔ حریملہ شہر کے قاضی کے عہدے پر بھی فائز تھے۔

شیخ نجدی کے بھائی:

شیخ نجدی کے بھائی **حضرت سلیمان بن عبدالوہاب المتوفی ۱۲۰۸ھ** نہایت ہی متصلب سنی اور صحیح العقیدہ بزرگ اور عالم دین تھے۔ اپنے والد ماجد حضرت عبدالوہاب بن سلیمان کے مسلک کے حامل تھے اور اسلاف کرام کی عقیدت کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے۔ لہٰذا وہ اہل سنت وجماعت میں صدیوں سے رائج معمولات اور مستحب کاموں کے پابند تھے۔

حضرت سلیمان بن عبدالوہاب جید عالم وفقیہ ہونے کی وجہ سے اپنے والد کے انتقال کے بعد حریملہ شہر کے قاضی کے عہدے پر فائز ہوئے۔ حضرت شیخ سلیمان بن عبدالوہاب زندگی بھر اپنے بدعقیدہ بھائی شیخ نجدی سے عقائد کی جنگ لڑتے رہے۔ انہوں نے شیخ نجدی کے عقائد باطلہ کے ردو ابطال میں ایک نہایت مفید اور مدلّل کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام **"الصواعق الالٰھیه فی الرد علی الوھابیه"** ہے۔ اس کتاب کو عوام وخواص میں انتہائی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔

حوالہ (۱) **"عنوان المجد فی تاریخ النجد"** (عربی)

مصنف: عثمان بن بشر نجدی، المتوفی ۱۲۸۸ھ مطبوعہ: ریاض، جلد ۱، صفحہ ۶

(۲) **"محمد بن عبدالوہاب"** (عربی)

مصنف: شیخ علی طنطاوی جوہری مصری، المتوفی ۱۳۳۵ھ، صفحہ: ۱۳

▣ شیخ نجدی کی تعلیم اور پھر گمراہ ہونا :

شیخ نجدی بچپن سے ہی بیحد ذہین اور صحت مند تھا۔ صرف دس ۱۰/ سال کی عمر میں ناظرہ کلام اللہ ختم کرلیا تھا۔ پھر اپنے والد حضرت شیخ عبدالوہاب سے حنبلی مذہب کی کتب فقہ کی تعلیم لینی شروع کی۔ تحصیل علم کی غرض سے متعدد مرتبہ حجاز کے سفر کئے۔ طالب علمی کے زمانہ میں اس کی ملاقات اور پہچان **شیخ محمد حیات سندھی** سے ہوئی۔ شیخ حیات متصلب قسم کا غیر مقلد (اہل حدیث) عالم تھا اور وہ حضور اقدس ﷺ سے استعانت و استغاثہ کرنے کو شرک کہتا تھا۔ شیخ حیات نے اپنے کفری عقائد کی تعلیم شروع سے ہی شیخ نجدی کو دی۔ علاوہ ازیں قیام حجاز کے دوران شیخ نجدی کا تعارف اور رابطہ جن عالموں سے ہوا، ان میں سے اکثر وہ عالم تھے، جو غالی قسم کے متعصب غیر مقلد اور ابن تیمیہ کے فاسد نظریات کے دلدادہ تھے۔ ان میں سے ایک عالم خصوصی طور پر **شیخ عبداللہ بن ابراہیم بن سیف** تھا۔ اس سے شیخ نجدی بہت ہی متاثر ہوا اور شیخ عبداللہ نے شیخ نجدی کو گمراہیت کے گہرے دلدل میں ڈال کر اسے ابن تیمیہ کی کتابوں کے مطالعہ کا عادی بنادیا۔

حوالہ (۱) **''سوانح حیات سلطان بن عبدالعزیز آل سعود''** (عربی)

مصنف :۔ سید سردار محمد حسنی (بی۔اے۔آنرز)، مطبوعہ :۔ ریاض، صفحہ ۴۰ تا صفحہ ۴۱

(۲) **''محمد بن عبدالوہاب''** (عربی)

مصنف :۔ شیخ علی طنطاوی جوہری مصری المتوفی ۱۳۵۳ھ، صفحہ ۱۵

شیخ نجدی کا اپنے والد سے اختلاف، والد کا ترک وطن:

شیخ نجدی اپنے والد کے حلقۂ درس میں حاضر ہوا کرتا تھا اور صدیوں سے ملت اسلامیہ میں رائج شعائر اہل سنت کو بدعت قرار دے کر اعتراض کیا کرتا تھا۔ شیخ نجدی کی گمراہیت بھری باتوں سے اس کے والد اس پر سخت ناراض تھے اور اس کی سرزنش کرتے تھے۔ یہاں تک کہ عوام المسلمین بھی شیخ نجدی کے مخالف ہو گئے۔ شیخ نجدی کے والد جید عالم اور فقیہ تھے، لہٰذا انھوں نے شیخ نجدی کے اعتراضات کا دلائل قاہرہ سے مسکت جواب دیا، لیکن شیخ نجدی کی ہٹ دھرمی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ اس نے اپنے والد کی ایک بات بھی قبول نہ کی بلکہ جھگڑے اور فساد پر آمادہ ہو گیا۔ شیخ عبدالوہاب نجدی علیہ الرحمۃ والرضوان سادہ لوح اور امن پسند شخص تھے۔ جھگڑے اور فساد کو ناپسند فرماتے تھے۔ انہوں نے اپنے نالائق بیٹے کو سمجھانے کی حتی الامکان کوشش کی لیکن وہ نہ مانا۔ لہٰذا شیخ عبدالوہاب نے اپنے بیٹے سے ناراض ہو کر اپنے آبائی وطن ''عیینہ'' کی سکونت کو ترک فرما کر ہجرت کر کے ''حریملہ'' نام کے شہر میں چلے گئے۔ حریملہ میں آ کر شیخ عبدالوہاب نے اپنے بیٹے کے عقائد فاسدہ کے خلاف مہم چلاتے رہے۔ عامۃ المسلمین کے دلوں میں شیخ عبدالوہاب کی علمی وجاہت وجلالت اور تقویٰ و بزرگی کی عظمت کا سکہ جما ہوا تھا۔ لہٰذا شیخ نجدی کے نئے مذہب کی تحریک کو فروغ حاصل نہ ہو سکا اور عوام کی اکثریت شیخ نجدی کے والد کی حمایت اور تائید میں رہی۔

▣ شیخ نجدی کے والد کا انتقال اور بدلتے حالات:

شیخ نجدی کو اپنے والد کی حیاتی میں اپنی تحریک وہابیت کو تیز رفتاری سے آگے بڑھانے میں کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ لیکن ۱۱۵۳ھ مطابق ۱۷۴۰ء میں شیخ نجدی کے والد کا انتقال ہوا، تو اب ساری رکاوٹیں ہٹ گئیں۔

علاوہ ازیں انگریز جاسوس ہمفرے کا ملنا، برطانوی حکومت کی پشت پناہی حاصل ہونا، ان حالات میں شیخ نجدی کا حوصلہ بڑھا اور اس نے علی الاعلان وہابی مذہب کا اعلان کردیا۔ انگریز حکومت کے توسط سے شیخ نجدی کا رابطہ **محمد بن سعود** سے ہوا۔ محمد بن سعود سیاست کا ماہر، جنگجو، اور ڈاکو قسم کا ظالم شخص تھا۔ دونوں محمد یعنی (۱) محمد بن عبدالوہاب نجدی اور (۲) محمد بن سعود نے ہاتھ ملائے اور دونوں نے متحد ہوکر ''نجد'' کے قرب و جوار میں واقع ایک شہر ''**درعیہ**'' کو سیاسی اور مذہبی تحریک کا مشترکہ دارالسلطنت (Capital) اور مرکز (Centre) بنایا اور دونوں نے اپنے بازو کے زور اور انگریزوں کے مالی تعاون کے بل بوتے پر وہابی مذہب کی پرزور نشر و اشاعت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔

حوالہ: (۱) ''**محمد بن عبدالوہاب**'' (عربی)

مصنف:۔ شیخ علی طنطاوی جوہری مصری المتوفی ۱۳۳۵ھ صفحہ:۲۱

(۲) ''**الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ**'' (عربی) مصنف:۔ سید احمد دحلان مکی المتوفی ۱۳۰۴ھ، صفحہ:۴۷

(۳) ''**عنوان المجد فی تاریخ النجد**'' (عربی)،

مصنف: عثمان بن بشر نجدی، المتوفی ۱۲۸۸ھ، مطبوعہ: ریاض (سعودی عرب) **جلد نمبر:۱، صفحہ:۸**

”شیخ نجدی کے نئے دین کا نام وہابیت شروع سے ہی مشہور ہوا۔“

آج کل ایک غلط پروپیگنڈہ یہ بھی عام کیا جارہا ہے کہ شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک کو”وہابیت“ اور شیخ نجدی کے متبعین کو”وہابی“ کے نام سے موسوم اور بدنام کرنے والے امام اہل سنت، مجدد دین ملت، شیخ الاسلام والمسلمین، امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں۔لیکن حقیقت یہ ہے شیخ نجدی نے ۱۱۴۰ھ میں جب نئے دین کی بنیاد ڈالی تب سے اس نئے دین کا نام وہابیت اور اس کے متبعین کا نام وہابی مشہور ہو گیا تھا۔

▣ ایک حوالہ پیش خدمت ہے:

”اَمَّا مُحَمَّدٌ فَھُوَ صَاحِبُ الدَّعْوَۃِ الَّتی عُرِفَتُ بِالْوَھَابِیَّۃِ“

حوالہ: ”محمد بن عبدالوہاب نجدی“ (عربی)

مصنف: شیخ علی طنطاوی جوہری مصری، صفحہ:۱۳

ترجمہ: ”محمد بن عبدالوہاب نے جس تحریک کی دعوت دی تھی، وہ وہابیت کے نام سے معروف ہے۔“

تاریخ کی شہادت:

- محمد بن عبدالوہاب نجدی یعنی شیخ نجدی کی پیدائش ۱۱۱۵ھ میں ہوئی ہے۔
- محمد بن عبدالوہاب نجدی یعنی شیخ نجدی کی موت ۱۲۰۶ھ میں ہوئی ہے۔

جب کہ:

- امام اہل سنت امام احمد رضا محقق بریلوی کی پیدائش ۱۲۷۲ھ میں ہوئی ہے۔

یعنی

- **شیخ نجدی کی موت کے چھاسٹھ (۶۶) سال کے بعد امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت باسعادت ہوئی ہے۔**

-: اور :-

- جب محمد بن عبدالوہاب نجدی نے اپنے نئے دین کی ۱۱۴۰ھ میں بنیاد ڈالی تھی، وہ عرصہ امام احمد رضا کی پیدائش سے **۱۳۲سال** پہلے کا ہے۔

تب امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان کی ولادت بھی نہ ہوئی تھی۔ آپ کا اس دنیا میں وجود ہی نہ تھا، تو آپ نے انگریزوں کی ایما اور اشارے سے شیخ نجدی کی تحریک کی مخالفت کی اور شیخ نجدی کی مخالفت میں گرم جوشی سے حصہ لیا اور شیخ نجدی کی تحریک کو **وہابیت** اور شیخ نجدی کے متبعین کو **وہابی** نام سے موسوم اور بدنام کرنے میں نمایاں کردار انجام دیا۔ یہ ایک ایسا بے بنیاد الزام اور افتراء ہے کہ جس کا نہ سر ہے، نہ ہاتھ ہے بلکہ یہ الزام تاریخ سے اپنی سراسر جہالت اور انجان ہونے کا ثبوت ہے بلکہ تاریخ کی پیشانی پر بدنما داغ لگانے کے مترادف ہے۔ جب تحریک وہابیت کی ابتدا کے

وقت امام احمد رضا کا اس دنیا میں وجود ہی نہیں تھا، تو آپ نے تحریک وہابیت کے ابتدا کے وقت کیسے مخالفت کی؟ البتہ:۔

ملت اسلامیہ کے عظیم علماء نے شیخ نجدی کی تحریک کو وہابیت کے نام سے موسوم کر کے مخالفت کی اور کتب تصنیف فرمائیں

- کفری عقائد اور ظلم و جفا پر مشتمل شیخ نجدی کی وہابی تحریک کے رد اور ابطال میں سب سے زیادہ گرم جوشی سے شیخ نجدی کے حقیقی بھائی **حضرت سلیمان بن عبدالوہاب نجدی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مخالفت کی خدمت انجام دی۔ حضرت سلیمان بن عبدالوہاب نے شیخ نجدی سے عقائد کی جنگ لڑنے کے لئے اپنی زندگی وقف فرمادی تھی۔ شیخ نجدی کے رد میں ان کی لکھی ہوئی تاریخی کتاب **"الصواعق الالٰهيه فی الرد علی الوهابيه"** آج بھی عوام وخواص میں مقبولیت کی حامل ہے۔ اس کتاب کے نام میں لفظ **"الوہابیہ"** اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ شیخ نجدی کے نئے دین کی تحریک شیخ نجدی کی زندگی ہی میں **"وہابیت"** کے نام سے موسوم اور بدنام تھی۔ شیخ سلیمان بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۲۰۸ھ میں یعنی شیخ نجدی کی موت ۱۲۰۶ھ کے دو سال بعد ہوا ہے۔
- شیخ نجدی کی باطل تحریک کے رد و ابطال میں ملت اسلامیہ کے عظیم الشان و

جلیل القدر علمائے کرام نے تصنیفی خدمات انجام دی ہیں اور کئی علماء نے اپنی کتاب کا نام ہی ایسا رکھا ہے کہ اس نام میں لفظ "**الوہابیہ**" آتا ہے۔

- علامہ شیخ ابراہیم سمنودی منصوری کی معرکۃ الآراء کتاب:۔

"سعادة الدارين فی الرد علی الفرقتين الوهابية و مقلدة الظاهرية"

- شیخ حسن شطی حنبلی دمشقی کی کتاب:۔

" النقول الشرعية فی الرد علی الوهابية"

- شیخ عطاء الکسم دمشقی کی کتاب:۔

" الاقوال المرضية فی الرد علی الوهابية "

- علامہ شیخ خزیک عراقی کی کتاب:۔

" المقالات الوفية فی الرد علی الوهابية"

- علامہ شیخ ابوحامد بن مرزوق کی کتاب:۔

"التوسل بالنبی و جهلة الوهابيين"

اس طرح کے نام والی کتابوں کی فہرست طویل ہے اور ان تمام کتب کے اسماء یہاں ارقام کرنا طول مضمون کے خوف سے ممکن نہیں۔ لہٰذا چند مشہور اور معروف کتب کے اسماء پر اکتفا کیا ہے۔

’’پورے عالم اسلام سے ملت اسلامیہ کے جید عالموں نے شیخ نجدی کی تحریک کا رد فرمایا۔‘‘

شیخ نجدی کی وہابی تحریک توہین انبیاء واولیاء، تکفیر مسلمین، خلاف قرآن و احادیث نیز ایمان تباہ کرنے والے اصولوں پر مشتمل تھی۔ لہٰذا اس تحریک کی وجہ سے پورے عالم اسلام میں ہل چل مچ گئی۔ عوام وخواص میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اور سب نے اس ایمان کش تحریک کی مخالفت کی۔ خصوصی طور پر علمائے حق نے اپنے مؤمن بھائیوں کے ایمان کے تحفظ کی پرخلوص نیت سے شیخ نجدی کی وہابی تحریک کا قرآن و حدیث کی روشنی میں تقریر وتصنیف کے ذریعہ ردِ بلیغ فرمایا، شیخ نجدی کی تکفیر فرمائی اور ملت اسلامیہ کے افراد کو شیخ نجدی کی باطل تحریک وہابیت سے دور رہنے اور بچنے کی نصیحت، تلقین اور تاکید فرمائی، اُن علمائے حق کے مبارک اسماء کی فہرست بہت ہی طویل ہے۔ یہاں پر چندان علمائے حق کے مبارک نام درج کئے جاتے ہیں۔ جنھوں نے شیخ نجدی کی تکفیر کی یا کتاب تصنیف فرمائی:

● شیخ نجدی کے استاد علامہ عبداللہ بن عبداللطیف شافعی ● علامہ شیخ محمد بن سلیمان کُردی ● علامہ عفیف الدین عبداللہ بن داؤد حنبلی ● علامہ محقق محمد بن عبدالرحمٰن بن عقالق حنبلی ● علامہ احمد بن علی القبانی، بصری، شافعی ● علامہ عبدالوہاب بن احمد برکات شافعی، احمدی، مکی ● علامہ شیخ عبداللہ بن ابراہیم

میر غنی، الساکن بالطائف ● علامہ محقق، شیخ الاسلام، بتونس اسماعیل، التمیمی، مالکی ● علامہ شیخ محمد ابراہیم علی قادری، اسکندری ● علامہ شیخ عبدالعزیز القرشی، العلجی، المالکی، الاحسائی وغیرہ

جمعیۃ اہل حق جموں وکشمیر کی کتاب "بریلوی جماعت کا تعارف" کا جواب

جمعیۃ اہل حق جموں وکشمیر صرف اتنا ہی لکھ کر ایک آٹھ ورقی کتابچہ شائع کیا گیا ہے۔ جمعیۃ اہل حق جموں وکشمیر کا نہ پتہ لکھا ہے اور نہ ہی یہ کتابچہ کس شہر سے شائع ہوا ہے، یہ بھی نہیں لکھا۔ نہ مصنف کا نام، نہ سن طباعت، نہ مطبع کا نام، کچھ بھی نہیں۔ بزدلوں اور ہجڑوں میں اتنی بھی ہمت نہیں کہ وہ نشر واشاعت کے ضروری لوازمات کی رعایت کریں۔ جھوٹے الزامات، افتراءات واختراعات پر مشتمل کذب اور دروغ گوئی کے پُلندے کی حیثیت سے فرضی نام سے گمراہ کن اور فتنہ برپا کرنے والا بے وقعت کتابچہ شائع کر کے فتنہ اور فساد پھیلانے کی فاسد غرض کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

مذکورہ کتابچہ میں عاشق رسول اکرم، امام اہل سنت، مجدد دین وملت، شیخ الاسلام والمسلمین، **امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلاف خوب زہر اگلا گیا ہے اور سراسر کذب ودروغ پر مشتمل جھوٹے الزامات وافتراعات، اختراعات و اتہامات کے ذریعے عالم اسلام کی عبقری شخصیت امام احمد رضا محقق بریلوی کو بدنام

کرنے کی ناکام سعی کی گئی ہے۔اس کتابچہ میں وہابی دیوبندی جماعت کے چند اکابر، چند سیاسی لیڈر، کچھ نیچری خیالات کے حامل اور کچھ ایسے لوگ کہ جنہوں نے کھلم کھلا کفریات بکے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب اعظم ﷺ کی بارگاہ میں گستاخیاں اور توہین کیں، ایسے لوگوں کے نام کا ذکر کر کے واویلا مچایا گیا ہے کہ دیکھو، دیکھو، مولانا احمد رضا نے ان سب کو کافر کہہ دیا، کفر کے فتوے کی مشین گن چلادی وغیرہ۔

عوام الناس جو حقیقت سے نا آشنا ہیں، اُن کو مشتعل اور بھڑکانے کے لئے سینہ کوٹ کوٹ کر نوحہ زنی کی گئی ہے کہ بریلی جماعت کے علماء نے ملت اسلامیہ کے عظیم علماء، شعراء، حامیان، ہمدردان، سیاست دان اور مصلح کو بڑی بے دردی سے کافر کہہ دیا۔ یہ تمام حضرات بے قصور تھے، صحیح العقیدہ تھے، نیک تھے، بزرگ تھے، مصلح قوم تھے، ہمدرد ملت تھے، ادیب شہیر تھے، عالم جلیل تھے۔ متقی اور پرہیزگار تھے۔لیکن مولانا احمد رضا بریلوی اور دیگر بریلوی عالموں نے ذاتی رنجش، ذاتی عداوت، بغض وعناد اور حسد کی وجہ سے، ان کی بین الاقوامی شہرت اور عزت سے جل کر ان کی شخصیت کو مجروح اور بدنام کرنے کی غرض سے کفر کا فتویٰ تھوپ دیا ہے اور بریلی مکتبۂ فکر کے علماء ومفتیان کی یہ عادت ہے کہ وہ بات بات میں کافر کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ اسلام کا دائرہ انہوں نے بہت تنگ کر دیا ہے اور تعصب وتنگ نظری سے کام لیتے ہوئے کسی کو بھی لات مار کر دائرۂ اسلام سے باہر پھینک دیتے ہیں۔ کسی کافر کو تو مسلمان بناتے نہیں اور جو مسلمان ہیں انہیں کافر بنا دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا غلط پروپیگنڈا اتنا عام کر دیا ہے کہ سادہ لوح مسلمان ان کی باتوں

کے دام فریب میں آ جاتے ہیں اور نادانشتہ طور پر علمائے اہلسنت اور بالخصوص امام اہل سنت، **مجدد دین وملت، امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان** سے بدظن ہوکر بے جا عداوت ودشمنی کا جذبہ رکھنے لگتے ہیں۔ لہٰذا قارئین کرام کو صحیح معلومات فراہم کرنے کی نیت صالح سے حقیقت کا انکشاف شواہد وبراہین کے ٹھوس ثبوت کے ساتھ پیش کرنا اشد ضروری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بے شک چند نامور اور شہرت یافتہ نام نہاد مسلم سیاسی لیڈران، نیچری ذہنیت رکھنے والے گمراہ قائد اور بارگاہِ رسالت ﷺ کے گستاخوں پر ان کے کفریات اور ارتداد کی وجہ سے احکام شریعت کے دائرہ میں رہ کر شرعی حکم اور فتاویٰ ضرور صادر کئے گئے ہیں۔ لیکن وہ تمام فتاوے شرعی ثبوت ودلائل کی روشنی میں نافذ کئے گئے ہیں۔ جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ اس تفصیل کے ارقام سے پہلے ہم اس حقیقت کا انکشاف کرنا چاہتے ہیں کہ چند وہ افراد کہ جنہوں نے سراسر قرآن و حدیث کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، ضروریات دین کا انکار، بارگاہ خداوندی کی توہین وتنقیص، حضور اقدس ﷺ کی شان اعلیٰ وارفع میں گستاخیاں، اولیاء عظام کی توہین و تذلیل، مراسم اہل سنت کے جائز اور مستحب کاموں پر حرام کے فتوے، بے گناہ اور بے قصور مسلمانوں پر شرک کے فتوؤں کی گولہ باری وغیرہ جیسے سنگین جرائم کے مرتکبین پر اگر شرعی حکم نافذ کیا گیا، تو دور حاضر کے منافقین نے سر پیٹنا اور رونا شروع کرکے واویلہ مچادیا کہ ہم کو کافر کہا، ہم پر کافر کا فتویٰ لگایا۔ لیکن یہی واویلا مچانے والے مکار اور فریبی نوحہ بازوں سے پوچھو کہ تم جن کی حمایت میں شور مچا رہے ہو، جن پر لگائے گئے فتوے

کے خلاف شدّ ومدّ سے رو رو کر اور سر پیٹ کر واویلہ مچا رہے ہو، وہ کتنے بڑے مجرم تھے؟
ان کا جرم آفتاب نیم روز کی طرح آج بھی کتابوں میں چھپا ہوا ہے اور وہ گمراہ کن کتابیں
بڑی آسانی سے مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر تو دیکھو کہ
تمہارا دامن کتنا داغ دار ہے۔ بقول شاعر۔

دامن کو لئے ہاتھ میں کہتا تھا یہ قاتل
کب تک اسے دھویا کروں لالی نہیں جاتی

”کفر کے فتوے کی مشین گن کس نے اور کس بے دردی سے چلائی“

اب ہم تاریخ کی شہادت اور معتبر و معتمد کتب کے حوالا جات سے ایک ایسی
حقیقت کا انکشاف کر رہے ہیں کہ جس سے صاف طور سے ثابت ہو جائے گا کہ اَن
گنت مسلمانوں پر کفر اور شرک کے فتاویٰ کی مشین گن فرقۂ وہابیہ کے بانی اور اس کے
متبعین نے چلائی ہے۔ بے گناہ اور بے قصور مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتاویٰ کی گولہ
باری کا جو سلسلہ وہابی فرقہ کے بانی شیخ نجدی نے شروع کیا ہے، وہ سلسلہ غیر منقطع طور
پر آج تک بغیر کسی رکاوٹ کے جاری اور ساری ہے۔ شیخ نجدی کے نقش قدم پر چل کر
ماضی اور حال کے علمائے دیوبند، علمائے غیر مقلدین اور ان کے جاہل بلکہ اجہل متبعین
ہر وقت اپنے ہاتھ میں شرک و کفر کے فتوے کی مشین گن (Ak-56) لے کر گھومتے ہیں
اور ملت اسلامیہ کے بے قصور ایمان والوں کو بڑی دلیری سے کافر اور مشرک بناتے
ہیں۔

اپنی جماعت کے چند گستاخ رسول مولویوں کی تکفیر کے خلاف صدائے احتجاج باندھ کر، **امام عشق ومحبت، امام احمد رضا محقق بریلوی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر علمائے اہل سنت کو سڑی ہوئی اور گندی گالیاں دے کر، اپنی مادری زبان کی قباحت کا مظاہرہ کرنے والے دور حاضر کے منافقین عوام المسلمین کے سامنے مکاری اور فریب کاری کا رونا روتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ہمارے اکابر علماء دیوبند کو سنی بریلوی مکتبۂ فکر کے علماء کافر کہتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے اکابر علمائے دیوبند کلمۂ توحید "**لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ**" کا اقرار کرنے کی وجہ سے "کلمہ گو" اور "اہل قبلہ" تھے اور کسی بھی کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر کہنا سخت منع ہے۔ اُن منافقین سے پوچھو کہ لاکھوں، کروڑوں، کھربوں بلکہ اَن گنت مسلمانوں کو تم ہر بات میں مشرک اور کافر کا فتویٰ دیتے پھرتے ہو، **وہ بھی تو کلمہ گو اور اہل قبلہ ہیں۔ پھر انہیں تم کیوں کافر و مشرک کہتے ہو۔**

حقیقت یہ ہے کہ وہابی، دیوبندی اور نجدی فرقہ کے متبعین اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے علاوہ روئے زمین کے تمام کلمہ گو اور اہل قبلہ مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ وہابی فرقہ کے بانی شیخ نجدی کے تعلق سے ایک حوالہ ملاحظہ ہو:

> " وَيَقُوْلُ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّدْخُلَ فِىْ دِيْنِهٖ اِشْهَدْ عَلٰى نَفْسِكَ اَنَّكَ كُنْتَ كَافِرًا وَاشْهَدْ عَلٰى وَالِدَيْكَ اَنَّهُمَا مَاتَا كَافِرَيْنَ وَاشْهَدْ عَلٰى فُلَانٍ وَّ فُلَانٍ وَّ يُسَمِّىْ لَهٗ جَمَاعَةً مِنْ اَكَابِرِ الْعُلَمَاءِ الْمَاضِيْنَ اَنَّهُمْ كَانُوْا كُفَّارًاo

فَاِنْ شَهِدَ بِذَالِکَ قَبِلَهُ وَاِلَّا اَمَرَ بِقَتْلِهِ ہ وَکَانَ یُصَرِّحُ بِتَکْفِیْرِ الْاُمَّةِ مُنْذُ سِتِّ مِائَةِ سَنَةٍ وَّ یُکَفِّرُ کل مَنْ لَا یُتْبِعُهُ وَ اِنْ کَانَ مِنْ اَتْقَی الْمُسْلِمِیْنَ وَ یُسَمِّیْهُمْ مُشْرِکِیْنَ وَ یَسْتَحِلُّ دِمَاءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ ہ وَیُثْبِتُ الْاِیْمَانَ لِمَنْ اَتْبَعَهُ وَاِنْ کَانَ مِنْ اَفْسَقِ النَّاسِ "

حوالہ:(۱) "الفجر الصادق فی الرد علی منکری التوسل والکرامات والخوارق"

مصنف: علامہ شیخ جمیل آفندی صدقی الزہاوی البغدادی المتوفی ۱۳۵۴ھ

مطبوعہ:۔ بیروت۔لبنان۔صفحہ:۱۷،صفحہ:۱۸

(۲) ایضًا

مطبوعہ:۔ مکتبۃ الحقیقیہ۔شارع دار الشفقۃ، استنبول۔ترکی۔صفحہ:۱۴

▣ مندرجہ بالا عربی عبارت کا اردو ترجمہ:

"اور جو شخص اس کے ہاتھ پر بیعت کرتا، اس سے اقرار کراتا کہ تم گواہی دو کہ تم پہلے مشرک تھے اور گواہی دو کہ تمہارے ماں باپ بھی شرک پر مرے۔ اور گواہی دو کہ فلاں فلاں اکابر علمائے دین بھی مشرک تھے۔ وہ شخص اگر اس طرح کی گواہی دیتا، تو اس کی بیعت قبول کرتا اور اگر وہ شخص ایسی گواہی دینے سے انکار کرتا، تو اس کو قتل کرا دیتا تھا۔ اور شیخ نجدی صاف طور پر کہتا تھا کہ اب سے چھ سو/۶۰۰ سال پہلے کی تمام امت کافر تھی اور جو شخص

اس کی پیروی نہ کرتا، اس کو کافر کہتا، خواہ وہ کتنا ہی پرہیزگار مسلمان کیوں نہ ہو، اسے مشرک کہہ کر اس کے قتل کو حلال اور اس کے مال کو لوٹنے کو جائز کہتا اور جو شخص اس کی پیروی کر لیتا، خواہ وہ کیسا ہی فاسق کیوں نہ، اس کو مؤمن کہتا تھا۔"

مندرجہ بالا عبارت پر کچھ بھی تبصرہ کرنے سے پہلے وہابی، دیوبندی اور نجدی جماعت کے بانی **محمد بن عبدالوہاب نجدی** یعنی شیخ نجدی کی ہی زبانی اور ان کی ہی کتاب سے ایک حوالہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہے:

"وَعَرَفْتَ اَنَّ اِقْرَارَهُمْ بِتَوْحِيْدِ الرُّبُوْبِيَّةِ لَمْ يُدْخِلْهُمْ فِى الْاِسْلَامِ وَاَنَّ قَصْدَهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَالْاَنْبِيَاءُ وَالْاَوْلِيَاءَ يُرِيْدُوْنَ شَفَاعَتَهُمْ وَالتَّقَرُّبَ اِلَى اللّٰهِ بِذَالِكَ هُوَ الَّذِىْ اَحَلَّ دِمَاءَ هُمْ وَاَمْوَالَهُمْ"

حوالہ: "کشف الشبہات" (عربی)

مصنف: شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب نجدی المتوفی ۱۲۰۶ھ، مطبوعہ: ریاض، صفحہ: ۷

▣ مندرجہ بالا عربی عبارت کا اردو ترجمہ:

"اور تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ ان لوگوں (مسلمانوں) کا اللہ کی توحید کو مان لینا انہیں اسلام میں داخل نہیں کرتا اور ان لوگوں کا

فرشتوں، نبیوں اور ولیوں سے شفاعت طلب کرنا اور ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ قرب چاہنا ہی وہ سبب ہے، جس نے ان کو قتل کرنے کو اور ان کے اموال کو لوٹنے کو جائز کر دیا ہے۔''

قارئین کرام سے التماس ہے کہ **کلمۂ طیبہ** اور **''استغفر اللہ''** کا ورد زبان سے جاری رکھتے ہوئے مندرجہ بالا دونوں عربی عبارات اور ان کا اردو ترجمہ بغور مطالعہ فرمائیں اور فرقۂ وہابیہ کے بانی شیخ نجدی کی مسلمانوں کو کافر بنانے کی دیدہ دلیری اور بے باکی ملاحظہ فرمائیں۔

مندرجہ بالا دونوں عبارت سے فرقۂ وہابیہ کے بانی شیخ نجدی کی ذہنیت، نظریہ، عقیدہ اور اصول کا پتہ چلتا ہے۔ شیخ نجدی اپنے ہم خیال اور ہم عقیدہ موافقین اور متبعین کے سوا روئے زمین کے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتا تھا۔ بلا کسی دلیل وثبوت اور بغیر کسی ارتکابِ جرم کفر وشرک کے، صرف وہابی نہ ہونے کی وجہ سے، روئے زمین کے تمام صحیح العقیدہ، کلمہ گو، اہل قبلہ، نیک وصالح اور اسلام کے پابند ایمان والے تمام مسلمانوں کو شیخ نجدی کافر سمجھتا تھا اور کہتا تھا۔ اس ضمن میں کوئی تبصرہ اور تنقید کرنے سے پہلے قارئین کرام کی خدمت میں ایک ایسی کتاب کا حوالہ پیش کیا جا رہا ہے، جس کا مصنف ایک مشہور ومعروف ادیب، مصنف، مورخ اور قلمکار ہے اور شیخ نجدی کا حامی، مدح خواں، دفاع کرنے والا اور ثنا خواں (Admirer) ہے۔ شیخ نجدی کا وہ دافع مورخ یعنی **علامہ علی طنطاوی جوہری مصری** بھی شیخ نجدی کے اپنے زمانہ سے پہلے کی تمام امت مسلمہ کو قلم

کی ایک جنبش اور جھٹکے سے کافر قرار دینے کی حرکت سے تلملا اُٹھا۔ شیخ نجدی کی یہ بات علامہ طنطاوی کو بھی ہضم نہ ہوسکی اور ''حق بات سر چڑھ کر بولتی ہے'' کے مطابق جو تبصرہ لکھا ہے، وہ ملاحظہ ہو:

''وَحِیْنَ اَذْکُرُ اَنَّ الشَّیْخَ کَادَ یُکَفِّرُ الْمُسْلِمِیْنَ جَمِیْعًا اِلَّا جَمَاعَتَهُ مَعَ اَنَّ هٰؤُلَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ لَمْ یَعْبُدُوْا (جَمِیْعًا) الْقُبُوْرَ وَلَمْ یَاتُوْا (جَمِیْعًا) الْمُکَفَّرَاتِ وَاِنَّمَا فَعَلَ ذَالِکَ عَوَامُهُمْ وَاَنَّ فِیْهِمُ الْعُلَمَاءَ وَالْمُصْلِحِیْنَ اَقُوْلُ لَیْسَ لِلشَّیْخِ عُذْرٌ''

حواله : ''محمد بن عبدالوهاب'' (عربی) مطبوعه : ریاض
مصنف: علی طنطاوی، جوہری مصری۔ صفحہ:۳۶

▣ مندرجہ بالا عربی عبارت کا اردو ترجمہ:

''اور جب میں یہ سوچتا ہوں کہ شیخ نجدی اپنے موافقین کے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتا ہے، حالانکہ ان تمام مسلمانوں نے نہ قبروں کی پوجا کی ہے اور نہ کوئی کفریہ کام کئے ہیں۔ اگر کچھ کیا بھی ہے، تو وہ عوام نے کیا ہے۔ لیکن اس بنا پر سب کو کافر کہنا جبکہ مسلمانوں میں علماء اور اصلاح کرنے والے بھی موجود ہیں۔ لہٰذا شیخ نجدی کا سب کو کافر کہنا، اس کے صحیح ہونے پر میں کوئی عذر نہیں پاتا۔''

شیخ نجدی کے دفاع اور حمایت میں قلم چلانے والے علامہ شیخ طنطاوی سے بھی شیخ نجدی کی یہ بات گوارا اور برداشت نہ ہوسکی کہ **شیخ نجدی سے پہلے تمام مسلمان کافر تھے**۔ علامہ طنطاوی نے شیخ نجدی کا یہ عذر بھی باطل ٹھہرادیا کہ شیخ نجدی یہ بہانہ بتا کر لوگوں کو کافر کہتا تھا کہ یہ لوگ قبروں کی پوجا کرتے ہیں۔ حالانکہ کوئی بھی مسلمان کسی بھی نبی یا ولی کی قبر کو اپنا معبود سمجھ کر اس کی پوجا نہیں کرتا، اور اگر کسی جاہل بلکہ اجہل نے کسی قبر کے ساتھ تعظیم میں غلو کر کے خلاف شریعت ارتکاب کیا ہے، تو ایسے اور نادر وقوع پذیر اِکاَّ دُکاَّ واقعہ کو دلیل بنا کر، پوری امت مسلمہ کو کافر کہنا اور کسی جاہل کی نازیبا حرکت کی بنا پر ملت اسلامیہ کے تمام لوگوں کو کافر کہنا، کہاں کی شریعت ہے؟ تمام امت کو کافر کہنا، اس کا مطلب یہ ہوا کہ امت مسلمہ کے تمام افراد یعنی عوام وخواص سب کافر ہیں۔ حالانکہ امت میں علماء، صلحاء، اولیاء، صوفیاء، اتقیا، مجتہد، مفسر، حفاظ، اغواث، اقطاب، محدث، محقق، مجدد، مجاہد، شہداء بلکہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، خلفائے راشدین، عشرۂ مبشرہ سب آ گئے۔ ان تمام کو شیخ نجدی بلا کسی دلیل وثبوت کے کافر کہہ کر اپنی شقاوت قلبی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

”بیعت کے وقت چھ سو سال/۶۰۰ کے مسلمانوں کو کافر کہنے کا اقرار لینا۔از شیخ نجدی“

صفحہ نمبر ۲۷ پر عربی کتاب ”**الفجر الصادق**“ کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ شیخ نجدی جس شخص سے بیعت لیتا تھا، تب اس شخص سے یہ اقرار کراتا تھا کہ ”**میں گواہی دیتا ہوں کہ اب سے چھ سو/۶۰۰ سال پہلے کے تمام مسلمان کافر تھے۔**“ شیخ نجدی کی موت ۱۲۰۶ھ میں ہوئی ہے۔ لہٰذا پوری امت کے کافر ہونے کا جو اقرار بیعت کے وقت کراتا تھا اور اس کی مدّت چھ سو/۶۰۰ سال طے کرتا تھا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ”**شیخ نجدی ۶۰۰ھ سے ۱۲۰۰ھ تک کے تمام مسلمانوں کو کافر کہتا تھا اور بیعت کرنے والے سے اس کا اقرار کراتا تھا۔**“

قارئین کرام سوچیں! دو پانچ یا چند افراد کو کافر نہیں کہا جا رہا، کسی ایک گروہ یا جماعت یا برادری کو کافر نہیں کہا جا رہا، بلکہ پوری امت کو کافر کہا جا رہا ہے اور وہ بھی دو پانچ سال تک کے عرصہ کے لئے نہیں بلکہ پورے چھ سو/۶۰۰ سال کے مسلمانوں کو کافر کہا جا رہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ ۶۰۰ھ سے ۱۲۰۰ھ تک یعنی چھ صدیاں گزر گئیں اور پوری دنیا میں کوئی مسلمان ہی نہیں تھا۔ بلکہ بقول وہابی دیوبندی نجدی جماعت کے بانی شیخ نجدی تمام امت چھ صدی تک کافر تھی۔ یعنی چھ صدی تک روئے زمین ایمان والوں سے خالی تھی (معاذ اللہ)

واحسرتا! سر دھننے کی اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ جس شخص نے کروڑوں، کھربوں بلکہ ان گنت مسلمانوں کو بے دھڑک کافر کہا، ایمان والے مسلمانوں کو قتل کرنا اور ان کے مال کو لوٹنا جائز کہا، ایسے ظالم، شقی، سنگدل، بے رحم، بے سلیقہ، بے شعور، بے غیرت، بے لحاظ، بے وحدت اور بے لگام شخص کو فرقۂ وہابیہ نجدیہ کے متبعین اپنا پیشوا، ہادی، رہبر بلکہ مجدد مانتے ہیں اور اس کی اتباع کرتے ہیں۔ شیخ نجدی نے بے شمار مسلمانوں کو کافر اور مشرک کہہ کر صرف کفر کا فتویٰ دینے کی نوبت تک ہی نہیں پہنچا بلکہ بے قصور اور بے گناہ مسلمانوں کو لوٹنا اور قتل کرنا اپنا شعار بنایا۔ ابن سعود کی حمایت اور ابن سعود کی تلوار کے بل بوتے پر اس نے مسلمانوں کے قتل عام کا جو بازار گرم کیا تھا، وہ تاریخ اتنی لرزہ خیز ہے کہ تاریخ کے اوراق سے بھی خون کے آنسو ٹپک رہے ہیں۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ ان تمام واقعات کی حقیقت قلم بند کی جائے۔ شیخ نجدی کے مظالم کی تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے راقم الحروف کی آئندہ تصنیفی کاوش **"داستانِ ظلم وستم"** کا مطالعہ فرمائیں۔

شیخ نجدی چھ سو ۶۰۰ سال تک کے تمام مسلمانوں کو کافر کہتا تھا۔ شیخ نجدی کی موت سن ہجری ۱۲۰۶ھ میں واقع ہوئی ہے۔ یعنی شیخ نجدی ۶۰۱ھ تا ۱۲۰۰ھ تک کے تمام مسلمانوں کو کافر کہتا تھا۔ اس چھ سو ۶۰۰ سال کے عرصہ میں روئے زمین پر کتنے مسلمان تھے، اس کی تعداد کا صحیح اندازہ تو مشکل ہے لیکن تخمیناً یعنی قیاس سے تعداد کا دھندھلا عکس شمار جھانکنے کے لئے ذیل میں صرف گیارہ سال کی تعداد کا خاکہ (Table) پیش کیا جارہا ہے۔ ۶۰۱ھ سے ۱۲۰۰ھ یعنی شمشی سال کے مطابق ۱۲۰۴ء (A.D.1204) سے ۱۷۸۵ء (A.D.1785) میں سے صرف گیارہ/۱۱ سال میں دنیا کی کل آبادی اور دنیا میں مسلم

آبادی کتنی تھی؟ اس کا تخمیناً خاکہ ملاحظہ فرمائیں۔

۳۰ رفیصد کے حساب سے مسلم آبادی	دنیا کی آبادی	مطابق سن عیسوی	سن ہجری	نمبر شمار
13,50,00,000	45,00,00,000	C. E. - 1204	سنہ ۶۰۱ھ	۱
12,48,00,000	41,60,00,000	C. E. - 1250	سنہ ۶۴۷ھ	۲
12,96,00,000	43,20,00,000	C. E. - 1300	سنہ ۶۹۹ھ	۳
13,29,00,000	44,30,00,000	C. E. - 1340	سنہ ۷۴۰ھ	۴
11,22,00,000	37,40,00,000	C. E. - 1400	سنہ ۸۰۲ھ	۵
13,80,00,000	46,00,00,000	C. E. - 1500	سنہ ۹۰۵ھ	۶
16,68,44,400	55,61,48,000	C. E. - 1600	سنہ ۱۰۰۸ھ	۷
15,00,00,000	50,00,00,000	C. E. - 1650	سنہ ۱۰۵۹ھ	۸
20,37,00,000	67,90,00,000	C. E. - 1700	سنہ ۱۱۱۱ھ	۹
23,10,00,000	77,00,00,000	C. E. - 1750	سنہ ۱۱۶۳ھ	۱۰
28,62,00,000	95,40,00,000	C. E. - 1800	سنہ ۱۲۱۴ھ	۱۱
i.e. :- 1,80,82,44,400 - Total of 11 Years				

نوٹ نمبر:۱

مندرجہ بالا خاکہ کے حساب سے دنیا کی مسلم آبادی کا گیارہ سال کا میزان یعنی **Total** ہے ایک ارب، اسی کروڑ، بیاسی لاکھ، چوّالیس ہزار، چارسو (**1,80,82,44,400**) ہوا۔ اس حساب سے قارئین کرام چھ سو (**600**) سال کا اندازہ لگالیں کہ چھ سو سال میں دنیا میں کتنے مسلمان تھے اور وہ تمام امام الوہابیہ شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے فتوے سے کافر تھے۔

نوٹ نمبر:۲ قارئین کرام کی معلومات میں اضافہ کی نیت صالح سے موجودہ آبادیٔ عالم اور مسلم آبادی کی تفصیل ذیل میں پیش کررہے ہیں:۔

آج بتاریخ ۱۶/اگست ۲۰۱۵ء بروز یک شنبہ، بوقت رات ۸:۳۰ بجے دنیا کی کل آبادی اور دنیا کی مسلم آبادی حسب ذیل ہے،

- **World Population : ⟶ 7,31,82,90,560**
- **Muslim Population of World : ➡ 2,03,44,84,775**
- **Muslim Population's Percentage : ➡ 27.8%**

نوٹ:۔ دنیا کی کل آبادی (world population) کی تعداد (Figher) دیکھنے کے لئے قارئین کرام (wikipedia) گوگل پر سرچ کریں۔

مندرجہ بالا خاکہ کے مطابق صرف گیارہ/۱۱ سال کی دنیا کی مسلم آبادی کا مجموعہ ہی سینکڑوں کروڑ تک پہنچتا ہے تو چھ سو ۶۰۰ سال کی دنیا کی مسلم آبادی کا مجموعہ اور میزان (Total) اربوں اور کھربوں (Millions and Billions) میں بلکہ ان گنت تعداد تک پہنچ جائے گا۔ اتنی بھاری تعداد کے صحیح العقیدہ، ایمان داراور بے قصور مسلمانوں کو وہابی نجدی فرقے کا بانی کافر کہہ رہا ہے۔

علاوہ ازیں چھ سو/۶۰۰ سال کے جن تمام مسلمانوں کو شیخ نجدی قلم کے ایک جھٹکے سے کافر قرار دے کر دائرہ اسلام سے خارج کررہا ہے، وہ تمام مسلمانوں میں عظیم المرتبت اولیاء، صلحاء، صوفیاء، اقطاب، اغواث، اتقیاء، اصفیاء، صالحین، شہدا، مجاہدین اور سالکین کے علاوہ علم وعمل کے کوہِ بلند مفسرین، محدثین، مفکرین، مجتہدین، مجددین، علماء، فقہاء، خطباء، ائمہ دین اور ناشرین ومصنفین بھی تھے۔ ان تمام کے مبارک اسماء جمع وشمار وانحصار میں لانا ناممکن ہے۔

صرف چند مشہور ومعروف اولیاء کرام کہ جن کے آستانے مرجع خلائق ہیں اور جن کی حیات طیبہ قوم وملت کے لئے مشعل راہ ہدایت ہیں۔ ایسے چند عظیم الشان اولیاء کے اسمائے گرامی ذیل میں مندرج ہیں، جو شیخ نجدی کے کفر کے فتوے کی ضد میں آتے ہیں:

نمبر	اسماء اولیاء عظام	سن وفات	مزار شریف
۱	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی	۶۳۳ھ	دہلی
۲	حضرت قاضی حمید الدین ناگوری	۶۴۳ھ	ناگور شریف
۳	حضرت علاء الدین صابر پیا کلیری	۶۹۰ھ	کلیر شریف
۴	حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء	۷۲۵ھ	دہلی
۵	حضرت عاشقِ مرشد امیر خسرو	۷۲۵ھ	دہلی
۶	حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی	۷۵۷ھ	دہلی
۷	حضرت مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی	۸۳۲ھ	کچھوچھہ شریف
۸	حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین غریب نواز چشتی	۶۲۷ھ	اجمیر شریف
۹	حضرت شاہ مینا	۸۸۴ھ	لکھنؤ
۱۰	حضرت سلطان اولیاء گجرات شاہ عالم	۸۸۰ھ	احمد آباد
۱۱	حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز	۸۲۵ھ	گلبرگہ شریف
۱۲	حضرت شاہ وجیہ الدین علوی گجراتی	۹۹۸ھ	احمد آباد
۱۳	محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ	دہلی
۱۴	حضرت شاہ مخدوم علی ماہمی	۱۰۸۵ھ	بمبئی
۱۵	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ	دہلی

▣ شیخ نجدی کے کفر کے فتویٰ سے مندرجہ ذیل مشاہیر علماء بھی نہیں بچ سکے۔

نمبر	مشاہیر علماء کے اسماء گرامی	سن وفات	ان کی لکھی ہوئی کتاب
۱	حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی	۶۷۱ھ	تفسیر قرطبی
۲	حضرت شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی	۶۷۶ھ	شرح مسلم شریف
۳	حضرت عبداللہ بن عمر بیضاوی	۶۹۱ھ	تفسیر بیضاوی
۴	حضرت نظام الدین حسن بن حسین نیشاپوری	۷۲۸ھ	تفسیر نیشاپوری
۵	حضرت عبدالعزیز بن احمد بخاری	۷۳۰ھ	تحقیق الحسامی
۶	حضرت فخر الدین عثمان بن علی زیلعی	۷۴۳ھ	تبیین الحقائق
۷	حضرت صدر الشریعہ عبیداللہ بن مسعود	۷۴۷ھ	شرح الوقایہ
۸	حضرت ابوعبداللہ محمد بن رمضان رومی	۷۶۹ھ	ینابیع فی معرفۃ الاصول
۹	حضرت ابوعبداللہ بن یوسف حنفی زیلعی	۷۶۲ھ	نصب الرایۃ
۱۰	حضرت ابوبکر بن علی بن محمد حداد یمنی	۸۰۰ھ	الجوہرۃ النیرۃ
۱۱	حضرت شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ	الھدایہ فی تخریج احادیث البدایہ

۱۲	حضرت علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی	۷۱۰ھ	تفسیر نسفی
۱۳	حضرت کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن ہمام	۸۶۱ھ	تحریرالاصول
۱۴	حضرت علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد عینی	۸۵۵ھ	عمدۃ القاری
۱۵	حضرت علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	۹۱۱ھ	تفسیر جلالین وغیرہ
۱۶	حضرت یوسف بن جنید جلبی (چلپی)	۹۰۵ھ	ذخیرۃ العقبیٰ
۱۷	حضرت امام ابراہیم بن محمد حلبی	۹۵۶ھ	ملتقی الابحر
۱۸	حضرت شمس الدین محمد خراسانی قہستانی	۹۶۲ھ	جامع الرموز
۱۹	حضرت شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰ھ	بحرالرائق
۲۰	حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳ھ	میزان الشریعۃ الکبریٰ
۲۱	حضرت شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی مکی	۹۷۳ھ	الصواعق المحرقۃ
۲۲	حضرت علاء الدین علی متقی بن حسام الدین	۹۷۵ھ	کنزالعمال
۲۳	حضرت علی بن سلطان ملاعلی قاری	۱۰۱۴ھ	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
۲۴	حضرت شیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان	۱۰۷۸ھ	مجمع الانہر

۲۵	حضرت ابو حامد بن یوسف بن محمد الفاسی	۱۰۵۲ھ	مطالع المسرات
۲۶	حضرت علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی	۱۰۶۹ھ	غنیّۃ
۲۷	حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی	۱۰۶۹ھ	نسیم الریاض
۲۸	حضرت علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی	۱۱۲۲ھ	شرح المؤطا
۲۹	حضرت علامہ اسمٰعیل بن عبد الغنی نابلسی	۱۱۴۳ھ	الحدیقۃ الندیۃ
۳۰	حضرت علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی	۱۰۸۸ھ	الدر المختار
۳۱	حضرت علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱ھ	فتاویٰ خیریہ
۳۲	حضرت علامہ احمد بن محمد حموی مکّی	۱۰۹۸ھ	غمز عیون البصائر

قارئین کرام بنظر انصاف فیصلہ کریں کہ مسلمانوں پر دھڑا دھڑ کفر کے فتوے کون تھوپ رہا ہے؟ لاکھوں، کروڑوں، اربوں، کھربوں بلکہ عدد و شمار میں بھی نہ آسکیں اتنے مسلمانوں کو کافر کون کہہ رہا ہے؟ شیخ نجدی جیسے سنگ دل، شقی اور ایمان کُش ملت اسلامیہ کے ارتکاب رذیلہ کے ہتھ کنڈوں کے خلاف وہابی نجدی جماعت کے منافقین ایک حرف بھی اپنی گندی زبان سے نہیں نکالتے بلکہ اس کے برعکس شیخ نجدی کی تعریف و توصیف کے پُل باندھنے میں مستعد و متحرک رہتے ہیں۔ مثلاً

”بقول گنگوہی شیخ نجدی اچھا آدمی تھا“

وہابی، دیوبندی اور تبلیغی جماعت کے مقتدا اور پیشوا و نیز تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کاندھلوی کے پیرومرشد اور استاد **مولوی رشید احمد گنگوہی** کہ جن کو دور حاضر کے دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگ بڑے فخر سے **”امام ربانی“** اور **”مجدد“** کے لقب سے ملقب کرتے ہیں، وہ گنگوہی صاحب کے **”فتاویٰ رشیدیہ“** کے صفحہ نمبر ۲۸۰ کے دو/۲ اقتباسات ذیل میں درج ہیں۔

اقتباس نمبر: ۱

”محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں۔ وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا۔ بدعت و شرک سے روکتا تھا مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی۔“

اقتباس نمبر: ۲

”محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدّت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔“

حوالہ: ”فتاویٰ رشیدیہ“ (کامل) مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ کا مجموعہ،

ناشر: مکتبہ رحیمیہ - دیوبند (یوپی) سن طباعت: جولائی ۲۰۰۱ء، صفحہ نمبر ۲۸۰

بے شمار بے قصور مسلمانوں کو کافر اور مشرک کا فتویٰ دے کر ان کے خون کی ہولی کھیلنے والے ظالم اور سرکش شیخ نجدی کو وہابیوں کا پیشوا و مقتدا مولوی رشید احمد گنگوہی **''اچھا آدمی''** اور **''ان کے عقائد عمدہ تھے''** کہہ کر تعریف کے پل باندھ کر خراج عقیدت وتحسین پیش کر رہا ہے۔

علمائے حق نے جن چند دیوبندی علماء کے خلاف فتویٰ دیے، وہ کیوں دیئے؟ اور فتوے دینے والے علماء کون تھے؟

''بریلوی جماعت کا تعارف اور ان کے فتوے'' کے نام سے **''جمعیۃ اہل حق جموں وکشمیر''** کے نام سے آٹھ ورقی بے وقعت کتابچہ میں سراسر دروغ گوئی کا دامن تھام کر کذب وافتراء پر مشتمل جو جھوٹ نامہ شائع کیا گیا ہے، اس کا واحد مقصد عوام الناس کو دھوکہ دے کر غلط فہمی کا شکار بنانا ہے۔ لہٰذا اس عنوان کے تحت لکھے جانے والے مضمون میں جھوٹ کا پردہ چاک اور تار تار کر کے حق وصداقت کی روشنی میں قارئین کرام کی صحیح رہنمائی کی جائے گی۔

صفحہ ۵۴ پر ہندوستان میں وہابی فتنہ کے آغاز، عروج اور شباب کی ایک صدی کا جائزہ کے تحت ⊙ ۱۲۴۰ھ سے ۱۲۹۰ھ تک کا پہلا حصہ اور ⊙ ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۴۰ھ کا پچاس سال کا دوسرا حصہ کا ذکر کیا ہے۔ وہابی فتنہ اصل میں ملک حجاز کے نجد علاقے سے شروع ہوا۔ ۱۱۴۰ھ سے ۱۲۴۰ھ وہابی فتنہ ملک حجاز اور اطراف کے ممالک میں بزور

شمشیر پھیلا۔ شیخ نجدی محمد بن عبدالوہاب کے ۱۲۰۶ھ دیہانت (موت) کے بعد اس کے قائد کی حیثیت سے محمد بن سعود نے کمانڈ سنبھال کر ظلم وستم کی تمام سرحدیں عبور کرلیں اور برطانوی حکومت سے زر کثیر حاصل کر کے پانی کی طرح خرچ کر کے ڈرا کر، دھمکا کر، مال ودولت کی لالچ دے کر، لوگوں کو وہابی بنائے۔ شیخ نجدی کے عقائد باطلہ اور فاسدہ کو قبول کرنے پر مجبور کیا اور جو صاحب ایمان وہابیت کے ایمان کش عقائد کفریہ قبول کرنے سے انکار بلکہ توقف کرتا، وہ پل بھر میں خاک وخون میں تڑپتا اور مردہ نظر آتا۔ شیخ نجدی کی تصنیف کردہ کتاب ''**التوحید**'' (عربی) کا **مولوی اسمٰعیل دہلوی** نے اردو زبان میں ترجمہ کیا اور اس کا نام ''**تقویۃ الایمان**'' رکھا۔ اس کتاب کے تعلق سے صفحہ نمبر ۶ اور صفحہ نمبر ۲۳ پر تفصیلی گفتگو ہم کر چکے ہیں۔ ۱۲۴۰ھ سے ۱۲۴۶ھ تک مولوی اسماعیل دہلوی نے جہاد کے نام سے دہشت گردی کا ننگا ناچ دکھایا۔ حکومت برطانیہ کے مالی تعاون اور نام نہاد مجاہدوں کی بازوؤں کی قوت (**Musclepower**) سے وہابی فتنہ کی آندھی خوب چلائی۔ انگریزوں کے ایماء واشارے پر بنام جہاد سنّی مسلمانوں سے جنگیں لڑیں۔ بالآخر ۲۴ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ کو بمقام ''**بالاکوٹ**'' (پنجاب) میں سرحد کے سنی مسلم پٹھانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے نام نہاد جہاد کے نام سے **کل بائیس (22)** جنگیں لڑی ہیں۔ جس میں سے سات ۷/ جنگیں سکھوں کے سامنے، چودہ ۱۴/ جنگیں مسلمانوں کے سامنے اور ایک جنگ سکھ مسلم اتحاد کے سامنے لڑی ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

سکھوں کے سامنے لڑی ہوئی جنگوں کے مقام:

(۱) سیدو (۲) اکوڑہ (۳) ڈمگلہ (۴) شنگاری

(۵) مظفر آباد (۶) حزرو (۷) اباسین

مسلمانوں کے سامنے لڑی ہوئی جنگوں کے مقام:

(۱) خیبر (۲) پنجتار (۳) ہنڈ - پہلی مرتبہ (۴) ہنڈ - دوسری مرتبہ

(۵) پیشاور (۶) چھتر بائی (۷) اوتمان زئی (۸) عنب

(۹) کوہاٹ (۱۰) مایار (۱۱) مردان (۱۲) سوات (۱۳) زیدہ (۱۴) کھلابٹ

سکھ مسلم اتحاد کے سامنے لڑی ہوئی جنگ کا مقام:

(۱) بالاکوٹ - جہاں پر اسمٰعیل دہلوی مارا گیا۔

حوالہ:

(۱) ''**حیات طیبہ**'' مصنف: مرزا حیرت دہلوی، صفحہ: ۳۳۰، ۳۰۹، ۲۹۱

(۲) ''**سید احمد شہید**'' مصنف: غلام رسول مہر صفحہ ۴۵۳، صفحہ ۶۲۶ صفحہ ۴۸۷

(۳) ''**سوانح احمدی**'' مصنف: **محمد** جعفر تھانیسری، صفحہ ۲۴۳

(۴) ''**تاریخ تناولیاں**'' مصنف: سید مراد علی علی گڑھی، صفحہ ۴۷، ۵۶

(۵) ''**مشاہدات قابل و یاغستان**'' مصنف: **محمد** علی قصوری، صفحہ ۱۱۸

(۶) ''**حقائق تحریک بالاکوٹ**'' مصنف: شاہ حسین گرزیدی، صفحہ ۹۵، ۱۲۸

(۷) ''**مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویت الایمان**''

مصنف: مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی۔ صفحہ ۹۰، صفحہ ۹۷، ۸۹)

نوٹ:

مذکورہ بالا کل ۲۲ جنگوں کی تفصیلی وضاحت اگر کسی صاحب کو درکار ہے، تو وہ راقم الحروف کی تصنیف ''**بھارت کے دوست اور دشمن**'' کا مطالعہ فرمائے۔ یہ کتاب گجراتی اور انگریزی میں دستیاب ہے۔ اس کتاب کا اردو اور ہندی ایڈیشن انشاء اللہ عنقریب منظر عام پر آجائے گا۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے متحدہ ہندوستان (اکھنڈ بھارت) میں وہابیت کا بیج بویا۔ حکومت برطانیہ نے کھاد (Furtilizer) اور پانی کے ذریعہ بیج سے پودہ اور پودہ سے وسیع درخت بنایا۔ تقویت الایمان کا پہلا اردو ایڈیشن حکومت برطانیہ کے مالی تعاون سے پانچ لاکھ (5,00,000) کاپی چھاپ کر گھر گھر پہونچایا گیا۔ وہابیوں کے دارالعلوم قائم کرنے میں تعاون کیا اور جن کا شمار اکابر علمائے وہابی میں ہوتا تھا۔ مثلاً مولوی اشرف علی تھانوی جیسے کئی مولویوں کو خریدا۔ ان کی ماہانہ تنخواہیں بھاری رقم میں طے کیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی کو ماہانہ چھ سو روپیہ (Rs. 600/-) تنخواہ دی جاتی تھی۔

(حوالہ: ''**مکالمۃ الصدرین**'' از:۔ مولوی طاہر احمد قاسمی - دیوبند، صفحہ: ۱۰)

حکومت برطانیہ کے مالی، سیاسی، سماجی، اقتصادی اور ثروتی تعاون کے طفیل فرقۂ وہابیت زور وشور سے برصغیر ہندوستان میں پھیلا۔ ہزاروں کی تعداد میں زرخرید وہابی مُلّانے ہندوستان کے کونے کونے میں پھیل گئے اور زرو بازو (Money & Muscle Power) کے بل بوتے پر وہابی تحریک پروان چڑھی۔ تبلیغی جماعت وجود میں آئی اور اس نے کلمہ اور نماز کے بہانے لوگوں کو دھوکہ وفریب دے کر وہابیت

پھیلائی۔ لاکھوں کی تعداد میں اہل ایمان ان کے دام فریب میں پھنس کر ایمان کی لازوال دولت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ حکومت برطانیہ نے وہابی تحریک کا بھرپور تعاون کیا۔ کیونکہ وہابیت کی وجہ سے ہی قوم مسلم دو الگ گروہ میں منقسم ہو رہی تھی اور ملت اسلامیہ کا اتحاد و اتفاق چکنا چور اور پاش پاش ہو رہا تھا۔ انگریزوں نے ہندوستان کی حکومت مسلمانوں سے چھینی تھے۔ ۱۲۰۶ء سلطان قطب الدین ایبک سے ۱۸۵۷ء بہادر شاہ ظفر تک کل چھ سو اکاون سال ۶۵۱ سال (651 year) مسلم حکمرانوں نے ہندوستان پر حکومت کی تھی۔ لہٰذا انگریزوں کو سب سے زیادہ خوف و ڈر مسلم قوم سے ہی تھا کہ اگر حکومت برطانیہ کے خلاف علم بغاوت کوئی بلند کریگی تو وہ صرف اور صرف قوم مسلم ہی ہوگی۔ لہٰذا مسلم قوم کو مذہب کے نام پر آپس میں لڑا کر، ان میں ایسی پھوٹ ڈال دو کہ وہ کبھی بھی متحد و ایک نہ ہو سکے۔ مسلمان مذہب کے نام پر آپس میں جنگ و جدال میں الجھیں اور لڑیں، یہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔ آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو (Devide and Rule) والی پالیسی اختیار کرو اور چین کی نیند سوتے رہو۔ وہابی مذہب کے عقائد باطلہ کی نشر و اشاعت کے لئے انگریزوں نے خزانے کھول دیئے۔ وہابی لٹریچر گھر گھر مفت پہونچایا گیا اور دن دہاڑے لوگوں کے ایمان لوٹے گئے۔

انگریزوں کے ایماء و اشارے پر وہابی دیوبندی جماعت کے پیشواؤں نے اللہ تبارک و تعالیٰ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نیز ملت اسلامیہ کے مرکز عقیدت اولیاء عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی توہین و تنقیص میں **تقویت الایمان، حفظ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، الجہد المقل، یکروزی، صراط مستقیم** وغیرہ جیسی پھوہڑ

اور رذیل قسم کی کتابیں لکھیں اور چھپوائیں۔ ان کتابوں میں ایسی ایسی توہین آمیز اور گستاخانہ عبارتیں تھیں کہ مسلمان بھڑک اٹھے۔ ان کے مذہبی جذبات اتنے شدید مجروح ہوئے کہ برداشت وتحمل سے باہر تھے۔ ہر صوبہ، ہر ضلع، ہر شہر، ہر گاؤں، ہر محلّہ، ہر مسجد بلکہ ہر گھر مذہبی اختلاف وعقائدی تنازع کا اکھاڑا بن گیا۔

بھولے بھالے اور مذہبی معلومات سے ناآشنا مسلمانوں کو قرآن وحدیث کے نام پر انگریزوں کے زرخرید وہابی مُلاّ نے گمراہ کر رہے تھے۔ مال و دولت کی طمع اور حکومت کے خوف سے بے چارے کئی بھولے بھالے مسلمان گمراہیت کی راہ پر چل بسے اور جو پختہ ایمان والے ہوشمند مومن تھے، انہوں نے علمائے اہل سنت کی رہبری میں ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس وقت کے علمائے اہلسنت نے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر اپنے دینی بھائیوں کے ایمان کے تحفظ کے لئے میدان عمل میں آئے اور وہابی مولویوں کے مکرو فریب کا پردہ چاک کر دیا۔

''ماحول کی سنگینی اور پراگندہ حالات''

حالات ایسے پراگندہ تھے کہ عوام الناس کے لیے سب سے بڑا المیہ (Tragedy) یہ تھا کہ دونوں طرف سے قرآن وحدیث کی دلیلیں پیش کی جاتی تھیں۔ وہابی مولوی آیات قرآنیہ کے من چاہے مطلب ومفہوم بیان کر کے کھلم کھلا تحریف کر کے لوگوں کو گمراہ کر رہے تھے۔ ان کی گمراہ کن دلیلوں کو علمائے اہل سنت للکارتے تھے اور

مناظرہ کا چیلنج دیتے تھے لیکن مناظرہ کرنے سے حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی اور ہماری پول کھل جائے گی، اس ڈر سے وہابی دیوبندی مُلّا نے ہمیشہ مناظرہ سے بھاگتے رہے بلکہ کسی سنی عالم کے سامنے بحث ومباحث کے لئے روبرو آنے سے بھی گریز کرتے رہے۔علمائے اہل سنت نے وہابیوں کے عقائد باطلہ کے ردوابطال میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ جاری کیا، لیکن وہابی دیوبندی مُلّا نے علمائے اہل سنت کی دلائل قاہرہ پر مشتمل نادرزمن تصانیف جلیلہ کا جواب لکھنے سے عاجز قاصر اور ساکت رہے۔

علمائے اہل سنت و جماعت جو صحیح معنوں میں ''حزب اللہ'' کے لقب کے حامل تھے۔اس اللہ والوں کی جماعت نے **اعلائے کلمۃ الحق** یعنی حق بات بلند کرنے میں کسی کی پروہ نہ کی اور بلاخوف وخطر فریضۂ حق ادا کرنے میں کسی قسم کی کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ان علماء حق میں سرفہرست **امام اہل سنت مجدد دین وملت، امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان کا مبارک اسم گرامی آتا ہے۔حالانکہ دیگر علمائے اہلسنت نے اپنی بساط اور صلاحیت کے مطابق حسب استطاعت بہترین خدمات انجام دیں اور عوام الناس کو فرقۂ باطلہ کے عقائد باطلہ کے دام فریب سے محفوظ رکھنے میں نمایاں کردار انجام دیا لیکن امام احمد رضا محقق بریلوی نے تو وہابیت کی کمر توڑ کر رکھ دی۔اصولی مسئلہ ہو، چاہے فروعی مسئلہ ہو، ایمان وعقیدہ سے تعلق رکھنے والا معاملہ ہو، چاہے مراسم اہل سنت کے جائز اور مستحب ہونے کا معاملہ ہو۔جب کبھی بھی فرقۂ وہابیہ نجدیہ باطلہ کے گمراہ کن دجالوں نے سر اٹھایا اور کفر وشرک اور ناجائز وحرام کا فتویٰ دیا۔امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے خداداد صلاحیتوں کے طفیل دندان شکن جواب دیا۔بلکہ یوں کہنے میں بھی

کوئی مبالغہ آرائی نہیں کہ **کلک رضؔا** حرکت میں آیا اور **شمشیر حق** کے جلوے اور طمطراق سے چقاچاق کی گونج نے صفیں الٹ کر رکھ دیں اور ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میدانِ جنگِ دلیل میں لشکرِ وہابیہ کا ہر گبر خاک وخون میں تڑپتا نظر آتا ہے۔

لیکن...........

امام احمد رضؔا محقق بریلوی نے فرقۂ وہابیہ کے ہر مصنف ملاّ کو دلیل کے میدان میں مات کرنے کے باوجود اتمام حجت کا بھی فریضہ انجام دیا ہے۔ کفر کا فتویٰ دینے میں کوئی جلد بازی نہیں کی بلکہ کمالِ احتیاط سے کام لیا ہے۔ ہم تاریخ کی روشنی اور گواہی میں یہ بات ثابت کریں گے کہ **امام احمد رضؔا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان نے **اتمام حجت** اور **کمال احتیاط** میں جس تحمل اور بُردباری کا جو مظاہرہ فرمایا ہے، اس کی مثال شاید و باید ہی ملے۔ آپ نے میدان دلیل کے شہسوار ہونے کے باوجود اشتعال طبع، طیش، سبک روی، ذاتی بغض و عناد، نفسانیت، سب وستم، بے احتیاطی، جلد بازی، ضرب وضرر، بہتان واتہام وغیرہ جیسے غیر موزوں جذباتی اور مشتعل مزاجی و فتنہ انگیزی سے کنارہ کشی اختیار فرما کر صبر و تحمل سے کام لیا ہے۔ دو۔ چار مہینے یا سال- دو سال نہیں بلکہ تیس/۳۰ سال (30 years) تک اتمام حجت کا فریضہ انجام دیا ہے۔ جس کا صحیح اندازہ حسب ذیل عنوان کے تحت کا مضمون پڑھنے سے آئے گا۔

''علمائے دیوبند کی کتابوں کی کفری عبارتیں''

▣ دارالعلوم دیوبند کے بانی آنجہانی مولوی قاسم نانوتوی نے ۱۲۹۰ھ میں ''تحذیر الناس'' نام کی کتاب لکھی۔ اس کتاب کے صرف دو/۱۲ اقتباسات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:۔

اقتباس نمبر : ۱

''اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو، تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔''

حوالہ: ''تحذیر الناس''۔ مصنف: مولوی قاسم نانوتوی المتوفی ۱۲۹۷ھ

(۱) مطبوعہ :۔ کتب خانہ رحیمیہ۔ دیوبند، صفحہ: ۲۵

(۲) مطبوعہ :۔ مکتبہ تھانوی۔ دیوبند، صفحہ: ۴۰

(۳) مطبوعہ :۔ دارالکتاب۔ دیوبند، صفحہ: ۴۳

(۴) مطبوعہ :۔ مکتبہ تھانوی۔ دیوبند (پرانا ایڈیشن) صفحہ: ۴۱

اقتباس نمبر : ۲

''انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں، بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔''

حوالہ: ''تحذیرالناس'' ۔مصنف:مولوی قاسم نانوتوی المتوفی ۱۲۹۷ھ

(۱) مطبوعہ :۔ کتب خانہ رحیمیہ ۔دیوبند، صفحہ:۵

(۲) مطبوعہ :۔ مکتبہ تھانوی ۔دیوبند، صفحہ:۷

(۳) مطبوعہ :۔ دارالکتاب ۔دیوبند، صفحہ:۸

(۴) مطبوعہ :۔ مکتبہ تھانوی ۔دیوبند(پرانا ایڈیشن) صفحہ:۸

مندرجہ بالا دو/۲ اقتباسات میں دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی قاسم نانوتوی نے ● ختم نبوت کا انکار اور ● عمل کے ذریعہ امتی نبی کے برابر ہوسکنے بلکہ نبی سے بڑھ جانے کا نظریہ پیش کیا ہے۔ جو قرآن مجید کے ارشاد اور ضروریات دین کے خلاف ہے اور بارگاہ رسالت ﷺ میں توہین و تنقیص کے مترادف ہے۔

▣ فرقۂ وہابیہ کے امام ربانی **مولوی رشید احمد گنگوہی** کے حکم سے دیوبندی جماعت کے مقتداء و پیشوا **مولوی خلیل احمد انبٹھوی** نے ۱۳۰۴ھ میں **''البراھین القاطعہ علیٰ ظلام انوار ساطعہ''** نام کی کتاب لکھی ۔جس کی ایک عبارت ذیل میں پیش خدمت ہے:۔

''الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم ؑ کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصّہ ہے۔شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی،

فخرِ عالم ؐ کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔''

حوالہ: ''البراھین القاطعہ'' ۔مصنف: مولوی خلیل احمد انبٹھوی المتوفی ۱۳۴۶ھ ۔بامر:۔مولوی رشید احمد گنگوہی المتوفی ۱۳۲۳ھ

(۱) مطبوعہ :۔ کتب خانہ امدادیہ۔ دیوبند، صفحہ:۵۵

(۲) مطبوعہ :۔ دار الکتاب۔ دیوبند، صفحہ:۱۲۲

(۳) مطبوعہ :۔ امداد الاسلام۔ میرٹھ (پرانا ایڈیشن) صفحہ:۵۱

مندرجہ بالا عبارت میں شیطان اور ملک الموت کے علم کو **حضور اقدس** ﷺ کے علم سے زائد بتایا ہے۔ اور یہاں تک بکواس لکھی ہے کہ شیطان اور ملک الموت کا وسیع علم ''نص'' یعنی قرآن کی آیت سے ثابت ہے لیکن **حضور اقدس** ﷺ کے علم کی وسعت کے ثبوت میں قرآن مجید کی کوئی صاف آیت نہیں بلکہ **حضور اقدس** ﷺ کے لئے ایسا علم ہونے کا عقیدہ شرک ہے۔ (معاذ اللہ) اس عبارت میں قرآن و حدیث کے خلاف فاسد نظریہ و عقیدہ پیش کر کے بارگاہ رسالت میں سخت توہین اور گھنونی گستاخی کی گئی ہے اور خوش عقیدہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو کاری ٹھیس پہونچانے کا شدید و صریح ظلم کیا گیا ہے۔

▣ وہابی اور دیوبندی جماعت کے امام ربانی **مولوی رشید احمد گنگوہی** نے ۱۳۰۸ھ میں ''**امکانِ کذبِ باری تعالیٰ**'' یعنی ''**خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے**'' کا فتوی دیا

اور میرٹھ (یو۔ پی) سے شائع کیا۔ علاوہ ازیں ''**فتاوٰی رشیدیہ**'' اور'' **براھین قاطعہ**'' میں امکان کذب کو **خلفِ وعید** سے معنون کر کے اللہ تبارک وتعالٰی کی ذات مقدسہ کے لئے ایسا فاسد عقیدہ لکھا کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ جھوٹ بولنے پر اللہ تعالٰی قادر ہے اور جھوٹ بولنا اللہ تبارک وتعالٰی کی قدرت میں شامل ہے۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کے مندرجہ بالا فاسد عقیدہ کے رد وابطال میں اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین وملت، امام اہلسنت، **امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان نے'' **سبحان السبوح عن عیب کذب المقبوح** '' نام کی کتاب **۱۳۰۸ھ** میں تصنیف فرمائی اور گنگوہی صاحب کے فاسد نظریہ وعقیدہ کا ایسا رد بلیغ فرمایا کہ گنگوہی صاحب کے **بخیئے اُدھیڑ** کر رکھ دیئے۔ اس کتاب کی اشاعت کو تقریباً ایک سو پچیس (۱۲۵) سال کا دراز عرصہ ہو چکا ہے لیکن اس تاریخی کتاب کے دلائل قاہرہ اور براہین باہرہ کا جواب اور رد لکھنے سے پوری دنیائے وہابیت و دیوبندیت کے علماء و مصنفین عاجز وقاصر اور معذور ونا چار ہیں اور انشاء اللہ تعالٰی قیامت تک ساکت ومبہوت رہیں گے۔

- وہابی، دیوبندی اور تبلیغ جماعت کے نام نہاد مجدد اور حکیم الامت **مولوی اشرف علی تھانوی** نے **۱۳۱۹ھ** میں اپنی رسوائے زمانہ کتاب'' **حفظ الایمان**'' میں علم غیب کے مسئلہ کے ضمن میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں سخت گستاخی اور گندی توہین کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا ؟ اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب امر یہ ہے اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو اس میں حضورؐ کی ہی کیا تخصیص ہے، ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے''

حوالہ:۔

''**حفظ الایمان**'' مصنف:۔ مولوی اشرف علی تھانوی، المتوفی ۱۳۶۲ھ

(۱) مطبوعہ:۔ دارالکتاب، دیوبند (یو. پی)۔ صفحہ:۱۵

(۲) مطبوعہ:۔ مسعود پبلشنگ ہاؤس، دیوبند (یو. پی)۔ صفحہ:۱۴

(۳) مطبوعہ:۔ کتب خانہ اشرفیہ، راشد کمپنی، دیوبند (یو. پی)۔ صفحہ:۸

(۴) مطبوعہ:۔ مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور (یو. پی)۔ صفحہ:۶

▣ علاوہ ازیں ● خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ ● حضور ﷺ مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ ● نماز میں حضور ﷺ کا خیال کرنا اپنے بیل گدھے بلکہ اپنی بیوی کے ساتھ مجامعت کرنے کے خیال میں ڈوبنے سے بھی برُا ہے۔ ● حضور ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا۔ ● ایسے ایسے ایمان سوز اور گمراہ کرنے والے عقائد باطلہ کی نشر و اشاعت بڑے جوش وخروش سے کی جارہی تھی۔ لوگوں کے ایمان دن دہاڑے لوٹے جارہے تھے۔

- بانیٔ وہابیت محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب **''التوحید''** اور وہابیوں کے امام اول فی الہند مولوی اسمٰعیل دہلوی کی کتاب **''تقویت الایمان''** میں مرقوم فاسد نظریات اور عقائد باطلہ رزیلہ کو عوام المسلمین میں رائج اور نافذ کرنے میں پوری دنیائے وہابیت و دیوبندیت بڑے شدّ ومدّ کے ساتھ متحرک تھی اور مدارس و مکاتب، تقاریر و تصانیف، گشت و تبلیغ، طمع و لالچ، زور و ظلم، سماجی و سیاسی اقتدار، مال و دولت کی بہتات اور دیگر کارآمد ذرائع کے بل بوتے پر تسلّط اور غلبہ حاصل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جارہا تھا۔ انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی مقدس بارگاہ میں توہین و تنقیص کرنے کا نام ہی توحید رکھ دیا گیا تھا۔ صدیوں سے رائج جائز اور مستحب مراسم اہلسنت کو ناجائز، بدعت، حرام، کفر اور شرک کہہ کر ان کا ارتکاب کرنے والے لاکھوں، کروڑوں، اربوں، کھربوں بلکہ بے شمار صحیح العقیدہ مسلمانوں پر کفر و شرک کے فتاوٰی کی مشین گن داغی جارہی تھی۔

- سب سے بڑی افسوس کی اور خطرناک بات یہ تھی کہ جس کو استنجاء کرنے کا بھی مسئلہ معلوم نہ تھا، ایسا وہابی اور تبلیغی جاہل بلکہ اجہل مبلغ قرآن مجید کی آیات اور احادیث کریمہ کے من چاہے تراجم کرکے مضحکہ خیز مفاہم اخذ کرکے بزرگان دین کی جناب میں بے باکی سے گستاخی اور توہین کرتا تھا اور انبیاء کرام و اولیاء عظام سے عقیدت و ارادت رکھنے والے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح بلکہ کاری ضرب کی ٹھیس پہونچاتا تھا۔

قارئین کرام بنظر انصاف غور کریں

یہ حقیقت مُسلّم اور آزمودہ ہے کہ عام بول چال میں بھی کسی شخص کو ایسے الفاظ سے مخاطب کرنا کہ عرف عام میں وہ لفظ توہین، ذلت، حقارت اور بے ادبی کا ہو، ایسا لفظ کسی کے لئے استعمال کرنے سے یقیناً اس کی توہین اور گستاخی ہوگی اور وہ شخص اور اس کے معتقدین ایسے توہین آمیز الفاظ سے مرکب جملے سن کر اپنی توہین اور ذلت محسوس کرے گا اور اس کے دلی جذبات کو ضرور ٹھیس پہونچے گی۔ توہین آمیز جملے کہنے والا یہ کہے کہ الفاظ چاہے بے ادبی کے ہیں لیکن میرا ارادہ بے ادبی اور توہین کرنے کا ہرگز نہ تھا۔ اس کا یہ عذر اور بہانہ ہرگز سنا نہ جائیگا اور اس کو توہین کے جرم سے بری نہ کیا جائیگا۔

مثال کے طور پر زید ایک پڑھا لکھا شخص ہے۔ اس نے بکر کو جو سماج میں ایک معزز شخص کی حیثیت رکھتا ہے، اس سے کہا کہ تمہاری آنکھیں اُلّو (Owl) جیسی ہیں۔ اس جملے میں بے شک بکر جیسے معزز شخص کی توہین ہے۔ اپنی یہ توہین سن کر بکر زید سے کہے کہ میری گستاخی کے جرم میں میری معافی مانگ ۔ جواب میں زید کہے کہ جناب! آپ کیوں اتنے بیزار ہوتے ہیں۔ میں ایک پڑھا لکھا، ذی علم، با اخلاق، با تواضع آدمی ہوں، میں آپ کی توہین کیوں کروں؟ میرا ارادہ ہرگز توہین کرنے کا نہیں ہے۔ میں نے تو صرف ایک مثال دی ہے۔ ایک تشبیہ دی ہے۔ تمہاری آنکھیں الّو جیسی ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ دیکھنے کے لئے ہے۔ جس طرح اُلّو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے آپ بھی اپنی آنکھ سے ہی دیکھتے ہیں۔ کان

سے نہیں دیکھتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کو دیکھنے کے لئے آنکھ دی ہے۔ ہر ایک اپنی آنکھ سے ہی دیکھتا ہے۔ میں نے اس معنی میں تمہاری آنکھ کو اُلّو کی آنکھ سے تمثیل دی ہے۔ توہین یا گستاخی کرنے کی نیت ہرگز نہیں بلکہ میں تمہاری توہین کرنے کا تصور بھی نہ کرسکوں۔

اپنی گستاخی کے ضمن میں زید کا یہ خلاصہ بکر کو ہرگز منظور نہ ہوگا۔ بکر نے اپنے سماج کی پنچایت (Arbitration) میں اس معاملے کی زید کے خلاف فریاد دائر کی۔ پنچایت کے عہدہ داروں نے زید کو پنچایت کچہری میں بلایا اور تفتیش کی۔ زید اپنے سابقہ بیان پر ہی چپکا رہا۔ اور یہاں بھی یہی کہا کہ میں نے یہ الفاظ توہین کی نیت سے نہیں کہے بلکہ فریادی بکر کی توہین کرنے کا میں تصور بھی نہ کرسکوں۔ مجھ پر توہین کرنے کا غلط الزام لگایا گیا ہے۔ میں کسی کی بھی توہین و تنقیص کا جرم کروں ہی نہیں۔ بکر کے اس خلاصۂ کلام سے پنچایت کے اراکین مطلق مطمئن نہ ہوں گے اور اسے سخت تنبیہ کے لہجے میں سرزنش کرتے ہوئے تاکید کریں گے کہ تم چاہے پڑھے لکھے اور گریجویٹ شخص ہو، لیکن تمہارے قول کے الفاظ اتنے رزیل اور سفلہ قسم کے ہیں کہ تم ان الفاظ کی کتنی ہی تاویل و توضیح کرو، تمہارا دفع نہیں ہوسکتا۔ ایک چھوٹا بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ ان الفاظ سے مخاطب کی توہین و تذلیل ہوئی ہے۔ تمہاری تاویل و توضیح کو قبول کر کے اگر تمہیں بے قصور ظاہر کیا جائیگا، تو اس کے مضر اثرات یہ ہوں گے کہ ہر شخص کسی کے لئے بھی من میں آئے ایسے توہین آمیز اور دل آزار جملے بولے گا اور جب اس کو ٹوکا جائیگا، تو وہ یہ کہہ دیگا کہ میرا ارادہ اور نیت توہین کا نہ تھا بلکہ میں نے ایک مثال دی ہے۔ لہذا پنچایت کا یہ فیصلہ ہے کہ بکر صاحب کی توہین اور دل آزاری کے جرم کی معافی مانگو۔ ورنہ تمہارا سماجی مقاطعہ (Social Boycott) کرنے میں آئیگا۔

اسی طرح اگر کسی شخص سے یہ کہا جائے کہ تیرے باپ کے کان اور آنکھ بندر کی آنکھ اور کان جیسے ہیں۔ اور وہ شخص غصہ سے لال ہو کر مشتعل ہو جائے اور اس کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے ایسی بے تکی تاویل کی جائے کہ میرا ارادہ تیرے باپ کی توہین کا نہ تھا بلکہ میں نے ایک تشبیہ (مثال) دی ہے کہ جس طرح بندر آنکھ سے دیکھتا اور کان سے سنتا ہے، اسی طرح تیرا باپ بھی آنکھ سے دیکھتا اور کان سے سنتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سب کو آنکھ دیکھنے کے لئے اور کان سننے کے لئے دیا ہے۔ تو کیا وہ شخص اپنے باپ کی توہین برداشت کریگا؟ اور کہنے والے نے توہین آمیز الفاظ کی جو تاویل وتوضیح پیش کی ہے، اسے قبول کرے گا؟ ہرگز نہیں۔ تو جب اپنے ماں باپ کے لئے ایسی توہین آمیز مثال برداشت نہیں ہو سکتی، تو جس ذات گرامی پر ہمارے ماں باپ قربان، ہمارا سب کچھ بلکہ ہماری جان تک قربان۔ اس **ذات اقدس** ﷺ کے لئے ایسے توہین آمیز اور گستاخانہ جملے ایک سچا مؤمن کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ علمائے دیوبند نے اپنی کتابوں میں **اللہ تبارک وتعالیٰ** اور **اللہ کے محبوب اعظم** ﷺ کے لئے جو توہین آمیز الفاظ اور گستاخانہ جملے لکھے ہیں، وہ کوئی بھی مؤمن کسی بھی حال اور کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ لہذا علمائے دیوبند کے خلاف مخالفت کا طوفان برپا ہوا۔ عوام و خواص میں غم وغصہ کی لہر پھیل گئی۔ علمائے اہلسنت نے تقاریر وتصانیف سے وہابی دیوبندی عقائد کا رد وابطال کیا۔ عوام المسلمین نے ان کا سماجی مقاطعہ، قطع تعلق، وغیرہ سے مخالفت میں گرم جوشی دکھائی۔

علمائے دیوبند نے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اپنی کتابوں کی کفری عبارتوں

سے رجوع و تائب ہونے کے بجائے اپنی کتابوں کی کفریہ عبارات کی بے تکی اور نامعقول تاویلیں کیں، تارعنکبوت جیسی کمزور و لاغر دلیلیں اور مثالیں پیش کر کے ناقابل قبول خلاصے اور توضیحات پیش کیں مگر اپنی کتابوں کی کفری اور توہین آمیز گستاخانہ عبارات سے رجوع اور توبہ کرنے میں اپنی ذلت اور رسوائی محسوس کی بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیا۔ کتاب کی کفریہ عبارت کے توہین آمیز الفاظ کو بدل کر اس کے بدلے تعظیم و توقیر کے الفاظ ڈال کر جملوں کو صحیح و درست کرنے کی ترمیم کو وبال جان سمجھا۔ خبط انانیت (Egomania) کے غرور و خمار میں اپنی کفری عبارتوں کی نامعقول تاویلات میں سینکڑوں صفحات و متعدد رسائل لکھ ڈالے مگر رجوع اور تاسف و ندامت کا ایک جملہ لکھنا گوارا نہ کیا۔ کیا علمائے دیوبند کی پھوہر قسم کی کتابیں آسمانی کتب کا درجہ رکھتی تھیں کہ ان میں ایک جملہ بھی نہ بدلا جا سکے؟ جن جملوں سے بارگاہ خداوندی اور انبیائے کرام و اولیائے عظام کی شان میں توہین و بے ادبی ہوتی ہو، مسلمانوں کی دل آزاری ہوتی ہو، مذہبی جذبات کو ٹھیس پہونچی ہو، مسلمانوں میں مذہبی اختلاف و فتنہ و فساد برپا ہوتا ہو، ملت اسلامیہ مختلف گروہ میں منقسم ہوتی ہو، ایسے فتنہ انگیز دو چار جملوں کی کیا اتنی اہمیت تھی کہ ان جملوں کو واپس نہ لیا جائے؟ کیا علمائے دیوبند کی رسوائے زمانہ کتابوں کی اہمیت معاذ اللہ قرآن مجید جیسی تھی کہ ان میں ایک لفظ کی بھی ترمیم و تبدیل جائز نہ تھی؟

نہیں۔ بلکہ علمائے دیوبند نے اپنی کتابوں سے توہین آمیز جملوں سے رجوع کرنے کو اپنی انانیت (Ego)، خودی، پندار اور خود پسندی کا معاملہ بنالیا۔ عالم اسلام کے علماء نے انہیں سمجھایا، گزارشیں کیں، مذہب کی روشنی میں ہدایات کیں۔ قرآن و

احادیث کے دلائل قاہرہ سے ثابت کر دیا کہ تمہاری کتابوں کی متنازعہ عبارتیں واقعی توہین آمیز اور گستاخانہ ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضور اقدس ﷺ کی شان میں یہ جملے غیر موزوں، غیر مناسب، غیر صائب، غیر شرعی اور ناروا ہیں۔ ان جملوں سے رجوع کرو۔ لیکن علمائے دیوبند کے **کانوں پر جوں نہ رینگیں**۔ اپنی کتابوں کی کفری عبارتوں کو مناسب، موزوں اور درست ثابت کرنے کے لئے مزید کفریات لکھ ڈالے۔ ملت اسلامیہ کے امن وامان کو لگی ہوئی آگ کو بجھانے کے لئے پانی کے بجائے پیٹرول (Petrol) چھڑکنے کی بے وقوفی کی اور آگ کے شعلوں کو خطرناک روپ سے مشتعل کیا۔

ایک عوامی سطح کا آدمی بھی جو بات آسانی سے سمجھ سکے، ایسی آسان بات کو بڑی بڑی ڈگریاں، القاب اور مراتب رکھنے والے علمائے دیوبند نہ سمجھ سکے کہ جب معاشرہ اور سماج میں جن الفاظ سے مخاطَب کی توہین وتذلیل (Insult) ہوتی ہو، ایسے الفاظ یا جملے کبھی بھی نہیں بولنا چاہیئے۔ پھر چاہے وہ الفاظ اور جملے حقیقت پر مبنی ہوں۔ مثال کے طور پر کوئی شخص اپنی **''ماں''** کو ماں کے بجائے **''میرے باپ کی بیوی''** کہے، تو کیا اس نے اپنی ماں کی شان میں توہین کی یا نہیں؟ بیشک اس کی ماں، اس کے باپ کی بیوی ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ **وہ اس کے باپ کی بیوی بننے کے سبب ہی اس کی ماں بنی ہے،** لیکن پھر بھی ماں کو باپ کی بیوی ہونے کے باوجود **''ماں''** و **''امّی جان''** و **''والدہ محترمہ''** اور **''والدہ ماجدہ''** جیسے معظم، ومکرّم ومحترم آداب والقاب سے ہی مخاطَب کیا جائیگا۔

تو جب معاشری بول چال میں تہذیب، ادب، شائستگی، خوش اخلاقی، تمیز، حفظ مراتب، احترام شخصیت وغیرہ کی اہمیت، وقعت، منزلت بلکہ ضرورت محسوس کی جاتی ہے

اور ہر شخص اپنے معاشرہ کے افراد کا حسب مراتب ادب و حرمت کا لحاظ کرتے ہوئے سنجد گی، متانت اور بُرد باری سے گفتگو کرتا ہے اور مخاطب کرتا ہے۔ معاشرہ میں رائج دستور تہذیب (Manner) کی خلاف ورزی کرنے والا شخص اپنے غیر اخلاقی ارتکابات کی وجہ سے پوری سوسائٹی میں بدنام اور رسوا ہوتا ہے۔ اس کی فحش کلامی، تُند مزاجی، دُرُشت خوئی اور بداخلاقی کی وجہ سے لوگ ایسے شخص سے اُکتا جاتے ہیں اور اس کے وجود سے بھی نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اگر چہ اس کی بدتمیزی، بدخصالی، بدذاتی، بدزبانی، بدسلوکی، بدگوئی اور بدنہادی کے طور و اطوار سے خوف محسوس کر کے بظاہر اس کا سماجی مقاطعہ (Social Boycott) چاہے نہ کریں لیکن قلبی مقاطعہ (Heartly Boycott) اور تنفّر اور بیزاری کا وہ مورد ِملامت بن جاتا ہے۔

لیکن وہ بے ادب ہٹ دھرمی، انانیت، تکبر، غرور، خودستائی، اپنی علمی وجاہت، دنیوی شہرت، زعمی لیاقت اور ظنی دبدبہ کے نشہ میں مخمور ہو کر ایسا غبی اور ٹُھس دماغ ہو جاتا ہے کہ اس کی **عقل پر پردے پڑ جاتے ہیں**۔ اور اسے سچ و جھوٹ کی پرکھ اور حق و باطل کی شناخت کا احساس تک نہیں ہوتا۔ یا اسے اس کا تکبر و غرور قبول حق کرنے سے رکاوٹ پیدا کرنے سے **روڑے اٹکاتا ہے**۔ میرا کیا ہوا یا لکھا ہوا پتھر کی لکیر کی طرح مستحکم، اٹل اور مستند ہے، ایسے کیف و خمار میں وہ ایسا حقیقت ناآشنا ہو جاتا ہے کہ اس کی آنکھوں پر تکبّر، غرور، گھمنڈ اور انانیت کی سیاہ پٹی بندھ جاتی ہے اور سورج سے بھی زیادہ روشن حقیقت اور صداقت بھی نہیں دیکھ سکتا اور گمراہیت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں **بھٹکتا ہے** اور در در کی ٹھوکریں کھا کر ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

”امام احمد رضا کی شانِ تحمّل، احتیاط، اتمام حُجّت اور پھر نفاذِ شرعی حکم“

امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی عبقری شخصیت کو مجروح کرنے کی فاسد غرض سے مخالفین نے غلط الزامات، اختراعات اور اتہامات کا رویہ اپنانے کے ساتھ ساتھ ایک غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا (Propaganda) یہ بھی چلایا ہے کہ :-

- امام احمد رضا قوم پٹھان کے فرد تھے اور مزاج میں غصّہ کی بھڑک اور اشتعال طبع کی وجہ سے انہیں بہت جلد غصّہ آجاتا تھا، برداشت کرنے کا مادّہ بہت کم تھا، لہٰذا بات بات میں کفر کا فتویٰ دے دیتے تھے۔ علماء دیوبند کے معاملے میں بھی انہوں نے اپنی عادت سے مجبور ہو کر جلد بازی سے کام لیا۔ علمائے دیوبند کو نہ سمجھایا، نہ انہیں خلاصہ کرنے کا کوئی موقعہ دیا، نہ ان کی کوئی بات سنی، بلکہ صبر و تحمل کو رخصت کر کے فوراً کفر کا فتویٰ دے دیا۔

- علمائے دیوبند کی جن کتابوں کی وجہ انہیں کافر کہا گیا ہے، وہ کتابیں اردو زبان میں ہیں۔ مولانا احمد رضا نے یہ چال بازی اور فریب کاری کی کہ ان اردو کتابوں کی عبارتوں کا عربی زبان میں ترمیم و اضافہ کے ساتھ غلط اور من چاہا

عربی ترجمہ کر کے مکۂ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے عالموں سے ان غلط عربی ترجموں کی بنیاد پر کفر کا فتویٰ حاصل کر کے ''فتاویٰ حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین'' کے نام سے شائع کر دیا۔ مکہ اور مدینہ کے علماء اردو نہیں جانتے تھے لہٰذا انہیں بھی دھوکہ دیا گیا۔ علمائے دیوبند کی اردو کتابوں کی عبارات کا عربی ترجمہ کرنے میں کاٹ چھانٹ، قطع برید اور خیانت کر کے دھوکہ اور فریب دے کر علمائے حرمین سے فتویٰ حاصل کر لیا۔

مندرجہ بالا دونوں الزامات سراسر جھوٹ، کذب، چھل، دھوکہ، فریب، مکاری اور بے بنیاد ہیں۔ جس کا ہم تاریخ کی روشنی اور دلائل قاہرہ کی درخشانی میں ایسا دندان شکن اور مُسکت جواب دیتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ پوری دنیائے وہابیت و دیوبندیت اس کا جواب ورد لکھنے سے قیامت تک عاجز و قاصر اور مجبور و ناچار رہے گی۔

حالانکہ یہ الزامات آج کل کے جدید تراشیدہ نہیں بلکہ بہت پرانے ہیں۔ تقریباً ایک صدی سے ان بے بنیاد الزامات کی بانسری کے بے ڈھنگے سُر آلاپے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان الزامات کے ماضی میں علمائے اہلسنت نے ایسے منہ توڑ جواب دیئے ہیں کہ منہ کے ساتھ ان کی بانسری (flute) بھی توڑ کر رکھ دی ہے۔ مگر یہ بے حیا اور بے شرم اتہام پرور اُسی ٹوٹی ہوئی بانسری کے بے سلیقہ اور نفرت آور بے تکے بھدّے راگ مسلسل آلاپتے ہی رہتے ہیں اور منہ کی کھاتے رہتے ہیں۔

''امام احمد رضاؔ نے تیس/۳۰ سال تک اتمام حجت فرمائی۔''

۱۲۹۰ھ میں مولوی قاسم نانوتوی نے ''تحذیر الناس'' نام کی کتاب لکھی۔ ۱۳۱۹ھ میں مولوی اشرف علی تھانوی نے ''حفظ الایمان'' نام کی کتاب لکھی۔ ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۱۹ھ یعنی تیس/۳۰ سال کے عرصہ میں علمائے دیوبند کی طرف سے متعدد کتب، رسائل، فتاویٰ، تقاریر وغیرہ کے ذریعے بارگاہِ رسالت ﷺ کی توہین و گستاخی کے عقائد باطلہ کی نشر و اشاعت بڑے شدّ ومدّ سے ہوتی رہی اور بھولے بھالے مسلمانوں کی متاع ایمان کی ڈاکا زنی بے روک ٹوک ہوتی رہی۔

امام احمد رضاؔ محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے علمائے دیوبند کے عقائد باطلہ شنیعہ کے رد و ابطال میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا اور عوام المسلمین کے ایمان و عقائد کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔

یہاں تک کہ:

علمائے دیوبند کی توہین رسالت پر مشتمل کتابوں کا مسلسل تیس/۳۰ (30 years) تک رد فرمایا بلکہ علمائے دیوبند کی جن کتابوں کا رد لکھا، وہ کتابیں خود علمائے دیوبند کو بھی بھیجیں۔ خطوط لکھے اور انہیں ان کی غلطیاں بتائیں۔ صحیح اور سچّے مشورے دیئے۔ قرآن اور احادیث کی مضبوط دلیلوں سے ثابت کر کے علمائے دیوبند کو متنبّہ کیا کہ تمہاری کتابوں کی عبارتیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں نازیبا

ہیں۔توہین آمیز اور گستاخانہ ہیں۔تمہاری بولی ایمان کی بولی نہیں بلکہ کفری بولی ہے۔
لہٰذا روبرو میں آمنے سامنے بیٹھ کرتمہاری کتابوں کی متنازعہ عبارت پر گفتگو، بحث، تبادلۂ
خیالات کر کے باہمی اتفاق سے کوئی فیصلہ کرلیا جائے، یا پھر ترکش کے آخری تیر کی
حیثیت سے مناظرہ کرلیا جائے۔

لیکن......

بُرا ہوا نانیت، تکبر، غرور اور ہٹ دھرمی کا کہ مسلسل تیس ۳۰ سال کے طویل
عرصہ تک امام احمد رضؔا کے ذریعہ **''اتمام حجت''** کی حیثیت سے پیش کی گئیں تجاویز پر
علمائے دیو بند نے کوئی التفات نہ کیا۔اپنی کتابوں کی متنازعہ عبارات پر نظر ثانی اور تصفیہ
کرنے کے بجائے صلح وامن کی قرارداد کو ہمیشہ ٹھکرایا۔مذہبی اختلاف اور تنازعہ کے دفع
اور دائمی حل نکالنے کی ترغیب سے بے رخی برتی بلکہ اختلاف کے انگاروں کو بھڑکتے شعلے
بنانے کا مذموم ارتکاب کرتے ہوئے ایسی گپیں ماریں کہ مولانا احمد رضؔا کی کتابوں کا ●
جواب لکھا جارہا ہے ● منہ توڑ رد لکھا جارہا ہے ● جواب لکھا جاچکا ہے ● جواب چھپ
رہا ہے ● منظر عام پر آرہا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔

علمائے دیوبند مجموعی حیثیت سے بھی اکیلے **امام احمد رضؔا محقق بریلوی** کے مقابل
میدانِ دلیل میں ٹھہر سکنے کی علمی صلاحیت، استعداد، لیاقت، قابلیت، وصف، حوصلہ،
جوہر اور ظرف نہیں رکھتے تھے۔لہٰذا انہوں نے ہمیشہ راہ فرار اور منہ چھپائی کی پہلوتہی
اختیار کی۔

قارئین کرام کو یہ معلوم کرکے حیرت ہوگی کہ ۱۳۰۷ھ میں مولوی رشید احمد

گنگوہی نے ''**امکان کذب باری تعالیٰ**'' یعنی ''**اللہ تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے**'' کا فتویٰ دیا۔ گنگوہی صاحب کے اس فتوے کے رد و ابطال میں امام احمد رضا محقق بریلوی نے ۱۳۰۸ھ میں تاریخی کتاب ''**سُبحٰنَ السُّبُوح عَنْ کَذْبِ الْمَقْبُوْح**'' تصنیف فرمائی۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کتاب کا ایک نسخہ مولوی رشید احمد گنگوہی کو رجسٹر (Register A.D.) پوسٹ سے بھیجا۔ کتاب کی وصولی کی رسید بھی گنگوہی صاحب کے دستخط سے آ گئی۔ امام احمد رضا محقق بریلوی نے اپنی اس تاریخی کتاب میں گنگوہی صاحب کی شدید گرفت فرمائی اور دلائل قاہرہ سے گنگوہی صاحب کو ان کی غلطی کا احساس کرایا لیکن وائے ہٹ دھرمی کہ گنگوہی صاحب نے قبول حق اور اعتراف تقصیر کی سعادت حاصل کرنے کے بجائے ''**الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے**'' والی مثل پر عمل کرتے ہوئے تین سال مسلسل شیخی مارتے رہے کہ امام احمد رضا کی کتاب کا جواب لکھا جا رہا ہے بلکہ لکھا جا چکا ہے، وہ عنقریب شائع کیا جائے گا بلکہ برائے طباعت مطبع (پریس) کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ جو زیور طبع سے آراستہ ہو کر بہت جلد منظر عام پر آ جائے گا۔ لیکن پندرہ (۱۵) سال کا طویل عرصہ گزر جانے تک یعنی ۱۳۲۳ھ تک یعنی حرمین **شریفین** سے کفر کا فتویٰ صادر ہونے تک بھی گنگوہی صاحب کو جواب لکھنے کی توفیق و جرأت نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ آغوش لحد میں جا پہونچے۔

گنگوہی صاحب تا وقت مرگ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب کا جواب دینے سے عاجز و قاصر رہے۔ جواب کی سعادت حاصل کرنے کے بجائے اپنے اسی کفری فتویٰ کو چپک رہے۔ اس کفری فتویٰ میں مندرج کفری عقیدہ کی نشر و اشاعت میں گرم جوشی دکھائی اور بمبئی (مہاراشٹر) سے بشکل اشتہار شائع کر کے پھیلایا۔ امام احمد

رضا نے گنگوہی صاحب کا مذکورہ اصل فتویٰ گنگوہی صاحب کی مہر مع دستخط اپنی آنکھوں سے دیکھا اور چشم دید گواہ کی حیثیت سے تحقیق فرمائی۔

قارئین کرام غور فرمائیں کہ **۱۲۹۰ھ** سے **۱۳۲۰ھ** تک یعنی **تمیں/۳۰ سال (30 years)** تک امام احمد رضا محقق بریلوی نے علمائے دیوبند کے فاسد نظریات اور کفریہ عقائد کے خلاف قرآن و حدیث کی روشنی میں **''اتمام حجت''** **(Accomplishment of Argument)** فرمائی۔ ان کی غلطیاں بتائیں۔ کتب و رسال ارسال فرمائے۔ خطوط لکھے۔ اشتہارات شائع کئے۔ الغرض امام احمد رضا محقق بریلوی نے علمائے دیوبند کو سمجھانے میں کوئی کسر یا کمی باقی نہ رکھی لیکن علمائے دیوبند نے اپنی ضد نہ چھوڑی۔ انانیت اور تکبر کے کیف میں مدہوش ہو کر اپنی ہٹ دھرمی پر اڑے رہے اور قبول حق سے انحراف ہی کیا۔

بلکہ......

علمائے دیوبند نے اپنے عقائد باطلہ و نظریات فاسدہ کی نشر و اشاعت کے لئے حکومت برطانیہ کا مالی و اقتصادی تعاون حاصل کیا۔ حکومت برطانیہ سے حاصل شدہ زرِ کثیر کے بل بوتے پر لوگوں کے ایمان کے تھوک بند سودے ہونے لگے۔ گمراہیت اور بے دینی کی آندھی تیز روپ سے چلنے لگی۔ امام احمد رضا محقق بریلوی کے امتحان کا وقت تھا۔ مسلسل تمیں/۳۰ سال تک نرم رویہ اپنا کر علمائے دیوبند کو سمجھاتے رہے لیکن علمائے دیوبند نے امام احمد رضا کی نرمی کو کمزوری متصور کر کے امام احمد رضا محقق بریلوی کی اتمام حجت کی حیثیت سے شائع شدہ کتب و رسائل، خطوط اور پند و نصائح کو **لایعنی** اور **لاینبغی**

سمجھ کران کی طرف التفات نہ کیا۔ **توہین رسول** ﷺ کے جرم کی غلطی سے توبہ اور رجوع کرنے کے بجائے مزید توہین کرنے لگے اور اپنی گستاخانہ روِش سے باز نہ آئے بلکہ بے باک ہوکر زیادہ توہین کرنے لگے۔

امام احمد رضاؔ محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تیس ۳۰/ سال کے طویل عرصہ تک اتمام حجت کی شرعی خدمت انجام دے دی اور آپ کو یقین کے درجہ میں اعتماد ہوگیا کہ علمائے دیوبند اب کسی بھی حال میں اپنی حرکتوں سے باز نہیں آنے والے، تب آپ نے بادل نخواستہ ۱۳۲۰ھ میں "**المعتمد المستند**" کے نام سے کفر کا فتویٰ صادر فرمایا۔

"امام احمد رضاؔ کا فرضِ منصبی"

امام احمد رضاؔ محقق بریلوی تمام اہل ایمان کے مقتداء، رہنما اور پیشوا کی حیثیت کے حامل تھا اور **امام اہلسنت ومجدد دین وملت** کے منصب اعلیٰ پر فائز تھے۔ لہٰذا آپ نے نہایت تحمل، صبر، تحقیق انیق، تاویل کی گنجائش، ثبوت قاہرہ، عبارت کے الفاظ وغیرہ جیسے ضروری اور لازمی امور کا پاس اور لحاظ کر کے علمائے دیوبند کی کفری عبارت کا بنظر عُمق جائزہ لے کر غور وفکر وخوض کے بعد کفر کا فتویٰ دینے کا شرعی ومنصبی فرض ادا کیا۔

تاریخ کے صفحات اس حقیقت کے شاہد عادل ہیں کہ ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۲۰ھ تک مسلسل تیس ۳۰/ سال تک تنبیہ، نصیحت، فہمائش اور دلائل قاہرہ ساطعہ سے سمجھانے کے باوجود علمائے دیوبند نے ضد، ہٹ، اڑ، انانیت اور مُتعصب رویہ اپنا کر اپنی کفری عبارتوں کو چپکے رہے۔ رجوع یا ترمیم واضافہ سے کفری پہلو ہٹانے کو بھی آمادہ نہ ہوئے،

اب افہام وتفہیم سے کام نہیں چلنے والا، گفت وشنید کا نرم پہلو لاغری اور کمزوری میں شمار ہوتا ہے۔ لہٰذا امام احمد رضاؔ محقق بریلوی نے **"ترکش کا آخری تیر"** نکالا اور بادل نخواستہ استعمال فرمایا۔ جس کا خلاصہ خود امام احمد رضاؔ اپنی تصنیف میں فرماتے ہیں کہ:

> مسلمانو! یہ روشن ظاہر واضح قاہر عبارات تمہارے پیش نظر ہیں، جنہیں چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو انیس سال ہوئے، اوران دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے، جب سے **"المعتمد المستند"** چھپی۔ ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ ورسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو۔ یہ عبارتیں فقط ان مفتریوں کا افتراء ہی رد نہیں کرتیں بلکہ صراحۃً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا، جب تک یقینی، قطعی، واضح روشن جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا، جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز کوئی گنجائش، کوئی تاویل نہ نکل سکی کہ آخر یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو ان کے اکابر پر ستّر ستّر وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دے کر یہی کہتا ہے کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الہٰ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف احتمال بھی باقی نہ رہے۔

حوالہ:

''**تمہید ایمان بآیات القرآن**''۔ مصنف : امام احمد رضؔا محقق بریلوی۔سن تصنیف ۱۳۲۶ھ، ناشر: رضا اکیڈمی، بمبئ۔صفحہ:۴۴

مندرجہ بالا عبارت میں امام احمد رضؔا محقق بریلوی علمائے دیوبند کی کفری عبارات کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ اُن گستاخوں پر جو کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے، اس کو چھ/۶ سال کا عرصہ ہوا ہے۔ کیونکہ مندرجہ بالا عبارت امام احمد رضؔا کی کتاب ''**تمہید ایمان**'' کی ہے۔ جو ۱۳۲۶ھ میں لکھی گئی ہے، جب کہ کفر کا فتویٰ ''**المعتمد المستند**'' ۱۳۲۰ھ میں دیا گیا ہے۔۱۳۲۰ھ سے پہلے سے ہی علمائے دیوبند اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں گستاخیاں کرتے آئے ہیں۔ان گستاخیوں کے ردو ابطال میں امام احمد رضؔا محقق بریلوی نے تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ان میں سے بعض کتابوں کو دس/۱۰ **سال سے انیس/۱۹ سال** کا عرصہ ہو چکا ہے۔ان کتابوں میں امام احمد رضؔا محقق بریلوی نے علمائے دیوبند کی کفری عبارتوں کا رد فرما کر تقریباً ستر (70) کفریات بیان کئے، لیکن پھر بھی ''**ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا۔**'' لیکن جب امام احمد رضؔا محقق بریلوی کو صاف، مضبوط، روشن اور معتمد ثبوت سے یقین ہو گیا اور علمائے دیوبند کے کفریات آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر و باہر نہ ہو گئے، تب تک امام احمد رضؔا نے کفر کا فتویٰ نہ دیا بلکہ شانِ احتیاط کا مظاہرہ فرماتے ہوئے یہی کہا کہ **ہمارے نبی** ﷺ **نے اہل کلمہ کی تکفیر** سے **منع فرمایا** ہے۔اہل کلمہ کا کفر آفتاب سے بھی زیادہ روشن دلیلوں سے

ثابت نہ ہو جائے، تب تک اس پر کفر کا فتویٰ صادر نہیں کیا جا سکتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام احمد رضا محقق بریلوی نے:۔

- **علمائے دیوبند کی کتابوں سے جن عبارات کو کفری بتایا، کیا وہ عبارات واقعی کفری تھیں؟**
- **امام احمد رضا نے علمائے دیوبند کی عبارتوں کا جو مطلب سمجھا کیا وہ مناسب تھا؟**
- **کیا امام احمد رضا کے لیے ضروری تھا کہ وہ علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیں؟**
- **امام احمد رضا نے علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے دیئے، کیا وہ مناسب تھے؟**

ان تمام سوالات کا جواب بلکہ فیصلہ وہابی دیوبندی جماعت کے معتمد عالم اور دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات **مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری ثُمَّ دربھنگی** کی زبانی سماعت فرمائیں:۔

"اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے، جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا۔ تو خان صاحب پر اُن علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی، اگر وہ اُن کو کافر نہ کہتے، تو وہ خود کافر ہو جاتے۔"

حوالہ:۔ "اَشَدُّ الْعَذَابُ عَلٰی مُسَیْلَمَۃِ الْپَنْجَابُ"۔
مصنف: مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری دربھنگی۔ ناشر: مطبع مجتبائی جدید۔ دہلی۔ صفحہ نمبر: ۱۳

مندرجہ بالا عبارت میں مکتبہ فکر دیوبند کے ایک ذمہ دار عالم اعتراف واقرار کر رہے ہیں کہ اگر امام احمد رضؔا محقق بریلوی علمائے دیوبند کے کفریات پر مطلع ہو چکے تھے، تو امام احمد رضؔا پر فرض تھا کہ وہ علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیں۔ اگر امام احمد رضا علمائے دیوبند کے کفریات پر مطلع ہونے کے باوجود علمائے دیوبند کو کافر نہ کہتے، تو خود امام احمد رضؔا کافر ہو جاتے۔ دارالعلوم دیوبند کا ناظم تعلیمات اور ذمہ دار مولوی بھی اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ اگر علمائے دیوبند کی کتابوں کی عبارتیں کفری تھیں، تو امام احمد رضؔا کے لئے لازمی اور ضروری تھا کہ وہ علمائے دیوبند کو کافر کہیں۔

”کیا امام احمد رضؔا نے ذاتی بغض وعناد کی وجہ سے کفر کا فتویٰ دیا تھا؟“

امام احمد رضؔا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلاف ایک سراسر جھوٹا اور دروغ گوئی پہ مشتمل الزام عائد کیا جاتا ہے کہ اُن کو علمائے دیوبند سے ذاتی بغض اور رنجش تھی۔ ذاتی دشمنی کے جذبہ سے متاثر ہو کر بے چارے اور بے قصور علمائے دیوبند کو بلاوجہ کافر کہہ دیا۔ یہ الزام تاریخی حقائق کے ساتھ گھنونا مذاق ہے۔ اس کا جواب خود امام احمد رضؔا کی زبانی سماعت فرمائیں:۔

ہزار ہزار بار حاش للہ! میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا۔

جب کیا ان سے کوئی ملاپ تھا، اب رنجش ہوگئی؟ جب ان سے جائداد کی کوئی شرکت نہ تھی، اب پیدا ہوگئی؟ حاش للہ! مسلمانوں کا علاقۂ محبت وعداوت صرف محبت وعداوت خدا ورسول ہے۔ جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر نہ ہوئی، یا اللہ ورسول کی جناب میں ان کی دشنام نہ دیکھی، سنی تھی، اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا۔ غایت احتیاط سے کام لیا، حتیٰ کہ فقہاء کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا، مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا۔ اور متکلمین عظام کا مسلک اختیار کیا۔ جب صاف صریح انکار ضروریات دین و دشنام دہی رب العالمین وسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنکھ سے دیکھی، تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا، کہ اکابر ائمۂ دین کی تصریحات سن چکے کہ "مَنْ شَکَّ فِیْ عَذَابِہٖ وَ کُفْرِہٖ فَقَدْ کَفَرَ" جو ایسے کے عذاب اور کافر ہونے میں شک کرے، خود کافر ہے۔

اپنا اور اپنے دینی بھائیوں عوام اہل اسلام کا ایمان بچانا ضروری تھا۔ لاجرم حکم کفر دیا اور شائع کیا۔

حوالہ:۔ "تمہید ایمان بآیات القرآن"۔ مصنف: امام احمد رضا محقق بریلوی۔ ناشر: رضا اکیڈمی بمبئی، سن تصنیف ۱۳۲۶ھ، صفحہ نمبر: ۴۴

مندرجہ بالا عبارت میں امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان صاف لفظوں میں فرما رہے ہیں کہ میں ہرگز ہرگز ان کی تکفیر یعنی ان علمائے دیوبند کو کافر کہنا پسند نہیں کرتا۔ بعض معترضین امام احمد رضا پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ امام احمد رضا کو علمائے دیوبند کے ساتھ ذاتی رنجش وعداوت تھی۔ لہٰذا اسی عداوت کے جذبہ کے تحت انہوں نے علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ لیکن امام احمد رضا اس الزام کی تردید فرماتے ہیں کہ مسلمان دوستی اور دشمنی صرف اللہ اور رسول کے لئے رکھتا ہے۔ اللہ ورسول کی تعریف وتعظیم کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے اور توہین وگستاخی کرنے والوں سے نفرت رکھتا ہے۔

علمائے دیوبند نے اپنی کتابوں میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی عالی جناب میں جو بے ادبیاں وگستاخیاں کیں تھیں، انہیں امام احمد رضا نے پڑھا، دیکھا، سُنا، عبارت کے معنی، مطلب، مقصد، مراد، مفہوم، سیاق وسباق کو پرکھا، تاویل کی گنجائش، قول متکلم کا ماحصل، الزام کفر ولزوم کفر، وغیرہ ضروری اور لازمی امور کی تحقیق وتدقیق، اتمام حجت سے تحمل وتامل میں نفاذ حکم کی تاخیر کرتے ہوئے ہر اعتبار سے **"کلمہ گوئی"** کا پاس ولحاظ رکھا۔ شان احتیاط کا مظاہرہ کرتے ہوئے کفر کا فتویٰ دینے میں عجلت وجذبات طبع سے متاثر ہوئے بغیر رعایت کی اور یہاں تک تحمل وبرداشت کیا کہ علمائے دیوبند کی کتابوں کی کفری عبارات پر چندوجوہات سے کفر لازم آنے کے باوجود بھی کفر کا فتویٰ دینے میں جلد بازی نہ کی بلکہ علمائے دیوبند کو عرصۂ دراز تک سمجھایا، احساس دلایا، اتمام حجت کا فریضہ انجام دیا لیکن علمائے دیوبند ضد اور انانیت پر اڑے رہے، مجبوراً **۱۳۲۰ھ** میں کفر کا فتویٰ دیا۔

''علمائے حرمین شریفین کے فتاویٰ''

۱۳۲۰ھ میں امام احمد رضاؔ محقق بریلوی نے ''المعتمد المستند'' کے نام سے علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیا۔ اس فتوے کی شہرت صرف محدود حلقے تک ہی ہوئی۔ عالمی پیمانے پر اس فتوے کی تشہیر نہ ہوئی۔ علاوہ ازیں علمائے دیوبند اور دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگوں نے اس فتوے کی قدرومنزلت کم جان کر اہمیت نہ دی بلکہ ''یہ تو خان صاحب کی عادت پڑی ہوئی ہے کہ بات بات میں کفر کا فتویٰ دیتے ہیں'' کہہ کر فتوے کی وقعت کو کم جانا اور مطلق چیں بجبیں نہ ہوئے۔

لہٰذا ۱۳۲۳ھ میں امام احمد رضاؔ محقق بریلوی زیارت حرمین شریفین کے لئے جب مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے، تب آپ نے مکہ اور مدینہ کے سرتاج علمائے حق کی بارگاہ میں اپنا فتوے بشکل کتاب ''المعتمد المستند'' پیش کیا اور ان علمائے حق کی طرف رجوع کرتے ہوئے اپنے فتوے کی تائید و توثیق میں بحیثیت مستفتی (سوال پوچھنے والے) کے استغاثہ و استفتار فرمایا اور علمائے دیوبند کے کفریات مکہ اور مدینہ کے علمائے کرام کی خدمت میں بطور ثبوت پیش کئے اور حرمین شریفین کے علمائے کرام سے علمائے دیوبند کے متعلق شرعی حکم پوچھا۔

امام احمد رضاؔ محقق بریلوی کے استفتاء (سوال) کے جواب میں اور امام احمد رضاؔ کے فتوے ''المعتمد المستند'' کی تقریظ، تائید اور توثیق میں مندرجہ ذیل ۲۰، علمائے مکہ معظّمہ اور ۱۳۔ علمائے مدینہ منورہ نے علمائے دیوبند کے کفریات پر ''حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین'' (۱۳۲۴ھ) کے نام سے تاریخی فتویٰ صادر فرمایا:

(حسام الحرمین شریفین پر دستخط فرمانے والے علماء مکہ معظّمہ)

١ شيخ العلماء ، سيدنا و مولانا الشيخ محمد سعيد بن محمد بابصيل (مفتى الشافعية بمكة المكرمة)

٢ شيخ الأئمة و الخطباء بالمكة المكرمة ، مولانا الشيخ أحمد أبو الخير بن عبد الله مير دادا (خادم العلم و الخطيب و الإمام بالمسجد الحرام)

٣ ناصر السنة و كاسر الفتنة ، مولانا العلامة الشيخ محمد صالح ابن العلامة صديق كمال (مفتى مكة المكرمة سابقا)

٤ العلامة المحقق و الفهامة المدقق مولانا الشيخ على بن صديق كمال.

☆٥ حامى السنن ماحى الفتن، مولانا الشيخ محمد عبد الحق، المهاجر الإله آبادى.

☆٦ محافظ كتب الحرم العلامة الجليل و الفهامة النبيل حضرة مولانا السيد إسمعيل خليل المكى.

٧ مولانا العلامة السيد المرزوقى أبو حسين (خادم طلبة العلم بالمسجد الحرام المكى)

٨ العالم العامل، دامغ أهل الكفر و الكيد مولانا الشيخ عمر بن أبى بكر باجنيد.

٩ مولانا الشيخ عابد بن حسين (خادم العلم بالديار الحرمية و مفتى السادة المالكية)

١٠ صاحب التصانيف مولانا على بن حسين المالكى (المدرس بالمسجد الحرام)

١١ مولانا الشيخ جمال بن محمد بن حسين (المدرس بالديار الحرمية)

١٢ جامع العلوم و نابغ المفهوم مولانا الشيخ أسعد بن أحمد الدهان (المدرس بالحرم الشريف)

١٣ الفاضل الأديب مولانا الشيخ عبد الرحمن الدهان.

١٤ مولانا الشيخ محمد يوسف الأفغانى (المدرس بالمدرسة الصولتيه بمكة المكرمة)

☆١٥ أجل خلفاء الحاج المولوى الشاه إمداد الله ، مولانا الشيخ أحمد المكى الإمدادى الجشتى الصابرى (مدرس الحرم الشريف و المدرسة الأحمدية بمكة المكرمة)

١٦ العالم العامل و الفاضل الكامل مولانا محمد يوسف الخياط.

١٧ الشيخ الجليل مولانا الشيخ محمد صالح بن محمد.

١٨ الفاضل الكامل مولانا الشيخ عبد الكريم الناجى الداغستانى (المدرس بالمسجد الحرام)

١٩ الفاضل الكامل مولانا الشيخ محمد سعيد بن محمد اليمانى (المدرس بالمسجد الحرام)

٢٠ مولانا الشيخ حامد أحمد محمد الجداوى .

(حسام الحرمین شریفین پر دستخط فرمانے والے علماء مدینہ منوّرہ)

٢١ تاج المفتين و سراج المتقنين مولانا المفتى تاج الدين بن مصطفى الياس الحنفى (المفتى بالمدينة المنورة)

٢٢ أجل الأفاضل أمثل الأماثل الفاضل الربانى مولانا عثمان بن عبد السلام الداغستانى (مفتى المدينة المنورة سابقا)

٢٣ شيخ المالكية السيد الشريف السرى مولانا السيد أحمد الجزائرى المدنى الأشعرى المالكى القادرى.

٢٤ كبير العلماء كنز العوارف و معدن المعارف مولانا الشيخ خليل بن إبراهيم الخربوتى (خادم العلم الشريف بالحرم الشريف النبوى)

٢٥ شيخ الدلائل حقيقة السيادة ذو الحسنى و زيادة مولانا السيد محمد سعيد بن السيد محمد المغربى.

٢٦ الفاضل الجليل و العالم النبيل مولانا محمد بن أحمد العمرى (المدرس بالحرم النبوى)

٢٧ السيد الشريف حضرة مولانا السيد عباس ابن سيد الجليل محمد رضوان (المدرس بالمسجد النبوی)

٢٨ الفاضل العقول أحد الفحول مولانا عمر بن حمدان المحرسی المالکی (خادم العلم بالمدینة المنورة)

٢٩ الفاضل الکامل و العالم العامل السید محمد بن محمد المدنی الدیداوی.

٣٠ الشیخ محمد بن محمد السوسی الخیاری (خادم العلم بالحرم النبوی)

٣١ وارث العلم و المجد أبا عن أب، المحقق و المدقق مولانا السید الشریف أحمد البرزنجی (مفتی السادة الشافعیة بمدینة خیرالبریة)

٣٢ الفاضل الشهیر مولانا الشیخ محمد العزیز الوزیر المالکی المغربی الأندلسی المدنی.

٣٣ الشیخ الفاضل عبد القادر توفیق الشلبی الطرابلسی الحنفی (المدرس بالمسجد الکریم النبوی)

’’علمائے حرمین شریفین نے فتاویٰ میں کیا لکھا؟‘‘

امام احمد رضا محقق بریلوی نے ’’المعتمد المستند‘‘ کتاب سے علمائے دیوبند کی کفری عبارات والا حصّہ ان کی اصل کتابیں اور اصل فتویٰ کے فوٹو کو بطور ثبوت پیش کرکے:۔

- مکہ معظّمہ کے علمائے کرام سے ۲۱، ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ پنج شنبہ کو اور
- مدینہ منورہ کے علمائے کرام سے ۵، ربیع الاول ۱۳۲۴ھ کو استفتاء کیا۔

علمائے حرمین شریفین نے ’’المعتمد المستند‘‘ کی قرآن و حدیث اور کتب فقہ کے حوالوں سے تصدیق فرمائیں اور بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ اکابر علمائے دیوبند کو ان کتابوں کی کفریہ عبارات کی بناء پر کافر اور مرتد ہونے کے فتاوے صادر فرمائے۔ جس کی تفصیل اور اصل عربی فتاوے ’’حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین‘‘ میں درج ہیں۔ ان فتاویٰ میں سے چند اقتباسات بطور نمونہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہیں:

(۱)

محافظ کتب حرم، خطیب خطبہائے کرم،
حضرت علامہ سید اسماعیل خلیل۔ مکہ معظّمہ

”اِنَّ ھٰؤُلَآءِ الْفِرَقَ الْوَاقِعِیْنَ فِی السُّؤَالِ. غُلامُ اَحْمَدُ الْقَادْیَانِیُ وَ رَشِیْد اَحْمَدُ وَ مَنْ تَبِعَهٗ کَخَلِیْلِ الْاَنْبَتھیُ وَاَشْرَفُ عَلِیُ وَغَیْرِھِمْ لَا شُبْھَةَ فِی کُفْرِھِمْ بِلَا مَجَالٍ“

ترجمہ:۔ ”یہ طائفے جن کا تذکرہ سوال میں واقع ہے۔ غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں، جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی وغیرہ۔ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، نہ شک کی مجال۔“

حوالہ:۔ ”حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین“۔

مطبوعہ: رضا اکیڈمی، بمبئی، سن اشاعت ۲۰۰۹ء، صفحہ: ۱۰۶

(۲)

سردار لشکر علمائے مالکیہ، مفتیِ مالکیہ،
حضرت علامہ شیخ عابد بن حسین۔ مکہ معظّمہ

”اَلصَّادِرُ مِنْ اَھْلِ الْخَبَالِ، وَھُمْ غُلامُ اَحْمَدُ الْقَادْیَانِیُّ وَ رَشِیْد اَحْمَدُ وَ خَلِیْل اَحْمَدُ وَ اَشْرَفُ عَلِیُ وَغَیْرُھُمْ مِنْ اَھْلِ الضَّلَالِ وَالْکُفْرِ الْجَلِیّ.“

ترجمہ:۔ ''گمراہی جو اہل فساد سے صادر ہوئیں اور وہ اہل فساد غلام احمد قادیانی و رشید احمد و خلیل احمد و اشرف علی وغیرہم کھلے کافرانِ گمراہ ہیں۔''

حوالہ:۔ ''حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین''۔

مطبوعہ: رضا اکیڈمی، بمبئی، سن اشاعت ۲۰۰۹ء، صفحہ: ۱۲۱

(۳)

فاضل جلیل، کامل العقل، احد الفحول،

حضرت علامہ عمر بن حمدان محرسی۔ مدینہ منورہ

''وَهُمُ الْخَبِيْثُ اللَّعِيْنُ غُلَامُ اَحْمَدُ اَلْقَادْيَانِيُّ، الدَّجَّالُ الْكَذَّابُ مُسَيْلَمَةُ اٰخِرِ الزَّمَانِ وَرَشِيْدُ اَحْمَدُ اَلْكَنْكُوْهِيُّ وَخَلِيْلُ اَحْمَدُ اَلْاَنْبَتْهِيُّ وَاَشْرَفُ عَلِيُ اَلتَّانَوِيُّ. فَهٰؤُلَاءِ اِنْ ثَبَتَ عَنْهُمْ مَاذَكَرَهُ هٰذَا الشَّيْخُ مِنْ اِدِّعَاءِ النُّبُوَّةِ لِلْقَادْيَانِيِّ وَانْتِقَاصِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَشِيْدُ اَحْمَدُ وَخَلِيْلُ اَحْمَدُوَاَشْرَفُ عَلِى الْمَذْكُوْرِيْنَ فَلَا شَكَّ فِيْ كُفْرِهِمْ وَ وُجُوْبِ قَتْلِهِمْ عَلٰى كُلِّ مَنْ يُمْكِنُهُ''

ترجمہ:۔ ''اور وہ لوگ کون ہیں، خبیث مردود غلام احمد قادیانی دجّال کذاب آخر زمانہ کا مسیلمہ اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبٹھی اور اشرف علی تھانوی۔ تو ان لوگوں سے جب کہ وہ باتیں ثابت ہوں، جو فاضل مذکور نے ذکر کیں۔ قادیانی کا نبوت کا دعویٰ کرنا اور رشید احمد اور خلیل احمد اور اشرف علی کا شان نبی ﷺ کی تنقیص کرنا۔ تو کچھ شک نہیں کہ وہ کفّار ہیں اور جو قتل کا اختیار رکھتے ہیں (یعنی سلاطین اسلام) اُن پر واجب ہے کہ وہ اُن کو سزائے موت دیں۔''

حوالہ:۔ ''حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین''۔

مطبوعہ: رضا اکیڈمی، بمبئ، سن اشاعت ۲۰۰۹ء، صفحہ: ۱۷۷

(۴)

مدرس مدرسۂ مسجد نبوی، فاضل جلیل حضرت

علامہ عبد القادر توفیق سبلی، طرابلسی، حنفی۔ مدینہ منورہ

''فَاِذَا ثَبَتَ وَتَحَقَّقَ مَا نُسِبَ لِهٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ وَهُمْ غُلَامُ اَحْمَدُ الْقَادِيَانِیُّ وَقَاسِمٌ النَّانُوْتَوِیُّ وَرَشِيْدُ اَحْمَدُ الْكَنْكُوْهِیُّ وَخَلِيْلُ اَحْمَدُ الْاَنْبِتِهِیُّ وَاَشْرَفْعَلِیُ التَّانَوِیُّ وَاَتْبَاعُهُمْ مِمَّاهُوَ مُبَيَّنٌ فِی السُّوَالِ فَعِنْدَ ذَالِكَ يُحْكَمُ

بِكُفْرِهِمْ وَاِجْرَاءِ اَحْكَامِ الْمُرْتَدِّيْنَ عَلَيْهِمْ وَاِنْ لَمْ تَجْرِ فَيَلْزَمُ التَّحْذِيْرُ مِنْهُمْ وَالتَّنْفِيْرُ عَنْهُمْ عَلَى الْمَنَابِرِ وَفِي الرَّسَائِلِ وَالْمَجَالِسِ وَالْمَحَافِلِ. حَسْمًا لِمَادَّةِ شَرِّهِمْ وَقَطْعًا لِجُرْثُوْمَةِ كُفْرِهِمْ".

ترجمہ:۔ "جب کہ ثابت و متحقق ہوا، جو ان کی طرف نسبت کیا گیا اور وہ غلام احمد قادیانی اور قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی تھانوی اور ان کے ساتھ والے ہیں اور وہ جو سوال میں بیان ہوا، تو بے شک یہ ان کے کفر پر حکم کرتا ہے۔ اور یہ کہ مرتدوں کا جو حکم ہے یعنی حاکم کا ان کو قتل کرنا، اُن پر جاری کیا جائے اور اگر یہ حکم وہاں جاری نہ ہو، تو واجب ہے کہ مسلمانوں کو اُن سے ڈرایا جائے اور اُن سے نفرت دلائی جائے، منبروں پر اور رسالوں میں اور مجلسوں اور محفلوں میں، تا کہ اُن کے شر کا مادّہ جل جائے اور اُن کے کفر کی جڑ کٹ جائے۔"

حوالہ:۔ "حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین"۔

مطبوعہ: رضا اکیڈمی، بمبئی، سن اشاعت **۲۰۰۹ء**، **صفحہ: ۲۰۷**

مندرجہ بالا صرف چار (۴) اقتباسات سے قارئین کرام نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ **مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ** کے جید علمائے ملت اسلامیہ نے علمائے دیوبند کی کتابوں کی

کفری عبارتوں سے کیسی سخت نفرت، ناگواری اور بیزاری کا مظاہرہ فرمایا ہے اور ان گستاخان بارگاہ الوہیت و رسالت کے لئے کیسی سخت تعزیر، سزا اور عقوبت متعین فرمارہے ہیں۔ مثلاً :۔

- ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، نہ شک کی مجال۔
- کھلے ہوئے کافرانِ گمراہ ہیں۔
- کچھ شک نہیں کہ وہ کفار ہیں۔
- جو قتل کا اختیار رکھتے ہیں، وہ ان کو سزائے موت دیں۔
- ان پر مرتدوں کا حکم جاری کر کے ان کو قتل کیا جائے۔
- واجب ہے کہ مسلمانوں کو ان سے (ان کے عقائد سے) ڈرایا جائے۔
- منبروں پر خطبوں میں ان کے خلاف نفرت دلائی جائے۔
- کتابوں کے ذریعہ ان کا رد کیا جائے۔
- مجالس و محافل میں ان کے عقائد باطلہ بیان کر کے ان کے شر اور ان کے کفر سے عوام المسلمین کو آگاہ کیا جائے۔

علمائے حرمین شریفین کے فتاوے کا مجموعہ بنام **"حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین"** شائع ہو کر منظر عام پر آتے ہی پورے عالم اسلام میں ہل چل مچ گئی۔ پوری دنیا کے سامنے علمائے دیوبند کے جعلی تقدّس کا پردہ چاک ہو کر رہ گیا۔ علمائے دیوبند اپنے عقائد باطلہ کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں۔ ایسا حکم مکہ اور مدینہ کے اکابر علماء نے دیا ہے۔ یہ جان کر عالم اسلام کا ہر فرد علمائے دیوبند پر لعنت اور پھٹکار برسانے لگا۔ وہابی

فرقہ کے دیوبندی علماء ایسے ذلیل وخوار ہوئے کہ کسی کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ان کی عزت،آبرو،شرف ومنزلت،ناموری،حرمت،عصمت،امارت،وجاہت، ناموس اورتوقیر خاک میں مل کر ملیا میٹ ہوکر رہ گئی۔ ہرطرف سے نفرت و بیزاری کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔علمائے دیوبند کے پاؤں لڑکھڑا گئے لیکن ''رسّی جل گئی، پر بل نہیں گیا'' مثل کے مطابق ایسی رسوائی آمیز سزا بھگتنے پر بھی علمائے دیوبند نے برائی کی جڑ تکبّر وغرور وانانیت کی لت نہ چھوڑی اور.......؟؟؟

''دروغ گوئی کارونا روکر امام احمد رضا کے خلاف الزامات وبہتان کی بھرمار''

اپنی غلطی بتا کر اصلاح کرنے کی نصیحت کرنے والے محسن کے پند ونصائح کو قبول کرکے اعتراف ذنب اور اقبال جرم کی فراخ دلی سے رجوع اور توبہ کی سعادت حاصل کرکے گناہ وعذاب سے صفا اور صیقل ہونے کے بجائے علمائے دیوبند نے **اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے** والا رویّہ اختیار کیا۔لوگوں کی ہمدردی حاصل کرنے کی فاسد غرض سے بناوٹ کا رونا پیٹنا شروع کردیا اور گریہ وزاری کا دامن تھام کر اپنی بے قصوری اور بے گناہی کا ماتم اور کہرام مچانا شروع کیا کہ امام احمد رضا محقق بریلوی نے ذاتی بغض وعناد کی بناء پر ہمارے خلاف منظّم سازش کے تحت علمائے حرمین شریفین کو دھوکہ دے کر ہم پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ہم بالکل بے قصور ہیں۔ ہماری کسی بھی کتاب میں اللہ اور رسول کی شان میں گستاخی اور توہین کرنے کا تصور بھی ہم نہیں کر سکتے، پھر بھی بریلی کے مولانا احمد

رضا صاحب نے ہماری کتاب کی عبارت کا اپنی مرضی سے توہین آمیز مطلب نکال کر ہم پر توہین رسول کا سنگین جرم عائد کیا ہے۔ بلکہ ہماری کتابیں جو اردو زبان میں تھیں، ان اردو کتابوں کی عبارتوں کا عربی ترجمہ کرنے میں خان صاحب نے خیانت اور بد دیانتی کی اور ہم پر کفر کا فتوٰی یقینی طور پر آئے، ایسا عربی ترجمہ گڑھ کر حرم شریف کے علماء کے سامنے ہمارے نام سے گڑھی ہوئی جعلی اور خود ساختہ عربی عبارات پیش کر کے کفر کا فتوٰی حاصل کر لیا۔ علمائے حرمین شریفین اردو زبان سے واقفیت نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی ان کے سامنے ہماری اصل اردو کتابیں پیش کی گئیں۔ علاوہ ازیں جن علمائے حرمین شریفین سے مولانا احمد رضا نے ہمارے خلاف فتوٰی حاصل کیا ہے، اُن علمائے حرمین شریفین سے مولانا احمد رضا خان بریلوی کے گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ لہذا وہ مولانا بریلوی کے دھوکہ اور فریب میں آ گئے۔ ان کی بات پر بھروسہ واعتماد کر کے ہم بے گناہوں پر کفر کا فتوٰی دے کر ہماری عزت و آبرو کو خاک میں ملا دیا۔ اُوں....اُوں.... اُوں.... اُوں..... (ہچکیاں لے کر رو رو کر اپنی صفائی کا ناٹک ملک بھر میں کیا)

اُن مکاروں کے رونے دھونے کے ڈرامے نے اچھوں اچھوں کو اپنے دام فریب میں لے لیا۔ علاوہ ازیں علمائے دیوبند کے چیلے وچمچوں و نیز زرخرید غلاموں نے امام احمد رضا محقق بریلوی کے خلاف مذکورہ بالا الزام و بہتان میں خوب مرچ مسالہ ملا کر اس کی منظّم سازش کے تحت تشہیر کر کے وسیع پیمانے پر ایسا ڈھنڈورا پیٹا کہ بہت سے لوگ ناواقفیت کی وجہ سے امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلاف یہ رائے اور نظریہ قائم کر بیٹھے ہیں کہ:۔

- مولانا احمد رضاؔ بریلوی نے علمائے دیوبند کی اردو کتابوں کا من چاہا عربی ترجمہ کر کے علمائے حرمین شریفین کے سامنے پیش کیا ہے اور اس میں یہ خیانت کی کہ اردو عبارت میں توہین رسالت پر مشتمل جملے نہیں تھے، پھر بھی مولانا احمد رضاؔ نے عربی ترجمہ میں توہین آمیز جملے قصداً ڈال کر بے قصور علمائے دیوبند پر کفر کا فتوٰی حاصل کر لیا۔
- حرمین شریفین کے علماء اردو زبان نہیں جانتے تھے۔ لہذا انہوں نے مولانا احمد رضاؔ بریلوی کے ذریعے علمائے دیوبند کی کتابوں کا جو خود ساختہ عربی ترجمہ تھا، اس ترجمہ پر بھروسہ کر کے کفر کا فتوٰی دے دیا۔
- مولانا احمد رضاؔ نے حرمین شریفین کے علماء سے جو استفتاء کیا تھا، اس استفتاء کے ساتھ علمائے دیوبند کی اصل اردو کتابیں بطور ثبوت پیش نہیں کی تھیں۔ تاکہ حرم شریف کے علماء کسی اردو داں سے وہ کتابیں پڑھوا کر متنازعہ عبارات کی حقیقت کی واقفیت حاصل کر سکیں۔
- علمائے دیوبند پر کفر کا فتوٰی دینے والے حرمین شریفین کے علماء کے ساتھ مولانا احمد رضاؔ کے گہرے دوستانہ مراسم و تعلقات تھے۔ اسی بناء پر انہوں نے مولانا احمد رضاؔ کے پیش کردہ اردو عبارات کے عربی تراجم پر اعتماد کر کے، دھوکہ کھا کر فتوٰی دے دیا ہے۔
- حرمین شریفین کے علمائے عظام سے جن علمائے دیوبند کے متعلق استفتاء کیا گیا ہے، وہ ان علمائے دیوبند سے واقف نہیں تھے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ ایسا لکھنے

والے مقامی سطح کے جاہل قسم کے مُلّانے ہیں۔ عالمی شہرت رکھنے والے جیّد علماء نہیں۔ لہذا ایسے جاہل قسم کے بے لغام اور بے احتیاط ملّانوں کی تعزیر و توبیخ کے لئے سخت احکام پر مشتمل فتاوے صادر کریں تا کہ آئندہ کے لئے وہ ایسی حرکتوں سے باز رہیں۔ اسی جذبے اور دور اندیشی کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہوں نے کفر کا فتوٰی دیا ہے۔

مندرجہ بالا الزامات کا اگر تفصیلی جواب ارقام کیا جائے تو ایک الگ ضخیم کتاب بن جائے۔ لہذا ہم بہت ہی اختصار کے ساتھ لیکن تسلّی بخش اور شافی ووافی جواب ذیل میں نئے عنوان سے دینے کی سعی کرتے ہیں۔ امید ہے کہ قارئین کرام ضرور مطمئن ہوں گے۔

''کفر کا فتوٰی دینے والے حرم شریف کے علماء میں علمائے دیوبند کے پیر بھائی اور پیر کے خلیفہ بھی تھے''

امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے استفسار پر حرمین شریفین کے علمائے ذوالاحترام نے ''**حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین**'' نام سے علمائے دیوبند پر کافر کا فتوٰی دیا۔ اس فتوٰی پر مکہ معظّمہ کے بیس (۲۰) اور مدینہ منورہ کے تیرہ (۱۳) جیّد عالموں نے دستخط فرمائے تھے۔ ان کل تینتیس (۳۳) حضرات کے مبارک اسمائے گرامی صفحہ نمبر: ۱۲۰ سے صفحہ نمبر: ۱۲۳ تک درج ہیں۔ ان مندرج بالترتیب اسماء میں نمبر: ۶/۵ اور ۱۵/ کے سامنے ☆ کا نشان بنا ہوا ہے۔ ان حضرات کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں:۔

حضرت مولانا شیخ احمد مکی امدادی:۔

حضرت مولانا شیخ احمد مکی امدادی چشتی صابری کا شمار مکہ معظّمہ کے اجلّہ واکابر علماء میں ہوتا ہے۔آپ مکہ معظّمہ میں عالم اسلام کے آفتاب علم کی حیثیت سے درخشاں تھے۔آپ کے علم کا دریا ہمیشہ موجزن رہتا تھا اور تشنگان علم آپ کے دریائے علم سے اپنی پیاس بجھاتے رہتے تھے۔آپ حرم شریف کے مدرسۂ اسلامیہ و نیز شہر مکہ معظّمہ میں واقع مدرسۂ احمدیہ کے مدرس تھے۔حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی سے آپ مرید ہوئے تھے اور حاجی صاحب نے انہیں خلافت واجازت سے نوازا بھی تھا۔

اکابر علمائے دیوبند ● مولوی یعقوب نانوتوی ● مولوی قاسم نانوتوی ● مولوی رشید احمد گنگوہی اور ● مولوی اشرف علی تھانوی یہ چاروں حاجی امداداللہ صاحب فاروقی چشتی سے مرید تھے اور چاروں کو حاجی صاحب نے خلافت بھی دی تھی۔حاجی امداداللہ فاروقی چشتی کی پیدائش ہندوستان کے صوبہ یو۔پی کے سہارنپور ضلع کے ''نانوتہ'' گاؤں میں ۲۲/صفر ۱۲۳۳ھ کو ہوئی تھی۔آپ نے اپنی زندگی کے ۴۳/سال ہندوستان میں گزارے۔ضلع مظفر نگر کے تھانہ بھون میں خانقاہ امدادیہ قائم کی۔پھر ۱۲۷۶ھ میں ناموافق حالات کی وجہ سے ہجرت کر کے مکہ معظّمہ آئے اور مستقل سکونت اختیار کی۔مکہ معظّمہ میں تقریباً ۴۱/سال تک بقید حیات رہنے کے بعد ۱۲/جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ، ۸۴/سال کی عمر میں انتقال فرمایا اور مکہ معظّمہ کے مشہور قبرستان جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔

قیام ہندوستان کے دوران علمائے دیوبند سے حاجی صاحب کے گہرے

تعلقات تھے اور علمائے دیوبند حاجی صاحب سے بہت ہی متاثر تھے اور حاجی صاحب سے بیعت ہوکر خلافت حاصل کی تھی اور حاجی صاحب سے غایت درجہ کی عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔ حاجی امداداللہ صاحب ۱۲۷۶ھ میں ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ معظّمہ مستقل طور پر قیام پذیر ہوئے اور کچھ عرصہ کے بعد سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے زبردست شیخ و مرشد کی حیثیت سے مشہور ہوئے۔ حضرت علامہ شیخ احمد مکی مکہ معظّمہ میں حاجی صاحب سے مرید ہوئے اور خلافت حاصل کی اور حاجی صاحب کے **''اجل خلفاء''** میں ان کا شمار ہونے لگا۔ حاجی صاحب سے قربت، عقیدت، نزدیکی، گہرے تعلقات اور قوی مراسم کی وجہ سے حاجی صاحب کے خاص الخاص مرید وخلیفہ واقرب مصاحب کی حیثیت سے اتنے مشہور ہوئے کہ اُن کی پہچان **''امدادی''** مشہور ہوگئی۔ حاجی صاحب کی نسبت سے لوگ انہیں **''مولانا احمد امدادی''** کے نام سے پہچانتے تھے۔ حاجی امداداللہ مہاجر مکی سے تعلق رکھنے والے ملک عرب اور ملک ہندوستان کے قریب قریب تمام مریدین ومتوسلین حضرت مولانا احمد مکی کو جانتے اور پہچانتے تھے اور حضرت مولانا احمد مکی امدادی بھی حاجی صاحب کے اکثر مریدین ومتوسلین سے واقفیت وشناسائی رکھتے تھے۔

علمائے دیوبند جب حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظّمہ جاتے تھے، تب وہ اپنے پیر و مرشد حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے مکان پر ٹھہرتے تھے۔ حاجی صاحب کے علمائے دیوبند کے ساتھ پرانے تعلقات تھے۔ علاوہ ازیں وہ حاجی صاحب سے بیعت تھے، لہٰذا حاجی صاحب انہیں ● **مریدین** ● **علماء** ● **زائرین حج** ● **پرانے تعلقات** اور ● **اپنے خلفاء** کی وجہ سے بہت ہی اعزاز واکرام سے مہمان بنا کر ٹھہراتے تھے اور اعلیٰ قسم کی

خاطر تواضع فرماتے تھے۔ حضرت مولانا احمد مکی امدادی کی حاجی صاحب کے یہاں مسلسل آمد و رفت تھی۔ لہذا وہ بھی حاجی صاحب کے ذریعہ علمائے دیوبند کی مہمان نوازی اور خاطر تواضع اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ حاجی صاحب کے یہ خاص الخاص مہمان علمائے دیوبند کوئی مقامی سطح کے ایرے غیرے اور کم حیثیت کے ملاّ نے نہیں بلکہ عالمی پیمانے کے، ایک عظیم دینی درسگاہ کے مدرسین و منتظمین، مشہور و معروف مقتدا اور شہرت یافتہ علماء ہیں۔ میرے پیر کے خلفاء ہیں۔

لیکن.....

تہنیت اور سلام ہے حضرت علامہ احمد مکی امدادی کی انصاف پسندی اور عدل پروری کو کہ انہوں نے اللہ اور رسول کی شان میں گستاخی اور توہین کا جرم کرنے والے اپنے پیر بھائیوں اور اپنے پیر کے خلفاء کا مطلق لحاظ نہ فرمایا۔ جن کے تعلق سے فتویٰ پوچھا گیا ہے وہ ● میرے پیر بھائی ہیں ● میرے پیر کے خلیفہ ہیں ● میرے پیر کے چہیتے ہیں ● مشہور عالم ہیں ● عظیم ادارہ کے منتظمین ہیں ● پیر طریقت ہیں ● عالمی پیمانے کے شہرت یافتہ علماء ہیں۔ وغیرہ مناصب و مراتب کے حاملین ہیں۔ اس بات کا اور کسی بھی نسبت و قرابت کا لحاظ نہ کیا، رشتۂ طریقت کی مروّت و رعایت نہ فرمائی بلکہ اپنے پیر بھائیوں تھانوی، گنگوہی، نانوتوی وغیرہ کے خلاف صادر کئے گئے فتاوے کی تائید و توثیق و تقریظ فرمائی اور اپنے پیر بھائیوں کے خلاف شریعت مطہرہ کے حکم کے نفاذ میں کسی بھی قسم کی ہچکچاہٹ و جھجک محسوس نہ کی اور صاف لفظوں میں یہاں تک لکھا کہ:۔

"لَا رَيْبَ اَنَّ هٰؤُلَآءِ مُكَذِّبُوْنَ لِلْاَدِلَّةِ صَرِيْحًا فَيُحْكُمُ عَلَيْهِمْ بِالْكُفْرِ"

:- ترجمہ :-

"کچھ شک نہیں کہ یہ طائفے صراحۃً دلیلوں کو جھٹلا رہے ہیں، تو ان پر کفر کا حکم لگایا جائیگا۔"

(حوالہ:۔ "حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین"۔ مطبوعہ:۔ رضا اکیڈمی، صفحہ:۱۴۴)

ہم نے صفحہ نمبر (۱۲۰) سے (۱۲۳) تک علمائے حرمین شریفین کے مبارک ناموں کی جو فہرست دی ہے، اس فہرست میں حضرت علامہ احمد مکی امدادی کا مبارک نام نمبر ۱۵ پر ہے۔

▣ حضرت مولانا عبدالحق صاحب الٰہ آبادی :-

علمائے حرمین شریفین کے مبارک ناموں کی دی گئی فہرست میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب الٰہ آبادی مہاجر مکی کا اسم شریف نمبر:۵ پر ہے۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب بن شاہ محمد کی پیدائش ہندوستان کے صوبہ اُتر پردیس کے الٰہ آباد ضلع کے "نیوان" میں ہوئی تھی۔ آپ نے ہندوستان میں رہ کر دینی علوم کی تکمیل کی اور جیّد عالم کی حیثیت سے و نیز اردو زبان کے ادیب کی حیثیت سے شہرت پائی۔ ۱۲۸۳ھ میں ہندوستان سے مکہ معظّمہ ہجرت فرمائی اور پچاس (۵۰) سال تک مکہ معظّمہ میں مستقل سکونت اختیار فرمانے کے بعد ۱۶/شوال المکرّم ۱۳۳۳ھ میں انتقال فرمایا اور مکہ معظّمہ کے مشہور قبرستان جنت المعلٰی میں مدفون ہوئے۔

مکہ معظّمہ کے پچاس (۵۰) سالہ قیام کے دوران آپ کے علم کا دریا ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح موجیں مارتا رہا۔ حضرت علامة الجليل و فهامة

النبیل، محافظ کتب حرم **السید اسمٰعیل خلیل المکی** جیسے شہرۂ آفاق علماء آپ کے شاگرد تھے۔ مکہ معظمہ بلکہ پورے ملک حجاز میں آپ **"شیخ الدلائل"** کے معزز لقب سے مشہور تھے اور آپ کے علمی دلائل کے سامنے تمام علمائے مکہ معظمہ و مدینہ منورہ سرِ تسلیم خم فرماتے تھے۔

آپ نے ۱۲۸۳ھ میں یعنی حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے سات (۷) سال بعد ہندوستان سے مکہ معظمہ ہجرت فرمائی تھی۔ حاجی صاحب کا انتقال مکہ معظمہ میں ۱۳۱۷ھ میں ہوا تھا۔ اس حساب سے مولانا عبدالحق الٰہ آبادی اور حاجی امداداللہ مہاجر مکی تقریباً چونتیس (۳۴) سال (34,Years) تک مکہ معظمہ میں ہمعصر کی حیثیت سے رہے۔ دونوں ہندوستانی تھے اور دونوں نے ناموافق حالات کی وجہ سے ہجرت کی تھی۔ ہم وطن ہونے کی وجہ سے دونوں کے درمیان ایک فطرتی اُنس، لگاؤ اور گہرے تعلقات تھے۔ گاہے گاہے دونوں ایک دوسرے کے مہمان بنتے تھے اور آتے جاتے رہتے تھے بلکہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب ہی زیادہ تر حاجی صاحب کے یہاں تشریف لے جاتے تھے۔

حاجی صاحب سے گہرے تعلقات علاوہ ازیں پیدائشی ہندوستانی اور ہندوستان میں ہی علوم دینیہ کی تکمیل کرنے کی وجہ سے آپ کو ہندوستان سے آنے والے زائرین حج اور بالخصوص زائرین حج علماء سے فطری طور پر طبعی میلان، رجحان اور یگانگی تھی۔ حاجی صاحب کے دولت کدہ پر ہندوستان سے آنے والے زائرین حج مریدین کثرت سے آتے تھے اور ان میں جو علماء مریدین وخلفاء ہوتے تھے، ان سے مولانا عبدالحق صاحب الٰہ آبادی بسااوقات ملاقات کیا کرتے تھے بلکہ باہمی محبت اور خصوصی ہم نشینی کے

تعارفات کی گہری واقفیت کی جان پہچان تھی۔لہذا وہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی صاحب کے مریدین وخلفاء علمائے دیوبند کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے۔انہیں معلوم تھا کہ حاجی صاحب کے مہمان علمائے دیوبند ایک مشہور ادارہ سے منسلک ہیں اور ذاتی طور پر بھی وہ اپنے تلامذہ،مریدین،معتقدین،متوسلین،محبین کا وسیع حلقہ رکھتے ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے ہندوستان کے مشہور ومعروف شہر''الٰہ آباد'' میں مولانا تراب وغیرہ اساتذہ سے درسیات پڑھی تھی اور علم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کی تھی۔آپ باصلاحیت اور ذی استعداد عالم دین اور ادیب شہیر تھے۔عربی اور اردو ادب کے صف اول کے ادیب واتالیق میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔اردو اور عربی دونوں زبانوں (Language) پر آپ کو کامل عبور (Command) حاصل تھا۔عربی سے اردو یا اردو سے عربی میں کیئے گئے تراجم (Translations) میں اگر کوئی غلطی بلکہ کمی یا خامی پر فی الفور اور فوراً گرفت فرمانے کی آپ صلاحیت رکھتے تھے۔

لہذا ......

اگر مولانا احمد رضاؔ محقق بریلوی نے علمائے دیوبند کی اردو کتب کی کفریہ عبارات کا عربی ترجمہ کرنے میں کوئی کمی بیشی یا ترمیم واضافہ یا کسی طرح کی کوئی خیانت کی ہوتی،تو مولانا عبدالحق صاحب سے وہ چھپ نہیں سکتی تھی۔آپ فوراً اعتراض کرتے بلکہ علمائے حرمین شریفین کو خیانت ترجمہ سے آگاہ کر کے فتوٰی لکھنے سے روکتے اور مولانا احمد رضاؔ کی خیانت وفریب کا پول کھول دیتے اور سخت الفاظ میں سرزنش اور ملامت فرماتے۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا بلکہ مولانا عبدالحق صاحب نے حمایت حق،احقاق حق،تائید حق اور

نصرت حق کا فریضہ مخلصانہ طور پر ادا فرمایا۔ اپنے ہم وطن شیخ طریقت کے ساتھ سالہا سال پرانے تعلقات کا لحاظ نہ فرمایا۔ گہرے مراسم کے رشتۂ الفت کے سبب علمائے دیوبند سے قائم شدہ آشنائی کی مروّت، غیرت اور حمیّت کا مطلق لحاظ و خیال نہ کیا بلکہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے گستاخ علمائے دیوبند پر صادر شدہ کفر کے فتوے کی تائید و توثیق فرمائی۔

مولانا عبدالحق الہ آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی کتاب ''المعتمد المستند'' میں علمائے دیوبند کی کتابوں کی گستاخانہ عبارات کی وجہ سے ان پر کفر کا حکم صادر کرنے کو ان الفاظ میں سراہا ہے کہ:۔

"فَقَدُ اِطَّلَعتُ عَلیٰ هٰذِهِ الرِّسَالَةِ الشَّرِيُفَةِ ÷ وَمَا حَوَتُهُ مِنَ التَّحُرِيُرِ الْاَنِيُقِ ÷ وَالتَّقُرِيُرِ الرَّشِيُقِ ÷ فَرَأَيُتُهَا هِيَ الَّتِيُ تَقَرُّ بِهَا الْعَيُنَانِ لَابِغَيُرِهَا ÷ وَهِيَ الَّتِيُ تُصُغِي اِلَيُهَا الْآذَانُ حَيُثُ ظَهَرَ خَيُرُهَا وَمَيُرُهَا"
ترجمہ:۔ ''میں اس شرف والے رسالے پر مطلع ہوا اور وہ خوشنما تحریر اور زیبا تقریر جو اس میں مندرج ہے، دیکھی، تو میں نے اسے ایسا پایا کہ اسی سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں، نہ غیر سے۔ اور وہی ہے جسے کان جی لگا کر سنیں کہ اس کی خوبی اور اس کا فیض ظاہر ہے۔''

حوالہ:۔ ''حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین''

مطبوعہ:۔ رضا اکیڈمی۔ ممبئی۔ سن اشاعت ۲۰۰۹ء، صفحہ:۱۰۴

قارئین کرام غور فرمائیں کہ حضرت مولانا عبد الحق صاحب الٰہ آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان مذکورہ بالا تحریر میں صاف لفظوں میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ **''میں امام احمد رضا کی تحریر یعنی ان کی کتاب ''المعتمد المستند'' دیکھی، تو اسے دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں''** جس کا صاف مطلب یہی ہوا کہ امام احمد رضا محقق بریلوی کی کتاب **''المعتمد المستند''** کہ جس میں علمائے دیوبند کو کافر کہا گیا ہے، اس کتاب کو آپ اتنا زیادہ پسند فرما رہے ہیں کہ اس کتاب کو دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں یعنی علمائے دیوبند پر صادر کیا گیا کفر کا فتوی دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو رہی ہیں۔ بلکہ اس کتاب میں امام احمد رضا محقق بریلوی نے دلائل و براہین کے انبار لگا کر جو علم کے دریا بہائے ہیں، اسے ملاحظہ فرما کر حضرت مولانا عبد الحق صاحب الٰہ آبادی اتنے متاثر ہوئے کہ امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعریف و توصیف میں مندرجہ ذیل الفاظ ارقام فرمائے ہیں کہ:۔

''اَصَابَ صَاحِبُهَا الْعَلَّامَةُ الْبَحْرُ الطَّمْطَامُ ÷ اَلْمِقْوَالُ الْمِفْضَالُ الْمِنْعَامُ ÷ اَلنَّكِرُ الْبَحْرُ الْهُمَامُ ÷ اَلْاَدِيْبُ اللَّبِيْبُ الْقَمْقَامُ ÷ ذُو الشَّرَفِ وَالْمَجْدِ الْمِقْدَامِ ÷

الذَّكِيُّ الزَّكِيُّ الْكِرَامُ ÷ مَوْلَانَا الْفَهَّامَةُ الْحَاجُّ اَحْمَدُ رَضَا خَانُ ÷ كَانَ اللّٰهُ لَهُ اَيْنَمَا كَانَ ÷ وَلَطَفَ بِهِ فِي كُلِّ مَكَانٍ ÷ فِيْمَا بَسَطَ وَحَقَّقَ ÷ وَضَبَطَ وَدَقَّقَ ÷ اَقْسَطَ وَزَعَا ÷ وَاَرْشَدَ وَهَدىٰ ÷ فَيَجِبُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمَرْجِعُ عِنْدَ الْاِشْتِبَاهِ اِلَيْهِ ÷ وَالْمُعَوَّلُ عَلَيْهِ ÷ "

ترجمہ:۔ "اس کے مؤلف علامہ عالم جلیل، دریائے زخار پر گہر، بیسار فضل، کثیر الاحسان، دلیر، دریائے بلند ہمت، ذہین، دانشمند، بحر ناپیدا کنار، شرف وعزت وسبقت والے، صاحب ذکا، ستھرے، نہایت کرم والے، ہمارے مولا، کثیر الفہم، **حاجی احمد رضا خاں** نے کہ وہ جہاں ہو اللہ تعالیٰ اس کا ہو اور ہر جگہ اس کے ساتھ لطف فرمائے۔ **اس تفصیل وتحقیق** وربط وضبط وتدقیق میں **راہ صواب پائی**۔ انصاف کیا اور عدل کیا اور رہنمائی وہدایت کی۔ **تو واجب ہے کہ شبہ کے وقت اسی تحقیق کی طرف رجوع کی** جائے اور اسی پر اعتماد ہو۔"

حوالہ:۔ "حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین"

مطبوعہ:۔ رضا اکیڈمی۔ ممبئی، سن اشاعت ۲۰۰۹ء، صفحہ: ۱۰۴

محافظ کتب حرم، علامہ السید اسمٰعیل خلیل مکّی :۔

علمائے حرمین شریفین کے مبارک ناموں کی دی گئی فہرست میں **محافظ کتب حرم، حضرت علامہ السید اسمٰعیل خلیل مکی** کا اسم شریف **نمبر:٦** پر ہے۔ آپ حرم شریف کے کتب خانہ کے محافظ ونگراں تھے۔ آپ حضرت مولانا عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر مکی کے شاگرد علاوہ ازیں پیر طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے اجلّہ خلفاء میں سے تھے۔ آپ کا شمار مکّہ معظّمہ کے معتمد، معتبر اور صف اول کے علماء میں ہوتا ہے۔ حضرت علامہ السید اسمٰعیل خلیل مکی کے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ساتھ گہرے تعلقات اور مراسم تھے۔ گاہ گاہ آپ حاجی صاحب کے دولت کدہ پر تشریف لے جاتے تھے۔ بالخصوص ایّام حج میں ہندوستان سے آئے ہوئے حجاج کرام جو حاجی صاحب کے مریدین، محبین ومتوسلین ہونے کی وجہ سے حاجی صاحب کے مہمان ہوتے تھے اور حاجی صاحب کے مکان پر ٹھہرتے تھے، ان کے ساتھ علامہ سید اسمٰعیل خلیل مکی کی اچھی خاصی جان پہچان تھی اور بالخصوص علماء زائرین کے ساتھ بھی تعارف وواقفیت تھی۔ لہذا وہ بھی حاجی صاحب کے خاص مہمان اور خلفاء مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے تھے۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ ہندوستان سے آئے ہوئے علمائے دیوبند ایک اہم دینی ادارہ سے تعلق رکھنے والے اور شہرت یافتہ علماء ہیں، جن کا ایک بڑے طبقہ وگروہ پر اثر ہے۔

لیکن احقاق حق اور ابطال باطل کے معاملے میں علامہ السید اسمٰعیل خلیل مکی نے

علمائے دیوبند کے جبّہ و دستار اور ان کی شہرت کا مطلق لحاظ نہ فرمایا بلکہ ایک ہی مرشد اجازت کے خلفاء ہونے کی مروت کی نرمی نہ برتی۔ حکم شریعت کی تعمیل میں تعلقات و مراسم کی قطعاً پرواہ نہ کی اور علمائے دیوبند کے خلاف کفر کے فتوے **"حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین"** کی کھلے لفظوں میں تائید و توثیق فرماتے ہوئے یہاں تک ارقام فرمایا کہ:۔

"لَا شُبْهَةَ فِیْ کُفْرِهِمْ بِلَا مَجَالٍ ÷ بَلْ لَا شُبْهَةَ فِیْمَنْ شَکَّ بَلْ فِیْمَنْ تَوَقَّفَ فِیْ کُفْرِهِمْ بِحَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ"
حوالہ:۔ "ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، نہ شک کی مجال۔ بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح، کسی حال میں، انہیں کافر کہنے میں توقف کرے، اس کے کفر میں بھی شبہ نہیں۔"
حوالہ:۔ "حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین" مطبوعہ:۔ رضا اکیڈمی۔ ممبئی۔ سن اشاعت ۲۰۰۹ء، صفحہ: ۱۰۷

▣ تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھنے والی گواہی:۔

۱۳۰۲ھ میں مکتبۂ فکر دیوبند کے چار (۴) اہم مفتیوں نے محفل میلاد کو ناجائز، گناہ اور رسم ہنود کی رسوم کا فتوٰی دیا۔ اس فتوے نے مسلمانوں میں اختلاف و انتشار کا بیج بویا۔ اس فتوے کے رد و ابطال اور میلاد و فاتحہ کے جواز کے ثبوت میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مرید و خلیفہ، عالم ربانی حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب **"بیدلؔ"**

رامپوری ثم سہارنپوری المتوفی ۱۳۱۸ھ نے دلائل و براہین سے لبریز معتبر کتاب **"انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ"** کے نام سے تصنیف فرمائی۔ اس کتاب کے جواب میں مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے مرید خاص مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے **"البراہین قاطعہ علیٰ ظلام انوار ساطعہ"** کتاب شائع کرائی۔

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری المتوفی ۱۳۱۵ھ اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے درمیان دوستانہ تعلقات تھے۔ جب مولوی انبیٹھوی کی کتاب "البراہین قاطعہ" چھپ کر منظر عام پر آئی، تب مولوی انبیٹھوی مدرسۂ عربیہ، ریاست بھاولپور (پاکستان) میں مدرس اول کے عہدے پر فائز تھے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے براہین قاطعہ کتاب دیکھی تو انہیں بڑا صدمہ ہوا اور اپنے دوست انبیٹھوی کو سمجھانے کے لئے بہ نفس نفیس بھاولپور تشریف لے گئے۔ مگر انبیٹھوی صاحب نہ مانے اور اپنی ضد پر قائم رہے۔ لہذا حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے درمیان شوال ۱۳۰۶ھ میں بمقام بھاولپور (پاکستان) میں نواب بھاولپور کی نگرانی میں مناظرہ ہوا۔ مناظرہ کے حکم اور فیصل بھاولپور کے نواب کے پیر و مرشد، پیر طریقت، شیخ المشائخ **حضرت خواجہ غلام فرید صاحب**، سجادہ نشین خانقاہ چاچڑا شریف تھے۔ اس مناظرہ میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو شکست فاش ہوئی اور مناظرہ کے حکم نے یہ فیصلہ سنایا کہ

"انبیٹھوی صاحب اپنے معاونین کے ساتھ وہابی اور اہلسنت سے خارج ہیں"

اس فیصلہ کے بعد مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو بھاولپور سے چلے جانے کا حکم نواب صاحب نے سنا دیا اور ان کا خارجہ کر دیا۔ اس مناظرہ کی مکمل اور تفصیلی روداد

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے ''**تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل**'' کے نام سے لکھی اور کتابی شکل میں شائع کی۔ پھر اس کتاب کا عربی ترجمہ کیا اور حرمین شریفین کے علماء سے تصدیقات وتقریظات لکھوائیں۔ متعدد علمائے حرمین شریفین نے اس کتاب کو اپنی تقریظات سے مزیّن فرمایا۔ جن میں مندرجہ ذیل نام قابل توجہ و التفات ہیں:۔

(۱) شیخ الدلائل حضرت مولانا **عبدالحق الہ آبادی**

(۲) شیخ المشائخ، پیر طریقت **حاجی امداداللہ** صاحب مہاجر مکی

(۳) اعلم علماء مکہ معظّمہ، پایۂ حرمین شریفین **حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی**، مہاجر مکی، اساتذۂ مدرسۂ صولتیہ، مکہ معظّمہ

(۴) حضرت علامہ **شیخ کمال مکی**۔

▣ مندرجہ بالا چار (۴) حضرات نے علامہ غلام دستگیر قصوری کی کتاب ''**تقدیس الوکیل**'' میں مذکور علمائے دیوبند کے کفریات کی وجہ سے ان پر نافذ شرعی حکم کی تائید فرمائی ہے بلکہ شیخ کمال مکی نے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کو ''**زندیق**'' (یعنی بے دین، کافر) لکھا ہے۔

▣ علاوہ ازیں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کہ جن سے متعدد دیوبندی عالموں نے علم دین سیکھا ہے۔ دیوبند کے اکابر علماء نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی علمی جلالت و بزرگی کا اقرار کیا ہے۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے لکھا ہے کہ:۔

''اس آخری وقت میں اب مولوی رحمت اللہ صاحب تمام علمائے مکہ پر فائق اور باقرار علمائے مکہ اَعْلَمُ ہیں۔''

حوالہ:۔ ''البراہین قاطعہ''، مصنف:۔مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مصدقہ:۔مولوی رشید احمد گنگوہی

(۱) ناشر:۔کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، صفحہ:۲۶۵(پرانا ایڈیشن)

(۲) ناشر:۔مدرسۂ امداد الاسلام۔میرٹھ، صفحہ:۲۶۳

(۳) ناشر:۔کتب خانہ امدادیہ، دیوبند، صفحہ:۵۲۵(جدید ایڈیشن)

حل لغت:-

- **فائق=** فوقیت رکھنے والا، بڑھا ہوا، برتر، ممتاز، اعلیٰ، معزز
(حوالہ:۔فیروز اللغات، صفحہ:۹۲۳)

- **اَعْلَمُ =** بہت جاننے والا، بہت بڑا عالم (حوالہ:۔فیروز اللغات، صفحہ:۱۰۱)

مندرجہ بالا اقتباس اور حل لغت سے ثابت ہوا کہ بقول مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی:۔

''مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی تمام علمائے مکہ سے فوقیت رکھنے والے، اعلیٰ، معزز اور ممتاز عالم ہیں اور تمام علمائے مکہ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔''

اب آیئے! جس مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کو مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی تمام علمائے مکہ پر ''فائق'' اور تمام علمائے مکہ سے ''اعلم'' یعنی

زیادہ جاننے والے کہہ کر ان کی علمی جلالت کا لوہا مان رہے ہیں اور ان کی علمی صلاحیت و استعداد کا اعتراف و اقرار کر کے ان کی اعلیٰ علمی شان رفیع کے گیت گا رہے ہیں، وہی مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب مولوی رشید احمد گنگوہی اور ان کے چیلے چپاٹوں کے لئے کیا فرماتے ہیں؟ وہ مندرہ ذیل دو (۲) اقتباسات میں ملاحظہ فرمائیں:۔

اقتباس نمبر:۱

"علمائے مدرسۂ دیوبند کی تحریر و تقریر بطریق تواتر مجھ تک پہونچی ہے۔ تمام افسوس سے کہنا پڑتا ہے اور چپ رہنا خلاف دیانت سمجھا گیا۔ سو کہتا ہوں کہ میں جناب مولوی رشید کو رشید سمجھتا تھا، مگر میرے گمان کے خلاف اور ہی نکلے۔ جس طرف آئے اس طرف ایسا تعصب برتا کہ اس میں ان کی تقریر اور تحریر دیکھنے سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے۔"

حوالہ:۔ "تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل"
مصنف :۔ مولانا غلام دستگیر قصوری، مطبوعہ :۔ نوری بک ڈپو، لاہور، پاکستان۔ صفحہ نمبر:۴۴۷

حلّ لغت :-

رشید = ہدایت یافتہ، تعلیم یافتہ، تربیت یافتہ، سیدھی راہ دکھانے یا پانے والا

(حوالہ:۔ فیروز اللغات، صفحہ:۱۱۷)

یعنی حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کو ''نارشید'' یعنی غیر ہدایت یافتہ اور سیدھی راہ سے بے خبر کہہ کر مولوی رشید احمد کی حقیقت عیاں فرمارہے ہیں۔

اقتباس نمبر:۲

''میں تو ان امور کو ظاہر و باطن میں بہت برا سمجھتا ہوں اور اپنے محبین کو منع کرتا ہوں کہ حضرت مولوی رشید کے اور ان کے چیلے چانٹوں کے ایسے ارشادات نہ سنیں۔''

حوالہ:۔ **''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل''** مصنف:۔ مولانا غلام دستگیر قصوری، مطبوعہ:۔نوری بک ڈپو، لاہور، پاکستان۔ **صفحہ نمبر:۴۵۱**

قارئین کرام! غور فرمایئے۔حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ و الرضوان نے مذکورہ بالا کتاب **''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل''** **۱۳۰۶ھ** میں اردو میں تصنیف فرمائی۔ پھر **۱۳۰۸ھ** میں اس کا عربی میں ترجمہ فرمایا اور **۱۳۰۸ھ** میں ہی اس عربی ترجمہ کو علمائے مکہ اور مدینہ کی خدمت میں پیش فرمایا۔ علمائے مکہ نے مولانا غلام دستگیر قصوری کی کتاب کو بغور مطالعہ فرمایا۔ اس کتاب میں مولانا غلام دستگیر قصوری نے علمائے دیوبند کے کفریات کا رد بلیغ فرمایا ہے۔ قارئین کرام کو حیرت ہوگی کہ اس کتاب پر علمائے دیوبند کے پیر و مرشد حاجی **امداد اللہ مہاجر مکی** نے بھی دستخط فرما کر اس کتاب کی تائید و توثیق فرمائی ہے۔

کفر کے فتوے کے تعلق سے اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، امام **احمد رضا محقق بریلوی** کے خلاف واویلا مچا کر اپنا سر پیٹ پیٹ کر مکر و فریب کا رونا رونے والوں سے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ تمہارے رونے پیٹنے سے تاریخ ہرگز مسخ نہ ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی کی کتاب "**المعتمد المستند**" کی تائید میں علمائے حرمین شریفین نے "**حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین**" کے نام سے جو تاریخی فتویٰ دیا ہے، وہ فتویٰ سن ہجری ۱۳۲۴ھ میں دیا گیا ہے۔ جبکہ تقدیس الوکیل کتاب پر علمائے مکہ نے ۱۳۰۸ھ میں علمائے دیوبند کے کفریات کے خلاف دستخط فرمائے ہیں۔ یعنی "**حسام الحرمین شریفین**" کے فتوے کے پندرہ سال پہلے ہی علمائے مکہ اور علمائے دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداداللہ مہاجر مکی نے علمائے دیوبند کے صریح کفریات کے خلاف دستخط فرما کر انہیں "**زندیق**"، **غیر ہدایت یافتہ، سیدھی راہ سے بے خبر** وغیرہ لکھ کر حکم شرعی بیان فرما دیا ہے۔ کیا ۱۳۰۸ھ میں علمائے دیوبند کے خلاف فتویٰ دینے والے علمائے مکہ اور حاجی امداداللہ مہاجر مکی بھی بریلوی تھے؟

الحاصل......

علمائے حرمین شریفین نے "**حسام الحرمین**" کے نام سے علمائے دیوبند پر ان کے کفریہ عقائد کی وجہ سے جو کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے، وہ بالکل صحیح، حق، بروقت، برمحل، وہ نہایت تحقیق و تفتیش، معتبر چھان بین، گہری جانچ پڑتال، مُدقق تصدیق، عمیق جستجو کے بعد حاصل شدہ یقین کامل اور بیّن شہادت کی روشنی میں ہی دیا ہے۔ کسی کے کہنے یا اکسانے پر، کسی کی غلط بیانی پر اعتماد و بھروسہ کرنا، کتاب کی عبارت کے عربی ترجمہ میں

خیانت، دھوکہ دہی، فریب کاری وغیرہ کا قطعاً کوئی امکان ہی نہیں۔ بلکہ علمائے مکہ مثلاً حضرت **علامہ صالح کمال** مفتی مکہ مکرمہ اور **شیخ الدلائل علامہ شیخ عبدالحق الہ آبادی** مہاجر مکی نے تو ''**حسام الحرمین**'' کے فتوے کے **پندرہ سال پہلے** یعنی **۱۳۰۸ھ** میں حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری کی کتاب ''**تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل**'' پر تقریظ اور مہر ثبت فرما کر علمائے دیوبند کی ضلالت اور گمراہی پر شرعی حکم نافذ فرمایا ہے۔ یعنی دونوں حضرات یعنی **علامہ صالح کمال** اور **علامہ عبدالحق الہ آبادی** نے **۱۳۲۳ھ** میں علمائے دیوبند کے کفریات پر صادر شدہ فتوے ''**حسام الحرمین**'' پر بھی دستخط فرمائے ہیں۔

ایک اہم امر کی طرف بھی قارئین کرام کی توجہ ملتفت کرنا نہایت ضروری ہے کہ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری کی کتاب ''**تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل**'' پر علمائے دیوبند کے پیرومرشد **حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی** نے بھی تقریظ ارقام فرما کر علمائے دیوبند کی ضلالت و گمراہیت پر مہر ثبت فرما کر ایک تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب شرعی فیصلوں اور فتاوی پر تقریظ وتوثیق کے معاملہ میں ہمیشہ **شیخ الدلائل علامہ عبدالحق صاحب الہ آبادی** سے مشورہ کرتے تھے اور مولانا عبدالحق صاحب کی رائے پر ہی عمل کرتے تھے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری کی معرکۃ آراء کتاب ''**تقدیس الوکیل**'' پر تقریظ لکھنے سے پہلے حاجی امداد اللہ صاحب نے اپنے اہم مشیر خاص حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے مشورہ کیا تھا اور مولانا عبدالحق صاحب نے ''**تقدیس الوکیل**'' پر جو مفصل تقریظ تحریر فرمائی ہے۔ اس تقریظ کے نیچے حاجی صاحب نے حسب ذیل تحریر لکھی ہے:۔

''تحریر بالا صحیح اور درست ہے اور مطابق اعتقاد فقیر کے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے کاتب کو جزائے خیر دے۔''

بے سبب گر عزیما موصول نیست
قدرت از عزل سبب معزول نیست

= محمد امداد اللہ فاروقی =

حوالہ:۔ **''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل''** مصنف:۔ مولانا غلام دستگیر قصوری، مطبوعہ:۔ رضا اکیڈمی، ممبئی، سن اشاعت ۲۰۱۲ء، **صفحہ نمبر: ۴۷۸**

حاجی امداد اللہ صاحب کی مندرجہ بالا تحریر سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حاجی صاحب نے **''تقدیس الوکیل''** کتاب کی تائید و توثیق میں حضرت مولانا عبدالحق الہ آبادی نے جو کچھ بھی تحریر فرمایا ہے، اسے اپنا خود کا اعتقاد ہونے کی وجہ سے صحیح و درست فرمایا ہے۔ یعنی فرقۂ ناجیہ اہلسنت و جماعت کے عقائد حقہ کی صداقت اور فرقۂ ناریہ وہابی دیوبندی جماعت کے عقائد باطلہ کی ضلالت، جو مولانا غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب **''تقدیس الوکیل''** میں بیان فرمائی ہے اور اس کتاب میں شیخ الدلائل حضرت مولانا **عبدالحق صاحب الہ آبادی** نے جو مفصل تقریظ تحریر فرمائی ہے، اسے علمائے دیوبند یعنی مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی کے پیر و مرشد حاجی **امداد اللہ مہاجر مکی** قبول و منظور رکھ کر تقریظی دستخط فرماتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ **''تحریر بالا درست اور صحیح ہے اور میرے اعتقاد کے مطابق ہے۔''**

بلکہ عقائد باطلہ وہابیہ دیوبندیہ کے رد وابطال میں اور عقائد اہلسنت و جماعت کی حقانیت اور صداقت کی تائید میں **حضرت مولانا عبدالحق صاحب الہ آبادی** نے جولکھا ہے، وہ حاجی صاحب کے عقائد کے مطابق وموافق ہونے کی وجہ سے حاجی صاحب کو اتنا پسند آیا کہ خوش ہوکر مولانا عبدالحق صاحب کے لئے یہ ارشاد فرمایا کہ **اللہ تعالیٰ اس تحریر کے لکھنے والے کو جزائے خیر دے۔**

''تقدیس الوکیل'' کتاب کی تقریظ میں حاجی صاحب کا دستخط فرمانا اور مندرجہ بالا مختصر بلکہ جامع تحریر لکھنا درحقیقت **علمائے دیوبند اور ان کے معتقدین کے منہ پر گرما گرم طمانچہ ہے۔** بلکہ علمائے دیوبند کے بے قصور ہونے کا واویلا مچا کر سر پیٹنے والے نوحہ بازوں کے لئے **''چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے''** کا مقام ہے کہ جن علمائے دیوبند کی توبیخ وتنقیص کا جرم **امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلاف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کررہے ہیں، انہیں کے دیوبندی علماء کو خود ان کے پیرومرشد نے نمک آلودہ ہنٹر سے پھٹکار کر پیٹھ اُدھیڑ کر لہولہان کر کے رکھ دیا ہے۔

۱۳۰۸ھ میں علمائے دیوبند کے پیرومرشد حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی نے اپنے مشیر خاص مولانا عبدالحق صاحب الہ آبادی سے تبادلۂ خیال، رائے اور مشورہ کے بعد ان سے اتفاق و اتحاد کرتے ہوئے حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری کی کتاب **''تقدیس الوکیل''** کی تقریظ کرتے ہوئے دستخط فرمائے، وہ حاجی صاحب اگر ۱۳۲۳ھ

میں بقید حیات ہوتے، تو ضرور ضرور ضرور وہ علمائے دیوبند پر صادر کفر کے فتوے ''حسام الحرمین'' پر بھی دستخط فرما دیتے کیونکہ ''**حسام الحرمین**'' پر **علامہ عبدالحق صاحب الٰہ آبادی** کے دستخط ہیں۔ مولانا عبدالحق صاحب الٰہ آبادی اور حاجی امداداللہ کے تعلقات **لازم و ملزم** جیسے گہرے تھے۔ بلکہ سنگین دینی معاملات میں وہ دونوں ہمیشہ **چولی دامن کا ساتھ** کی طرح ایک دوسرے کا ساتھ نبھاتے تھے۔ مگر سوئے اتفاق سے حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی **۱۲/ جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ** کے دن مکہ معظّمہ میں رحلت فرما گئے۔ اگر وہ ۱۳۲۳ھ میں زندہ ہوتے، تو ''حسام الحرمین'' پر بھی ان کے دستخط ضرور ہوتے اور ان کے دستخط کی روشنائی (Ink) علمائے دیوبند بلکہ پوری دنیائے دیوبندیت و وہابیت کے لئے چہرے پر **کالک کا ٹیکا لگنا** ثابت ہوتی۔ مگر مشیئت الٰہی کو کچھ اور ہی منظور تھا اور حاجی صاحب ۱۳۱۷ھ میں ہی انتقال فرما گئے۔

المختصر! علمائے مکہ معظّمہ اور علمائے مدینہ منورہ نے ''**حسام الحرمین**'' کے نام سے کفر کا جو فتوٰی دیا ہے، وہ بلا سبب اور اعلٰی حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی کے دھوکہ دینے کی وجہ سے نہیں دیا بلکہ شرعی شواہد اور معتبر ثبوت کی روشنی میں براہین و دلائل کا کامل یقین اور تحقیق کے ساتھ دیا ہے۔ علاوہ ازیں علمائے مکہ معظّمہ علمائے دیوبند سے ناواقف تھے اور ناواقفیت کی وجہ سے انہیں عوامی سطح کے غیر معروف ملّا نے سمجھ کر فتوٰی نہیں دیا بلکہ ۱۳۲۳ھ کے پندرہ سال پہلے سے وہ مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی خلیل احمد

انبیٹھوی کو جانتے تھے۔انہیں کی کتاب **''براہین قاطعہ''** کے ردوابطال میں حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری کی تاریخی کتاب ''تقدیس الوکیل'' پر تقریظ لکھتے وقت سے وہ ان دونوں دیوبندی اکابر کو جانتے تھے اور جب ۱۳۲۳ھ میں اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مجدّد دین وملت، **امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان نے علمائے دیوبند کی کتابوں کی کفریہ عبارات میں مرقوم گستاخی رب العالمین جل جلالہ اور توہین انبیاء و مرسلین کے تعلق سے **''المعتمد المسند''** سے استفسار کیا۔تب علمائے مکہ معظّمہ کے صف اول کے معتمد علماء مثلاً **مفتی مکہ معظّمہ حضرت صالح کمال مکی** اور **شیخ الدلائل حضرت علامہ عبدالحق صاحب الہ آبادی** کی پختہ یادداشت میں مولوی گنگوہی اور مولوی انبیٹھوی کے نام اُبھر کر سطح ذہن میں آئے کہ یہ تو وہی پرانے گستاخ اور بے ادب ملّانے ہیں، جن کے خلاف آج سے پندرہ (۱۵) سال پہلے یعنی ۱۳۰۸ھ میں **''تقدیس الوکیل''** نام کی کتاب میں ہم نے تقریظ لکھی ہے اور ان کو **''زندیق''** تک لکھا ہے۔اور اب پندرہ سال کا عرصہ گزرنے پر بھی یہ پرانے خرانٹ اپنی حرکتوں اور سیاہ کرتوتوں سے باز نہیں آئے۔ سدھرنے کے بجائے خطرناک انداز سے بگڑتے جا رہے ہیں۔بھولے بھالے مؤمن بھائیوں کے ایمان کے ساتھ کھلواڑ کر رہے ہیں۔بے خبر بھولے بھالے مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی مذموم حرکتیں کرتے ہیں۔بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گھنونی قسم کی توہینیں اور بے ادبیاں کر کے دائرۂ اسلام و ایمان سے خارج ہو کر تازیانہ اور

سرزنش کے لائق ہیں۔ لہذا اب ان کے خلاف سخت شرعی حکم نافذ کرنا وقت کی اہم ضرورت اور حالات حاضرہ کا لازمی تقاضا ہے۔ لہذا علمائے حرمین شریفین میں سے وہ جیّد علماء کہ جو اردو زبان سے واقفیت رکھتے تھے اور جو تمام علمائے حرمین شریفین کی نظروں میں مقبول، معتبر، معتمد اور صف اول کے علماء میں جن کا شمار ہوتا تھا مثلاً **شیخ الدلائل حضرت علامہ عبدالحق صاحب الٰہ آبادی** وغیرہ نے علمائے دیوبند کی اردو کتابوں کی کفریہ عبارات کے معنی، مطلب، مقصد، مراد، سیاق وسباق کو سمجھا، ان کفری عبارات کے ضمن میں آپس میں تبادلۂ خیال کی نشستیں منعقد کیں، علمی مباحث و مذاکرے کئے اور بالآخر باتفاق رائے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیباک گستاخ اور جری بے ادب علمائے دیوبند پر قرآن وحدیث کی روشنی میں شرعی حکم صادر فرماتے ہوئے انہیں کافر ومرتد کہا اور یہاں تک حکم نافذ فرمایا کہ **"مَنْ شَکَّ وَتَوَقَّفَ فِیْ کُفْرِھِمْ وَعَذَابِھِمْ فَقَدْ کَفَرَ"**

ترجمہ:۔ **''جو ان کے کافر ہونے میں اور ان پر عذاب ہونے میں شک کرے یا توقف کرے، وہ بھی کافر ہے۔''**

’’درد ہونا پیٹ میں اور کوٹنا سر کو یعنی دروغ گوئی کا رونا اور واویلا‘‘

حقیقت سے نا آشنا بھولے بھالے عوام المسلمین کو دھوکہ دینے کی فاسد غرض سے گمنام اور لا پتہ نام نہاد تنظیم **’’جمیعۃ اہل حق جموں وکشمیر‘‘** کا شائع کردہ کتابچہ **’’بریلوی جماعت کا تعارف اوران کے فتوے‘‘** میں گپ زنی کا ایک ایسا ریکارڈ (Record) قائم کیا ہے کہ جو شاید ہی کبھی ٹوٹے۔ امام عشق ومحبت، مجدد دین وملت، **امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلاف دل کی بھڑاس نکالنے میں دروغ گوئی، کذب بیانی اور الزام تراشی کا فراخ دلی سے کام لیا ہے۔ حالانکہ کتاب کے بزدل اور نامرد مصنف نے اپنا نام بد اور اسم ذلیل خفیہ رکھا ہے، لہذا ہم اسے **’’پردہ نشین مصنف‘‘** کے لقب سے ملقب کرتے ہیں۔ اس پردہ نشین مصنف نے کذب ودروغ کی تمام سرحدیں عبور کرتے ہوئے بے تکُے تار کے ایسے بے ڈھنگے سُر آلاپے ہیں کہ انہیں عالمی پیمانے کا رئیس الکاذبین، سرخیل دروغ گویاں، جھوٹ کا پتلا، جھوٹ کی پوٹ، ملک المکذبین کہ جو جھوٹ نہ بولے تو پیٹ ابھر جائے۔ اپنی کذب بیانی سے بھولے بھالے قارئین کو اپنے دام فریب میں پھانسنے کے لئے جملوں کی مکارانہ بندش اور الفاظ کی ہیرا پھری کے فریبی جال بچھا کر، سطح ذہن پر غلط فہمی کی فضا قائم کرنے کی مہارت تامہ کا مظاہرہ کرتے

ہوئے، اپنے آٹھ ورقی کتابچہ میں کذب صریح کی بھر مار کر رکھی ہے۔

سیاسی، مذہبی اور سماجی اعتبار سے شہرت یافتہ اشخاص کو آگے دھر کر ان کی شہرت کی آڑ میں عوام کی ہمدردی حاصل کرنے کی غرض سے چار، چھ سطروں کے فقرے لکھ کر اور اس کے اوپر سرخی باندھ کر لکھ دیا کہ **''ان پر کفر کا فتویٰ''** اور ان تمام فتاوٰی کی ذمہ داری امام عشق و محبت، مجدد دین وملت، **امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان کے سر پر تھوپ دی۔

''بریلوی جماعت کا تعارف اور ان کے فتوے'' کتابچہ ایسے خطرناک دھوکہ دہی انداز میں لکھا گیا ہے کہ حقیقت سے ناواقف اور ناآشنا حضرات غلط فہمی کا شکار ہو کر اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا محقق بریلوی کے خلاف غلط نظریہ قائم کر کے بیجا طور پر مخالف بن جائیں۔ اس کتابچہ کے پردہ نشین مصنف نے مضحکہ خیز طریقے سے حوالے نقل کر کے کہیں کی بات کہیں پر چسپاں کر کے زید کے ارتکاب سے عمرو کو مجرم اور قصوروار ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کتابچہ کی چند سرخیاں ذیل میں پیش خدمت ہیں:۔

- **ڈاکٹر اقبال پر کفر کا فتویٰ** (حوالہ:۔ تجانب اہلسنت، صفحہ: ۲۸۹، ۳۳۴)
- **سرسید احمد خاں پر کفر کا فتویٰ** (حوالہ:۔ تجانب اہلسنت، کوئی صفحہ نمبر نہیں)
- **علامی شبلی نعمانی پر کفر کا فتویٰ** (حوالہ:۔ تجانب اہلسنت، صفحہ: ۲۸۹)
- **الطاف حسین حالی پر کفر کا فتویٰ** (حوالہ:۔ تجانب اہلسنت، صفحہ: ۸۶، ۸۷)
- **قائداعظم مسٹر جناح پر کفر کا فتویٰ** (حوالہ:۔ تجانب اہلسنت، صفحہ: ۱۲۲)
- **خواجہ حسن نظامی پر کفر کا فتویٰ** (حوالہ:۔ تجانب اہلسنت، صفحہ: ۱۴۶، ۱۵۰، ۱۶۰)

- **اہل حدیث علماء پر کفر کا فتویٰ** (حوالہ:۔ حسام الحرمین، صفحہ:۱۳۳)
- **علماء دیو بند پر کفر کا فتویٰ** (حوالہ:۔ عرفان شریعت، حصہ:۲، صفحہ:۲۹)

مندرجہ بالا سرخیاں قائم کر کے ہر سرخی کے نیچے چار، چھ سطر کا فقرہ لکھ کر ادھر اُدھر کی گپیں ہانکی ہیں۔ ان تمام اکاذیب کا مقصد صرف اور صرف امام عشق و محبت، اعلیٰ حضرت، **امام احمد رضا محقق بریلوی** کے دامن بے عیب کو داغدار کر کے آپ کی شخصیت کو مجروح کرنا ہے۔ علاوہ ازیں مذکورہ بالا اشخاص کی ہمدردی جتا کر ان اشخاص کے متعلقین و متوسلین افراد سے داد و تحسین حاصل کرنا اور در پردہ ان کا تعاون و تائید حاصل کر کے ان سب کو بھی امام احمد رضا محقق بریلوی کا مخالف بنا دینا ہے۔

لہذا......

"بریلوی جماعت کا تعارف اور ان کے فتوے" کتابچہ کے **پردہ نشین مصنف** کی عیاری و مکاری وفریب دہی کا پردہ چاک کرنے کے لئے ہمدردی جتائے گئے مذکورہ بالا اشخاص میں سے ہر ایک کی انفرادی حقیقت وحیثیت کا انکشاف ہر ایک کی کتاب میں مذکور ومسطور اقوال واحوال کے ساتھ الگ الگ سرخی کے ضمن میں تفصیلاً منکشف کرتے ہیں۔

"کتاب تجانب اہلسنت"

پردہ نشین مصنف نے بے وقعت کتابچہ کی ابتداء میں بریلی شہر اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی کا مختصر تعارف لکھ کر کذب و دروغ پر مشتمل تمہید لکھ کر زہر اگلا ہے اور یہاں تک لکھ ڈالا کہ:۔

''مولانا (احمد رضا) موصوف نے اپنی زندگی کا مقصد یہی بنایا کہ تکفیر کی مشین گن چالو کردی......... جہاں کوئی شخص اللہ کے دین کا فکر کرتا ہے، یا خاتم النبین محمد ﷺ کے مشن کی آبیاری کے لئے کوشش کرتا ہے یا اولیائے کرام وعلمائے دین کے نقش قدم پر چل کر دین کی محنت کرنے لگتا ہے، اس پر کفر کا گولہ داغ دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے فتوں کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

اس طرح کی جھوٹی تمہید باندھ کر اس کے ضمن میں چند مشہور و معروف اشخاص کا نام لکھ کر ان پر کفر کا فتویٰ دینے کا رونا رویا گیا ہے اور جن اشخاص پر کفر کا فتویٰ دیئے جانے کا واویلا مچایا ہے، اس کے ثبوت میں ''**تجانب اہلسنت**'' کتاب کا حوالہ درج کیا گیا ہے۔

حقیقت سے ناواقف تو یہی سمجھے گا کہ ''**تجانب اہلسنت**'' کتاب اعلیٰ حضرت امام احمد رضؔا محقق بریلوی کی تصنیف فرمودہ کتاب ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضؔا نے اپنی کتاب ''تجانب اہلسنت'' میں مذکورہ بالا اشخاص کو کافر لکھا ہے۔

پردہ نشین مصنف نے اپنے کتابچہ میں جس ''تجانب اہلسنت'' کا ذکر کیا ہے، اس کے مصنف کا نام کہیں بھی نہیں لکھا۔ تاکہ لوگ دھوکہ کھا کر اس کتاب کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضؔا محقق بریلوی کی کتاب سمجھیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس ''تجانب اہلسنت'' کے حوالے درج کر کے پردہ نشین مصنف نے جو آٹھ ورقی کتابچہ لکھا ہے، اس کا پورا نام ''**تَجَانِبُ اَهْلِ السُنَّةِ عَنْ اَهْلِ الْفِتْنَةِ**'' ہے اور اس کتاب کا تاریخی نام ''**اِجْتِنَابُ اَهْلِ السُّنَّةِ عَنْ اَهْلِ الْفِتْنَةِ**'' (۱۳۶۱) ہے۔ اور اس کتاب کے مصنف

کا نام حضرت علامہ ومولانا **مفتی محمد** طیب صاحب **صدیقی داناپوری** علیہ الرحمۃ والرضوان ہے۔ یہ کتاب **۱۳۶۱ھ** میں لکھی گئی ہے۔ جبکہ امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا محقق بریلوی کا **سن وفات ۱۳۴۰ھ** ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ کتاب ''تجانب اہلسنت'' اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محقق بریلوی کے دنیا سے **پردہ فرمانے کے اکیس (۲۱) سال (21,years) کے بعد لکھی گئی ہے**۔ لہذا اس کتاب کو اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت کی کتاب قرار دینا سراسر جھوٹ، چھل، فریب، دھوکہ بازی اور تاریخ کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔

حضرت مولانا محمد طیب صاحب داناپوری کا صرف اتنا ہی تعارف کافی ہے کہ وہ مظہر اعلیٰ حضرت، شیر بیشۂ اہلسنت، ابوالفتح، مناظر اعظم اہلسنت، **حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب** لکھنوی ثم پیلی بھیتی کے شاگرد رشید تھے۔ ایک ذی وقار عالم، مقرر، مناظر اور مصنف کی حیثیت سے اہلسنت کے عوام وخواص میں احترام وادب کا مقام انہیں حاصل تھا۔

خیر! حاصل کلام صرف یہی ہے کہ ''تجانب اہلسنت'' کتاب ہرگز امام احمد رضا محقق بریلوی کی تصنیف نہیں، لہذا اس کتاب میں مرقوم باتوں کی ذمہ داری امام احمد رضا محقق بریلوی کے سر پر تھوپی نہیں جاسکتی اور اس کتاب کے حوالے درج کر کے امام احمد رضا محقق بریلوی پر کسی قسم کا الزام عائد کرنا سراسر ناانصافی اور خلاف عدل ودیانت ہے۔

لیکن......

اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ جب کتاب ''تجانب اہلسنت'' امام احمد رضا محقق

بریلوی کی نہیں، تو اس مندرج احکام غیر صحیح اور غلط ہیں۔ نہیں ....نہیں...... **بیشک**
''تجانب اہلسنت'' کتاب میں اس کے مصنف **حضرت مولانا محمد طیب داناپوری صاحب**
نے جو لکھا ہے، وہ حقائق و دلائل کی روشنی میں ہی لکھا ہے۔ نام نہاد قائدین اور رہبران
ملت اسلامیہ کے خلاف جو شرعی احکام نافذ فرمائے ہیں، وہ سنی سنائی اور کہتا تھا اور کہتی
تھی، جیسی ضعیف و لاغر شہادت پر مبنی نہیں بلکہ ان کی تصنیف کردہ کتب کے ٹھوس حوالوں
سے لکھا ہے۔ جو کفریات اور ضلالت کے جملے انہوں نے اپنی کتابوں میں نری بکواس،
توہین، گستاخی، بے ادبی اور شریعت مطہرہ کے خلاف لکھے ہیں، ان پر شرعی گرفت فرمائی
ہے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں ان پر شرعی احکام صادر فرمائے ہیں۔ جس کا صحیح
اندازہ تو قارئین کرام کو ذیل میں شروع ہونے والے **''کس نے کیا لکھا؟ اور کونسی کتاب
میں لکھا؟''** عنوان کے تحت مرقوم تفصیلی وضاحت کے مطالعہ سے ہو جائے گا۔

کس نے کیا لکھا؟ اور کونسی کتاب میں لکھا؟

پردہ نشین مصنف کے آٹھ ورقی کتابچہ میں جن پر کفر کا فتویٰ دینے کا واویلا
مچا کر پیٹ، سر اور پورا جسم پیٹا گیا ہے، اس کتابچہ میں ذیل میں مرقوم اشخاص کے لئے
ہمدردی کا رونا رویا گیا ہے:۔

**● مولوی نذیر احمد دہلوی (اہلحدیث) ● مولوی قاسم نانوتوی ● مولوی
رشید احمد گنگوہی ● مولوی اشرف علی تھانوی ● مرزا غلام احمد قادیانی ● سرسید احمد**

خاں علی گڑھی ● شبلی نعمانی اعظم گڑھی ● الطاف حسین حالی ● خواجہ حسن نظامی ● محمد علی جناح ● ڈاکٹر محمد اقبال وغیرہ ناموں کا ذکر کیا ہے۔

مذکورہ اشخاص میں سے علامہ ڈاکٹر اقبال کے سوا تمام کے تمام عقائد باطلہ وہابیہ یا نیچریہ یا الحادیہ کے حامل تھے۔ جس کا ثبوت ہم مذکورہ بالا اشخاص کی ہی لکھی ہوئی کتابوں کے حوالوں سے گوش گزارِ قارئین کررہے ہیں:۔

”خواجہ حسن نظامی“

خواجہ حسن نظامی نے صوفی ہونے کا ڈھونگ رچا کر اپنے چاہنے والوں کا وسیع حلقہ کھڑا کرلیا تھا۔ پیری مریدی کا کاروبار بھی اس نے بڑی دھوم دھام سے پھیلا رکھا تھا۔ تصنیف وتالیف کے فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے بیباکانہ، باطلانہ اور مرتدانہ، مضامین کی خامہ فرسائی کے سبب اس کی شخصیت ہمیشہ متنازعہ رہی ہے۔ اپنے مریدین، معتقدین اور متوسلین پر اپنا رعب واثر جمانے کے لئے وہ کشف والہام ہونے کی گپیں ہانکتا رہتا تھا اور جہالت وضلالت پر مشتمل ڈھکوسلے قسم کی مہمل وبیہودہ بکواسیں کیا کرتا تھا اور اکثر و بیشتر اس کی بکواسیں صریح کفر اور ارتداد بھی ہوا کرتی تھیں۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ وہ تمام باتیں نقل کی جائیں۔ تاہم قارئین کرام کی خدمت میں اس کی کتابوں کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں خواجہ حسن نظامی ہندوؤں کے دیوتا شری کرشن کا پکّا بھگت تھا۔ اس نے

کرشن کو ہندوستان کا ہادی اور خدا کا بھیجا ہوا مقبول اور مامور بندہ لکھا ہے۔شری کرشن کے فضائل، خصائص اور معجزات و کرامات کے بیان میں اس نے ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے۔اس کتاب کا نام ''کرشن بیتی'' ہے۔اس کتاب کے چند وہ اقتباسات پیش خدمت ہیں، جو اس نے ہندوؤں کے شری کرشن کی عظمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھے ہیں:۔

''کرشن بیتی'' مصنف:۔خواجہ حسن نظامی:۔(تیسرا ایڈیشن)

■ کرشن کنھیّا کے جنم کا وقت صبح صادق اور سچائی کا سویرا لکھ کر اس انداز میں پیدائش کا بیان کیا ہے، جیسے اہل اسلام **حضور اقدس رحمت عالم** ﷺ کی ولادت اقدس کا بیان کرتے ہیں:۔

''آج زمین کے چہرے پر وہ آنکھ نمودار ہوتی ہے، جس کی دید خاک وافلاک تک کو محیط ہے۔''

پھر دو سطروں کے بعد لکھتا ہے کہ:۔

''صاف سنو! استقبال کو آگے بڑھو۔ کرشن جی پیدا ہوتے ہیں۔نور کی چادر تانو۔اس سرِ الٰہی کو اغیار کی آنکھوں سے بچاؤ۔ چھپاؤ، جلدی چھپاؤ۔ابلیس کی نظر نہ لگ جائے۔ باسدیو نے گود پھیلائی۔ دیوکی نے گود اٹھائی۔خدا کی دَین کا دونوں میں لَین دَین ہوا۔ ماتا نے اپنا دیا پِتا کی آغوش میں دیا۔پِتا نے جگمگاتا تارسینے سے لگایا اور باہر کا راستہ لیا۔نیک ارواحیں مٹی کی آنکھوں سے پوشیدہ اس نور کے پتلے کے ساتھ ہوئیں۔''

(حوالہ:۔ ''کرشن بیتی'' مصنف:۔خواجہ حسن نظامی. (تیسرا ایڈیشن، صفحہ نمبر:۳۲)

●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●◆●

■ خواجہ حسن نظامی کرشن کنھیّا کی سیوا میں سلام پیش کیا ہے کہ:۔

سلام تجھ پر اے غریب گوالن کی گود ٹھنڈی کرنے والے
سلام تجھ پر اے گمناموں کے نام کو چار چاند لگانے والے

(حوالہ:۔ ''کرشن بیتی''، صفحہ نمبر:۳۲)

■ خواجہ حسن نظامی نے کرشن کنھیّا کا موت کے بعد آسمان پر اٹھالیا جانا اس طرح لکھا ہے کہ:۔

''روایت ہے کہ شری کرشن وفات پاتے ہی آسمان کی طرف اُڑ کر چلے گئے اور پھر ان کی لاش کا کہیں پتہ نہ لگا۔ کہتے ہیں یہ بیان خوش عقیدہ لوگوں کا منگھڑت ہے۔ مگر اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ روح تو ہر حال ان کی مقام اعلیٰ پر گئی۔ جسم بھی اگر خدا نے اٹھا لیا ہو، تو کیا تعجب ہے۔ کیا حضرت عیسیٰ (علیہ الصلاۃ والسلام) مع جسم کے آسمان پر تشریف نہیں لے گئے تھے۔ جواب بھی وہاں موجود ہیں۔''

(حوالہ:۔ ''کرشن بیتی''، صفحہ نمبر:۱۵۱)

کفریات سے بھرپور دعا جو خواجہ حسن نظامی نے بیت المقدس میں مانگی

خواجہ حسن نظامی جب بیت المقدس (Jerusalem) گیا، تب اس نے مسجد اقصیٰ کے صخرہ یعنی ستون (Pillar) کے قریب کھڑے ہو کر بھرپور کفریات پر مشتمل ایک دعا مانگی تھی۔ وہاں سے ہندوستان واپس آنے کے بعد اس نے اپنی اس دعا کو **''روزنامہ باتصویر۔ سفر مصر و شام و حجاز''** میں شائع کی تھی۔ مذکورہ دعا حرف بحرف ذیل میں درج ہے:۔

> اے رب العالمین کے مجازی تخت! کہتے ہیں کہ تیرے پایہ کو پکڑ کر جو کچھ مانگا جائے، وہ دیا جاتا ہے۔ اس لئے آج میں وہ مانگتا ہوں، جو آدم کی نسل میں کسی نے نہیں مانگا۔ اس نامعلوم جوش سے مانگتا ہوں، جو کسی انسان کو نہیں دیا گیا، جو کچھ کہوں وہ زیبا ہے کیوں کہ اس وقت میری شان اعلیٰ ہے۔ سن، اگر تو سن سکتا ہے، نہیں تو میں اس کو مخاطب کروں گا جس کو تیرے واسطے کی ضرورت نہیں۔ جو سمیع و بصیر ہے، جو دانا و بینا ہے۔ اے دینے کی طاقت رکھنے والے! ذرا میری ہمت و جرأت کو دیکھ۔ بلبلا سمندر سے بڑھنا چاہتا ہے۔

ذرہ آفتاب کو گہن لگاتا ہے۔ دھواں آگ پر غالب ہونے کی فکر کرتا ہے۔ تیری دی ہوئی دلیری سے، تیری بخشی ہوئی طاقت سے، اس حقیقت لدُنّی سے، جس کا اس وقت تیرے اور میرے سوا کوئی رازدار نہیں۔ لکھا ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ تو آج اپنی قدرت کے کمال کا امتحان دے۔ دیکھوں تجھ میں کتنی قدرت ہے، معلوم کروں کہ تو کس کس چیز پر قدیر ہے۔ عبدیت کی چادر سے پاؤں نکالتا ہوں۔ اسرار وحدت کے حجرہ میں داخل ہوتا ہوں۔ میرا حکم ہے کہ تار کے کھمبے آکھاڑ دیئے جائیں۔ تار کاٹ ڈالا جائے۔ بے تار کے برقی اشاروں کو بھی مسدود کیا جائے۔ میں آمنے سامنے ہو کر اس ہنر سے جو آج مجھے حاصل ہے۔ اس فن سے جسکو میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تجھ سے ہم کلام ہوں گا۔ موسیٰ کو کوہِ طور کے ایک درخت پر جلوہ دکھا کر بلایا۔ میں اس صخرہ کے ستوں میں اپنی تجلی دکھا کر تجھ کو پکارتا ہوں۔ آ۔ اور جوتیاں اتار کر آ۔ اس مقدس زمین کا ادب کر۔ فرعون کی طرف تجھ کو نہیں بھیجا جائیگا۔ اس کا کام تمام ہو چکا۔ تجھ کو خود تیری ہستی ناپائیدا کنار کا رسول بناتا ہوں۔ جا اور اس کو میرا پیام پہونچا۔ اے سمجھ میں نہ آنے والے وجود! کب تک یہ حجاب صبر شکن قائم رہے گا۔ اُٹھا دے، آجا معبودیت کے سب جلوے دیکھ لے۔ خدائی کے کل تماشے ملاحظہ

کر لئے۔ کبریائی و جبروت کی ہر شان نظر سے گزر گئی۔ اب ذرا عبدیت کی سیر بھی کر اور چالیس دن کے واسطے تخت ربوبیت سے دست بردار ہو کر بندوں کی صفت میں آن بیٹھ اور دیکھ کے اس شان میں تو نے کیا آخر کیا۔ سوز کیا کیف پیدا کیا ہے۔ تیرے دلِ تماشہ پرست کی قسم! تو اپنے بندوں کی کیفیات بندگی میں اثرات الوہیت سے زیادہ لطف دیکھے گا۔ تخت خالی مت چھوڑ۔ چلّے بھر کے لئے میں یہ بوجھ اٹھا سکتا ہوں۔ ہاں ہاں مجھ میں اس بار کے تحمل کی ہمت ہے۔ تو دیکھے کہ میری چالیس روزہ خدائی کس آن بان کی ہوتی ہے۔ تاج پوشئی الوہیت کے بعد میرا سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ تیرے دل کو محبت کے نشتر سے زخمی کیا جائے اور زخم پر تصور کی نمک پاشی ہو، خوب ترساؤں گا۔ اپنی صورت نہیں دیکھنے دوں گا۔ وعدہ وعید میں ٹالوں گا۔ یہاں تک کہ تیری بے قراری تیرا اضطراب حد سے گزر جائے۔ تو آنسو اُبلیں، کلیجہ اُچھلے، منہ کو آئے۔ اور تو جانے بے بس بندہ خود مختار خدا کی دی ہوئی محبت سے کیسی اذیت پاتا ہے، فراق اس پر کتنے ظلم توڑتا ہے۔ معبود کے پردہ میں رہنا بندہ کے لئے تخیلات کو کیسے کیسے اوہام میں غلطاں پیچاں رکھتا ہے۔ میری خدائی کا زمانہ مساوات کا زمانہ ہے، سب کی زبان ایک کر دوں گا۔ سب کے رنگ یکساں بنا دوں گا۔ عمر کے مدارج باقی نہیں رکھوں گا۔

مرض اور موت میرے ایام الوہیت میں فنا کے پردے میں رہیں گے۔غم ،فکر،غصہ کو اپنی طاقت ایزدی سے مٹادوں گا۔نصیحت اور بندوں کے خود عمل درآمد کا منتظر نہیں رہوں گا۔کھانے پینے اور حصول معاش کے تفکرات ناپید کردئے جائیں گے۔ رات دن کا فرق، سردی وگرمی کا تفاوت ،تری وخشکی کا امتیاز، میرے ہاں مفقود ہوگا۔ نیند کیسی ؟میں اپنے بندوں کو ہر وقت ہوشیار رکھوں گا۔ نیند کی غفلت، بے اختیاری، سُنسانی یہ سب مجھ کو استبدادی حکومت کی چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ان کا میرے آزاد دور میں کچھ کام نہیں۔تو کیا،تو سمجھتا ہے کہ یہ انقلاب تکلیف دہ ہوگا،نہیں نہیں۔میں خداہی کس کام کا ہوں گا۔جو میرے افعال سے تکلیف پیدا ہو، ہر دکھ کو اپنے دست توانائی سے مٹاؤں گا۔ جب میری خدائی کے دن پورے ہوں گے،تو عین چالیسویں دن عرب کے ایک بشر محمد بن عبداللہ کے گھر میں اتروں گا اور تخت خدائی تیرے حوالے کردوں گا اور فوراًاس نیک اور مقبول بندے شفیع وامت نواز رسول سے عرض کروں گا کہ وہ تیری درگاہ میں میری خطا کی معافی چاہے اور میری گستاخیوں کی معذرت کرے اور کہے کہ اے حقیقت شناس پروردگار عالم!اپنے اس حد سے گزرنے والے بندے کی مجذوبانہ

باتوں سے ناراض نہ ہو۔تو خدا ہے اور وہ بندہ۔ وہ چھوٹا ہے اور تو بڑا۔ ''از خُورداں خطا ÷ واز بزرگاں عطا۔

حوالہ:۔

روزنامہ باتصویر۔سفرمصروشام وحجاز،مؤلفہ:۔حسن نظامی،

مطبوعہ:۔دلّی پرنٹنگ ورکس،ازصفحہ نمبر:۱۰۷ تا صفحہ نمبر:۱۰۹

مندرجہ بالاعبارت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان میں گھنونی بے ادبی،توہین و تمسخر، تذلیل و گستاخی کے مسلسل کفریات بکے گئے ہیں۔اس عبارت کا ہر جملہ قابل گرفت وسرزنش ہے۔اگرقرآن اور حدیث کی روشنی میں مذکورہ عبارت کا ردِّ قاہرہ لکھا جائے،تو ایک ضخیم کتاب تصنیف ہوجائے۔لہذا قارئین کرام سے التماس ہے کہ حسن نظامی کی اس عبارت کے ہر جملے کوشریعت مطہرہ کے قانون کے ترازو میں تولیں۔اس عبارت میں شان الوہیت کی سخت توہین وتنقیص جس مسخرہ پن انداز میں کی گئی ہے،ایسی توہین تو کسی یہود ونصاریٰ ومجوس وہنود نے بھی نہ کی ہوگی۔آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ بارگاہ رب العزت میں ایسی سخت توہین اور مسخرہ پن کیا کوئی مسلمان کرسکتا ہے؟

حسن نظامی کے نزدیک قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی کتاب ماننا اور حضور ﷺ پر ایمان لانا یہ دونوں باتیں اصول مذہب سے نہیں۔

خواجہ حسن نظامی ایک ایسا خبط الحواس (Deranged/Insane) شخص تھا کہ اسے اسلام کے اصولی عقائد کا بھی لحاظ نہیں تھا۔ اس نے اپنی فاسد ذہنی اختراع اور خبط الحواسی کی مخموریت میں ایسی ایسی گھنونی اور خلاف اصول وعقائد اسلام بکواسیں کی ہیں کہ ایمان سلب ہو جانا کوئی بعید بات نہیں۔ سکھ قوم کہ جس نے تقسیم ہند کے وقت صوبۂ پنجاب اور اطراف کے علاقوں میں مسلمانوں کا بے دردی سے قتل عام کیا۔ پاک دامن خواتین کی عصمت دری، بے قصور بچوں کو تہِ تیغ کرنا، مساجد و مقابر کو آگ لگا کر تاراج کرنا وغیرہ مظالم سے اپنی بربریت کا جو مظاہرہ کیا ہے، اس پر تاریخ کے اوراق شاہد عادل ہیں اور وہ اوراق تاریخ کے سیاہ اوراق کی حیثیت سے خون کے آنسو بہا کر ماتم کناں ہیں۔

ایسی ظالم وسفاک سکھ قوم سے اور سکھ دھرم سے خواجہ حسن نظامی اس قدر گرویدہ تھا کہ اسلام کے مقابلہ میں سکھ دھرم کو اور قوم مسلم کے مقابلہ میں سکھ قوم کو مہذب، موحد، با اخلاق، حامل حق اور صداقت کی راہ پر گامزن سمجھتا تھا۔ بلکہ مسلمانوں کے مقابل سکھوں کو زیادہ اہمیت دیتا تھا۔ حالانکہ سکھ قوم قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام اور حضور اقدس، سیدالانبیاء والمرسلین کو اللہ تعالیٰ کا نبی و رسول نہیں مانتی۔ اس کے باوجود بھی

خواجہ حسن نظامی سکھ دھرم اور سکھ قوم کی تعریف وتوصیف میں ایسا رطب اللّسان ہے کہ وہ قوم مسلم کوسکھ دھرم اپنانے کی تلقین کرتا ہے اور اسلام وسکھ دھرم میں کوئی فرق نہ ہونے کی راگنی کے بے ڈھنگے سُر آلاپ کر اپنی بد مذہبیت کا ثبوت اس طرح پیش کرتا ہے کہ:۔

''میں سکھوں کو مسلمان کرنا نہیں چاہتا، نہ میرے عقیدے میں سکھوں کو مسلمان کرنے کی ضرورت ہے، کیوں کہ ان میں کوئی اصولی بات اسلام کے خلاف مجھے معلوم نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کوئی ایسی بات سکھ مذہب میں ہو جو اصول اسلام کے خلاف ہو۔ لیکن بیس سال کی ذاتی معلومات کے بھروسے سے کہتا ہوں کہ مجھے تو سکھ مذہب میں اصول اسلام کے خلاف کوئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ بے شک حضرت رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو سکھ لوگ تسلیم نہیں کرتے، لیکن اس رسالت کے مقصد کو مانتے ہیں یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں خدا کا پیغام لائے تھے کہ خدا کو ایک مانو اور اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور کسی غیر خدا کی عبادت نہ کرو، جس قدر سکھ ہیں وہ بھی سب خدا کو ایک مانتے ہیں اور اس کی ذات وصفات میں کسی غیر کو شریک نہیں کرتے اور کسی غیر خدا کی عبادت نہیں کرتے۔ گویا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو پیغام اپنی رسالت کے ذریعے لائے تھے، اس کو سکھ قوم تمام وکمال تسلیم

کرتی ہے۔تو گو وہ لفظ رسالت کو نہ مانے مگر مقصد رسالت کو تو مانتی ہے۔ پھر مجھے سکھوں کو مسلمان کرنے یا مسلمان کرنے کی خواہش کرنے یا سکھوں میں اشاعت اسلام کے لئے کوئی جوڑ توڑ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔''

حوالہ:۔

''رسالہ درویش'' مورخہ:۔ ۱۵/دسمبر ۱۹۲۵ء، از:۔خواجہ حسن نظامی، جلد نمبر:۵ اور ٦، کالم نمبر: ۲، صفحہ نمبر:۱۴

◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆◆

▣ سکھ دھرم اور سکھ قوم سے حسن نظامی کی والہانہ قلبی الفت اور دلی لگاؤ کا ایک مزید حوالہ ملاحظہ فرمائیں:۔

''سنو مسلمانو! تم موحّد ہو۔خدا کو ایک مانتے ہو۔سکھ بھی موحد ہیں، خدا کو ایک مانتے ہیں۔تم غیر خدا کی عبادت نہیں کرتے۔سکھ بھی غیر خدا کی عبادت نہیں کرتے اور توحید میں تمہارا ان کا راستہ ایک ہے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہادی اور رسول سمجھتے ہو۔سکھ بھی اپنے گرو کو خدا کا راستہ بتانے والا ہادی خیال کرتے ہیں۔تم قرآن مجید کو خدا کا کلام تسلیم کر کے اس کے احکام پر عمل کرتے ہو۔سکھ بھی گرنتھ صاحب کتاب کو اپنے مذہب کا رہنما سمجھتے ہیں اور ان کے احکام پر

عمل کرتے ہیں۔ جو اخلاقی تعلیم جھوٹ، غیبت، ظلم، دغا، چوری، زنا، نشہ بازی، وغیرہ کے خلاف تمہارے ہاں ہے، وہی ان کے ہاں ہے۔ جن اچھی اخلاقی باتوں کو اسلام نے تاکید کی ہے، انہیں اچھی باتوں کو سکھوں کے ہاں تاکید کی ہے۔ تم تہجد کے وقت بیدار ہو کر عبادت کرتے ہو، سکھ کے ہاں بھی پچھلی رات کو بیدار ہو کر عبادت کا حکم ہے۔ غرض تم میں اور سکھوں میں کوئی بات مذہبی اختلاف کی نہیں ہے۔ اور جو ہے تو وہ بہت ہی ادنیٰ اور معمولی بات ہے۔ جس کا اصول مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

حوالہ:۔

''رسالہ درویش'' مورخہ:۔ ۱۵/دسمبر ۱۹۲۵ء، از:۔ خواجہ حسن نظامی، جلد نمبر: ۵ اور ۶، کالم نمبر: ۱، صفحہ نمبر: ۱۳

مندرجہ بالا دونوں عبارات پر تبصرہ کی کوئی حاجت نہیں کیونکہ دونوں عبارات میں مذکور کفریات اور ایمان کش جملے صاف لفظوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ جن کو قارئین کرام اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ نام نہاد مصلح قوم اور مکار صوفی خواجہ حسن نظامی نے قرآن عظیم کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی کتاب مانے بغیر اور حضور اقدس، جان ایمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اقرار کئے بغیر بھی سکھ قوم حق پر ہے، ایسا فاسد نظریہ پیش کرتا ہے قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی کتاب نہ ماننا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی و رسول نہ ماننا ہرگز ایمان و اسلام کے خلاف نہیں۔

بلکہ خواجہ حسن نظامی نے تو صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ حضور اقدس، جان ایمان ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام ماننا، یہ دونوں باتیں بہت ہی ادنیٰ اور معمولی ہیں۔ جن کا مذہب کے اصول سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ (معاذ اللہ)

ملت اسلامیہ کا اتفاق واجماع ہے اور یہ مسئلہ اصول دین سے ہے کہ کوئی شخص ہزار سال تک صرف "**لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ**" کی مالا جپتا رہے، خدا کو ایک، خدا ہی کو معبود و مسجود، خدا کو **وَحْـدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ** سچے دل سے مانے، خدا کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ کرے، خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت، پرستش، پوجا و بندگی نہ کرے مگر کلمہ شریف کے دوسرے جزو "**مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ**" کو نہ مانے اور حضور اقدس، جان ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے یا قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہ مانے اور صرف توحید .....توحید...... کے کیف میں غرق رہے اور رسالت کو نہ مانے، تو اس کا توحید کا لاکھ مرتبہ بلکہ کروڑوں مرتبہ بھی اقرار کرنا بے سود ہے۔ وہ شخص ہرگز مؤمن و مسلمان نہیں۔ حسن نظامی سکھوں کی محبت میں اندھا ہو کر کہتا ہے کہ:۔

"بے شک حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رسالت کو سکھ لوگ تسلیم نہیں کرتے، لیکن اس رسالت کے مقصد کو مانتے ہیں یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم دنیا میں خدا کا پیغام لائے تھے کہ خدا کو ایک مانو........جس قدر سکھ ہیں، وہ بھی سب خدا کو ایک مانتے ہیں۔.......پھر مجھے سکھوں کو مسلمان کرنے یا مسلمان کرنے کی خواہش کرنے یا سکھوں میں اشاعت اسلام کے لئے کوئی جوڑ توڑ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

(حوالہ:۔ پوری عبارت لفظ بلفظ مع حوالہ وصفحہ نمبر کے اس کتاب کے **صفحہ نمبر:۱۷۲** پر نقل کی گئی ہے۔)

بلکہ.......

قارئین کرام کو حیرت کا جھٹکا لگے ایسی رزیل بات خواجہ عزیز الحسن نظامی نے کہی ہے کہ:۔

''اگر تم انصاف و عقل سے غور کرو گے، تو خود مان لو گے کہ ہم غلطی پر ہیں اور ہم کو سکھوں سے ایسی معمولی بات پر اختلاف نہ کرنا چاہیئے۔''

اس عبارت میں خواجہ حسن نظامی صاف بکواس کرتے ہوئے کہتا ہے کہ مسلمان غلطی پر ہیں اور سکھ دھرم سچّا مذہب ہے۔ حضور اقدس، جانِ ایمان ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا اور قرآن عظیم کو اللہ تعالیٰ کا کلام ماننا، یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ جس کی وجہ سے سکھوں سے اختلاف کرنا مسلمانوں کی غلطی ہے۔ اگر مسلمان عقل و انصاف سے غور وفکر کریں، تو انہیں معلوم ہو جائیگا کہ اسلام اور سکھ دھرم میں کوئی اصولی اختلاف ہے ہی نہیں۔ جس طرح مسلمان موحد ہیں، اسی طرح سکھ بھی موحد ہیں۔ سکھ قوم کے لوگ بھی مسلمانوں کی طرح ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں اور شرک نہیں کرتے۔ رہا سوال رسالت پر ایمان لانے کا۔ تو رسالت پر ایمان لانا کوئی اصولی بات نہیں بلکہ معمولی بات ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی کتاب ماننا۔ لہذا اسلام اور سکھ دھرم اصول میں برابر ہیں۔ (معاذ اللہ)

اگر معاذ اللہ حضور ﷺ کی رسالت اور قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کا منکر کافر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو ایک اور اللہ تعالیٰ کو ہی معبود ماننے والا ہونے کی وجہ سے غلطی پر نہیں، تو پھر ابو جہل و ابولہب کو کیوں کافر اور غلطی پر کہا جاتا ہے؟ حق و باطل اور کفر و اسلام

کے امتیاز کے لئے حضور اقدس، جان ایمان ﷺ کی نبوت و رسالت کا اقرار یا انکار ہی مدار اصلی ہے۔ صرف اللہ کی توحید کو ماننا اور رسول کی رسالت کا انکار کرنا، ایمان اور حقانیت کے لئے کافی نہیں۔

خواجہ حسن نظامی صرف توحید کے اقرار کو اصول اسلام کو تسلیم کرنے کے مترادف گردان کو سکھوں پر ایسا وارفتہ اور گرویدہ ہوا تھا کہ اس نے اپنی موت کے وقت کسی سکھ کے زانو پر اپنا سر ہونے کی خواہش اور تمنا کا اظہار کیا تھا۔ حوالہ پیش خدمت ہے:۔

> **''میرا دل چاہتا ہے کہ جب میں مروں، تو میرا سر کسی سکھ دوست کے زانو پر ہو۔''**
>
> **حوالہ:۔**
>
> خواجہ حسن نظامی نے ۱۲/دسمبر ۱۹۲۵ء کے روز **انجمن انصار المسلمین** کے جلسہ میں جو خطبہ پڑھا تھا اور وہ خطبہ **''رسالہ درویش''** جلد نمبر: ۵ اور ۶ میں مورخہ ۱۵/دسمبر ۱۹۲۵ء کے **صفحہ نمبر: ۱۲** پر شائع ہوا ہے۔

قارئین کرام فیصلہ فرمائیں کہ وہ خواجہ حسن نظامی جس نے ہندوؤں کے دیوتا کرشن کنھیا کو ● سر الٰہی اور انوار الٰہی کا پُتلا کہا۔ ● کرشن کنھیا کو وحدت کا سمندر کہا۔ ● کرشن کنھیا کو خدا کا مقبول کہا۔ ● کرشن کنھیا پر سلام پڑھا۔ ● کرشن کنھیا کو اقلیم وحدت کا بادشاہ لکھا۔ ● کرشن کنھیا کو دین کا پیشوا اور ہادی لکھا۔ ● اسے عشق حقیقی کا مظہر بتایا۔ ● گوپیوں کے ساتھ اس کی عشق بازیوں کو عشق حقیقی کا پاک جذبہ ٹھہرایا۔

● اس کو ایک بڑی قوم کی رہبری پر اللہ تعالیٰ کا معمور بتایا۔ ● ایک مردوہ بچے کو زندہ کر دینے کا معجزہ دکھانے والا کہا۔ ● موت کے بعد کرشن کنھیا کے جسم کو مثل حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اُڑ کر آسمان پر چلے جانا بتایا۔ ● ہندوؤں کے اوتار اور انبیاء کرام میں کچھ فرق نہیں اور دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، ایسا لکھا۔

علاوہ ازیں پڑھنے والے کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں ایسی خطرناک دعا بیت المقدس میں مانگی اور پھر اسے چھاپ کر مشتہر کی۔ سکھ دھرم کے لئے اپنے قلبی تاثرات کا مظاہرہ کیا، جو سراسر کفر وارتداد پر مشتمل ہیں۔

ان تمام بکواس وکفریات کی وجہ سے اہلسنت و جماعت کے ایک ذمہ دار عالم نے اس پر بحکم شریعت قرآن وحدیث کے دلائل قاہرہ کی روشنی میں کفر کا حکم صادر کیا، تو دور حاضر کے وہابی دیوبندی مُلّا نے سر، چھاتی، پیٹ اور سب کچھ پیٹ کر واویلا مچاتے ہیں کہ ہائے! ہائے! دیکھو! دیکھو! ظلم ہو گیا! خواجہ حسن نظامی کو کافر کا فتویٰ دیدیا۔ ہم صرف اتنا ہی جواباً عرض کرتے ہیں کہ صریح کفریات، توہین شان الوہیت اور دیگر خلاف ایمان واصول دین کے خلاف خواجہ حسن نظامی کی بکواسیں جو ہم نے بحوالہ نقل کی ہیں، ان کفری بکواسوں کے بعد ایک عالم دین تو کیا بلکہ ایک عوامی سطح کا عام مسلمان بھی خواجہ حسن نظامی کو مسلمان نہیں مانے گا۔ ہندو دھرم کے وید کو آسمانی کتاب یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام بتانے والے خواجہ حسن نظامی کو کیا فرقۂ وہابیہ۔ دیوبندیہ کے متبعین سچّا مؤمن ومسلمان مانتے ہیں؟

لاکھوں، کروڑوں، اربوں، کھربوں بلکہ ان گنت صحیح العقیدہ مسلمانوں کو بے

دھڑک کافر ومشرک کا فتویٰ دینے والے وہابی، دیوبندی دھرم کے علماء ومتبعین خواجہ حسن نظامی کے کفریات پر پردہ ڈال کر اس کی حمایت اور ہمدردی میں مکر وفریب کا رونا کیوں روتے ہیں؟

''سرسید احمد خاں علی گڑھی''

سرسید احمد خان کہ جس نے ''**علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی**'' قائم کی ہے، اس نے قوم مسلم کو اعلیٰ تعلیم دینے کے پردہ میں ''**نیچریت**'' کی بلا اور وبا میں مبتلا کر کے ان کے ایمان وعقائد کو متزلزل کر کے دین سے منحرف کرنے کا ایسا شاطرانہ رول ادا کیا ہے کہ قوم وملت کو اعلیٰ تعلیم دینی خدمت کے عوج میں اسے دائمی طور پر ''**ثواب جاریہ**'' کے بجائے قوم وملت کا یمان برباد کرنے کا ''**عذاب ناریہ وجاریہ**'' کی صعوبتوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہوگا۔

سرسید احمد خاں نے اپنے ذہنی خرافات، طبعی اختراعات اور نیچری خیالات کے شبہات کے دام فریب میں لاکھوں کی تعداد میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کو پھانس کر انہیں دین سے منحرف کر دیا۔ اپنے نیچری خیالات فاسدہ اور تخیلات باطلہ کو حق وصداقت کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقدس کلام ''**قرآن مجید**'' کا سہارا لیا۔ قرآن مجید کی آیات کے من چاہے مطالب اور تفاسیر بیان کر کے اس کے ضمن

میں الفاظ کی ہیرا پھیری اور مضمون کی تُک بندی کے مکر وفریب سے اسلام کے بنیادی عقائد کی تکذیب اور قرآن مجید کی کھلم کھلا مخالفت کی۔ بلکہ قرآن مجید میں مذکور انبیاء ومرسلین کے واقعات ومعجزات کو جھٹلانے کے لئے ان واقعات اور معجزات کو نیچریت کے غیر موزوں ترازو میں تول کر، انہیں مشکوک بلکہ بے اصل و بے ثبات ثابت کرنے کی مذموم ورزیل حرکت کی ہے۔

قارئین کرام کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ قرآن مجید کی صداقت وحقانیت میں شک وشبہات کے شوشے وشگوفے چھوڑ کر قرآن مجید کی تکذیب کرنے والے ''پیر نیچر علی گڑھی'' نے بے حیائی اور بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی بھی جرأت کی ہے اور قرآن مجید کی تفسیر کی آڑ میں گمراہیت، بے دینیت اور نیچریت کی نشر واشاعت کی مذموم حرکتِ قبیحہ کی ہے۔قرآن مجید کی آیات مقدسہ کی تفسیر کے نام سے اسلام کے بنیادی عقائد کی تکذیب وتنقیص وتذلیل کر کے صریح کفریات پر مشتمل اپنے نیچری خیالات فاسدہ کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ وحی لانے والے فرشتے حضرت جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام کے وجود کا بھی انکار کیا ہے۔علاوہ ازیں ارکان حج، احرام، خانۂ کعبہ، جنت، دوزخ وغیرہ کا ٹھٹا اور مسخر اڑاتے ہوئے صاف انکار کیا ہے۔

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ پیر نیچریت سر سید احمد خاں کی تمام کفریات تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔تاہم قارئین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر چند اقتباسات گوش گزار کرتے ہیں:۔

حضرت جبرئیل اور وحی کا انکار:۔

پیر نیچر سر سید احمد خاں نے حضرت جبرئیل کا صاف انکار کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ:۔

''خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکہ نبوت کہ جس کو ناموس اکبر اور زبان شرعی میں جبرئیل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا۔ اس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے، جس میں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے اور اس کا دل ہی وہ ایلچی ہوتا ہے، جو خدا کے پاس پیغام لے جاتا ہے اور خدا کا پیغام لے کر آتا ہے۔ وہ خود ہی وہ مجسم چہرہ ہوتا ہے، جس میں سے خدا کے کلام کی آوازیں نکلتی ہیں۔ وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہے، جو خدا کے بے حرف و بے صوت کلام کو سنتا ہے۔ خود ہی اس کے دل سے فوارہ کے مانند وحی اٹھتی ہے اور خود ہی اس پر نازل ہوتی ہے۔ اس کا عکس اس کے دل پر پڑتا ہے، جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہے۔ اس کو کوئی بلواتا نہیں بلکہ وہ خود ہی بولتا ہے اور خود ہی کہتا ہے۔''
''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ● اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ●
جو حالات وارادات ایسے دل پر گزرتے ہیں، وہ بھی بمقتضائے فطرت انسانی اور سب کے سب قانون فطرت کے پابند ہوتے ہیں۔ وہ خود اپنا کلام نفسی ان ظاہری کانوں سے اسی طرح سنتا ہے، جیسے کوئی دوسرا

شخص اس سے کہہ رہا ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو ان ظاہری آنکھوں سے اس طرح دیکھتا ہے، جیسے دوسرا شخص اس کے سامنے کھڑا ہوا ہے۔

ان واقعات کے بتلانے کو اگر چہ یہ قول یاد آتا ہے کہ "قدر ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشتی"۔ مگر ہم بطور تمثیل کے گو وہ کیسی ہی کم رتبہ ہو، اس کا ثبوت دیتے ہیں۔ ہزاروں شخص ہیں، جنہوں نے مجنونوں کی حالت دیکھی ہوگی۔ وہ بغیر بولنے والے کے اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں۔ تنہا ہوتے ہیں مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسی کو کھڑا ہوا، باتیں کرتا ہوا، دیکھتے ہیں۔ وہ سب انہیں کے خیالات ہیں، جو سب طرف سے بے خبر ہو کر ایک طرف مصروف اور سب میں مستغرق ہیں اور باتیں سنتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں۔ پس ایسے دل کو جو فطرت کی رو سے تمام چیزوں سے بے تعلق اور روحانی تربیت پر مصروف اور اس میں مستغرق ہو، ایسی واردات کا پیش آنا، کچھ بھی خلاف فطرت انسانی نہیں ہے۔ ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلا مجنون ہے اور پچھلا پیغمبر۔ گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنون بتاتے ہیں۔"

حوالہ:۔

"**تصانیف احمدیہ**"، **حصہ اول**، **جلد سوم**، مشتمل بر کتب و رسائل مذہبی، "**تفسیر القرآن**" از:۔ سر سید احمد خاں، **جلد اول**، تفسیر سورۃ الفاتحہ۔ تفسیر سورۃ البقرۃ، **صفحہ نمبر: ۲۹**، سن طباعت ۱۲۹۷ھ، مطابق ۱۸۸۰ء

■ مندرجہ بالا عبارت والی کتاب کا ٹائٹل صفحہ:۔

تصانیفِ احمدیہ

حصہ اول — جلد سوم

مشتمل بر کتب و رسایل مذہبی

تفسیر القرآن

جلد اول

تفسیر سورۃ الفاتحۃ — تفسیر سورۃ البقرۃ

سنہ ۱۳۱۰ نبوی

علیگڈہ انسٹیٹیوٹ پریس میں باہتمام شیخ علیم اللہ چھپی
سنہ ۱۲۹۷ ہجری سنہ ۱۸۸۰ ع

▣ مندرجہ بالا عبارت کا عکس اصل صفحہ:۔

جاتے ہیں اُسی طرح یہہ ملکہ بھی قوی ہوتا جاتا ہی ، اور جب اپنی پوری قوت پر پہونچ جاتا ہی، تو اُس سے وہ ظہور میں اتا ہی جو اُسکا مقتضی ہوتا ہی، جسکو عرف عام میں بعثت سے تعبیر کرتے ہیں *

خدا اور پیغمبر میں بجز اُس ملکہ نبوت کے جس کو ناموس اکبر اور زبان شرع میں جبرئیل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی پیغام پہونچانے والا نہیں ہوتا ، اُس کا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہی جس میں تجلیات ربانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہی ، اُس کا دل ہی وہ ایلچی ہوتا ہی جو خدا پاس پیغام لیجاتا ہی اور خدا کا پیغام لیکر آتا ہی ، وہ خود ہی وہ مجسم چیز ہوتا ہی جس میں سے خدا کے کلام کی آوازیں نکلتی ہیں ، وہ خود ہی وہ کان ہوتا ہی جو خدا کے بے حرف و بے صوت کلام کو سنتا ہی ، خود اُسی کے دل سے فوارہ کی مانند وحی اُٹھتی ہی ، اور خود اُسی پر نازل ہوتی ہی ، اُسی کا عکس اُس کے دل پر پڑتا ہی ، جس کو وہ خود ہی الہام کہتا ہی ، اُس کو کوئی نہیں بُلواتا بلکہ وہ خود بولتا ہی اور خود ہی کہتا ہی " و ما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی " *

جو حالات و واردات ایسے دل پر گذرتے ہیں ، وہ بھی بمقتضاے فطرت انسانی اور سبکے سب قانون فطرت کے پابند ہوتے ہیں ، وہ خود اپنا کلام نفسی ان ظاہری کانوں سے اسی طرح پر سنتا ہی جیسے کوئی دوسرا شخص اُس سے کہہ رہا ہی — وہ خود اپنے آپکو ان ظاہری آنکھوں سے اس طرح پر دیکھتا ہی ، جیسے دوسرا شخص اُس کے سامنے کھڑا ہوا ہی *

ان واقعات کے بتلانے کو ، اگرچہ یہہ قول یاد آتا ہی کہ " قدر این بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی " مگر ہم بطور تمثیل کے ، گو وہ کیسی ہی کم رتبہ ہو اس کا ثبوت دیتے ہیں ، ہزاروں شخص ہیں جنہوں نے مجنونوں کی حالت دیکھی ہوگی ، وہ بغیر بولنے والے کے اپنے کانوں سے آوازیں سنتے ہیں ، تنہا ہوتے ہیں مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسی کو کھڑا ہوا باتیں کرتا ہوا دیکھتے ہیں ، وہ سب اُنہیں کے خیالات ہیں ، جو سب طرف سے بے خبر ہوکر ایک طرف مصروف اور اُس میں مستغرق ہیں ، اور باتیں سنتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں ، پس ایسے دل کو جو فطرت کی روسے تمام چیزوں سے بے تعلق ، اور روحانی تربیت پر مصروف اور اُس میں مستغرق ہو ، ایسی واردات کا پیش آنا کچھہ بھی خلاف فطرت انسانی نہیں ہی ، ہاں ان دونوں میں اتنا فرق ہی کہ پہلا مجنون ہی ، اور پچھلا پیغمبر ، گو کہ کافر پچھلے کو بھی مجنون بتاتے تھے *

▣ پیر نیچر سر سید احمد خاں کی تفسیر کی مندرجہ بالا عبارت میں اسلامی عقائد کی کھلم کھلا تردید و تکذیب اور کفریات کی بھرمار ہے۔ چند اہم نکات کی طرف قارئین کرام کی توجہ ملتفت کی جاتی ہے:۔

- انبیاء ومرسلین علیہم الصلاۃ والسلام نے اپنی امتوں کے سامنے جو کلام الٰہی پیش کیا ہے، وہ ہرگز اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ وہ ان انبیاء ومرسلین کے دلوں کے خیالات تھے۔ جو پانی کے فوارے کی طرح ان کے دلوں سے نکلے اور پھر انہیں کے دلوں پر نازل ہوئے۔
- جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام کسی ہستی کا نام نہیں بلکہ فرشتوں کا کوئی وجود ہی نہیں۔ ہزاروں لوگوں نے پاگلوں کی حالت دیکھی ہوگی کہ پاگل اپنی دماغی بیماری کی وجہ سے ایسے وہم وگمان میں ہوتا ہے کہ میرے پاس کوئی کھڑا ہوا ہے اور مجھ سے گفتگو کررہا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہاں کوئی بھی موجود نہیں ہوتا، یہ سب اس پاگل کے پاگل پن کے وہم وخیالات ہوتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کی اصلاح، ہدایت اور تربیت میں مصروف ہونے کی وجہ سے پیغمبر بھی یہی سمجھتا ہے کہ خدا کا پیغام اور کلام لے کر جبرئیل آیا ہے اور میرے پاس کھڑا ہے۔ اور مجھ سے گفتگو کررہا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہاں کوئی بھی موجود نہیں ہوتا، یہ سب اس پاگل کے پاگل پن کے وہم وخیالات ہوتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کی اصلاح، ہدایت اور تربیت میں مصروف ہونے کی وجہ سے پیغمبر بھی یہی سمجھتا ہے کہ خدا کا پیغام اور کلام لے کر جبرئیل آیا ہے اور میر پاس

کھڑا ہے۔ جبرئیل نام کے فرشتے نے مجھ تک خدا کا یہ پیغام اور کلام پہنچایا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ جبرئیل کا وجود ہے اور نہ کسی فرشتے کا وجود ہے۔ بلکہ یہ سب اس پیغمبر کے دل کے خیالات ہیں، جو اسے فرشتے کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

☆ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بانی اور پیر نیچریت **سر سید احمد خاں** کی تفسیر کی مندرجہ بالا عبارت میں حسب ذیل کفریات ہیں:

▣ تمام انبیاء و مرسلین کو جھوٹا بتایا کہ وہ اپنے دلوں کے وہم اور خیالات کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا کلام ٹھہرایا۔ کلام الٰہی کے نام سے اپنے دل کے وہم اور خیالات کو اپنی امت میں پھیلایا۔

▣ حضرت جبرئیل اور تمام فرشتوں کے وجود کا انکار کیا۔

▣ توریت، زبور، انجیل اور قرآن اور دیگر اللہ تعالیٰ کی کتابوں کو معاذ اللہ انسانی خیالات ٹھہرایا اور تمام آسمانی کتابوں کا کلام الٰہی ہونے سے صاف انکار کیا۔

سر سید احمد خاں کی مذکورہ کفری عبارت پر مزید تبصرہ نہ کرتے ہوئے ان کے مزید کفریات بہت ہی اختصار کے ساتھ ہم درج کر رہے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام پیر نیچر کی فاسد، پراگندہ اور تشویش ناک ذہنیت سے آگاہ ہونے کی معلومات حاصل کر سکیں۔

''قرآن میں جن فرشتوں کا ذکر ہے اس کا صاف انکار''

اسلام کے بنیادی عقائد اور ارکان، جن پر ایمان و اسلام کا دارو مدار ہے، ایسے عقائد و ارکان کا پیر نیچریت نے صاف لفظوں میں انکار کیا ہے اور اسلام کے ارکان حج وغیرہ کا مذاق اُڑایا ہے۔ فرشتوں کا صاف اور صریح لفظوں میں انکار کرتے ہوئے یہاں تک لکھ مارا کہ

''قرآنِ مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود کہ مسلمانوں نے اعتقاد کر رکھا ہے، ثابت نہیں ہوتا بلکہ برخلاف اس کے پایا جاتا ہے۔''
حوالہ:۔ ''تصانیف احمدیہ''، حصہ اول، جلد سوم، مشتمل بر کتب و رسائل مذہبی، ''تفسیر القرآن'' از:۔ سر سید احمد خاں، جلد اول، تفسیر سورۃ الفاتحہ۔ تفسیر سورۃ البقرۃ، صفحہ نمبر: ۴۹

◘ تفسیر القرآن کے اسی **صفحہ نمبر: ۴۹** پر ہی چند سطروں بعد لکھا ہے کہ:۔

> ’’جن فرشتوں کا قرآن میں ذکر ہے، ان کا کوئی اصلی وجود نہیں ہوسکتا بلکہ خدا کی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان کے قویٰ کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کئے ہیں، ملک یا ملائکہ کہا ہے۔ جن میں سے ایک شیطان یا ابلیس بھی ہے۔ پہاڑوں کی صلابت، پانی کی رقت، درختوں کی قوتِ نمو، برق کی قوتِ جذب و دفع، غرضیکہ تمام قویٰ، جن سے مخلوقات موجود ہوئی ہیں اور جو مخلوقات میں ہیں، وہی ملک و ملائکہ ہیں، جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ انسان ایک مجموعۂ قوائے ملکوتی اور قوائے بہیمی کا ہے۔ اور ان دونوں قوتوں کی بے انتہا ذرّیات ہیں۔ جو ہر ایک قسم کی نیکی و بدی میں ظاہر ہوتی ہیں اور وہی انسان کے فرشتے اور ان کی ذرّیات اور وہی انسان کے شیطان اور اس کی ذریات ہیں۔‘‘
>
> **حوالہ:۔** ایضاً

مندرجہ بالا دونوں عبارات کے اصل صفحے کا عکس :۔

کہ میں زمین میں

میں کہتا ہوں کہ جس طرح انسان سے فروتر مخلوق کا ایک سلسلہ ہم دیکھتے ہیں اسی طرح انسان سے برتر مخلوق ہونے سے انکار کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہی' شاید کہ ہو' گو وہ کیسی ہی عجیب اور نا قابل یقین ہو — مگر ایسی خلقت کے در حقیقت موجود ہونے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہی ' کیونکہ اس بات کا ثبوت کہ ایسی خلقت ہی ' نہیں ہی ' قران مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود جیسا کہ مسلمانوں نے اعتقاد کر رکھا ہی ثابت نہیں ہوتا ' بلکہ برخلاف اُس کے پایا جاتا ہی ' خدا فرماتا ہی " و قالو لولا انزل علیہ ملک و لو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون — و لو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلاً وللبسنا علیہم ما یلبسون " یعنی کافروں نے کہا کہ کیوں نہیں بھیجا پیغبر کے ساتھ فرشتہ ' اور اگر ہم فرشتہ بھیجتے تو بات پوری ہو جاتی اور ڈھیل میں نہ ڈالے جاتے ' اور اگر ہم فرشتہ ہی پیغمبر کرتے تو اُس کو آدمی ہی بناتے اور بلا شبہہ اُن کو ایسے ہی شبہہ میں ڈالتے جیسے کہ اب شبہہ میں پڑے ہیں — اس آیت سے پایا جاتا ہی کہ فرشتے نہ کوئی جسم رکھتے ہیں اور نہ دکھائی دے سکتے ہیں' اُن کا ظہور بلا شمول مخلوق موجود کے نہیں ہوسکتا " لجعلناہ رجلاً " قید احترازی نہیں ہی' اس جگہہ انسان بحث میں تھا اس لیئے " لجعلناہ رجلا " فرمایا ورنہ اُس سے مراد علم موجود مخلوق ہی *

ان باریک باتوں پر غور کرنے سے اور اس بات کے سمجھنے سے کہ خدا تعالی جو اپنے جاہ و جلال اور اپنی قدرت اور اپنے افعال کو فرشتوں سے نسبت کرتا ہی تو جن فرشتوں کا قران میں ذکر ہی اُنکا کوئی اصلی وجود نہیں ہوسکتا بلکہ خدا کی بےانتہا قدرتوں کے ظہور کو اور اُن قویٰ کو جو خدا نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کیئے ہیں ملک یا ملائکہ کہا ہی جن میں سے ایک شیطان یا ابلیس بھی ہی — پہاڑوں کی صلابت' پانی کی رقت ' درختوں کی قوت نمو ' برق کی قوت جذب و دفع ' غرضکہ تمام قویٰ جنسے مخلوقات موجود ہوئی ہیں اور جو مخلوقات میں ہیں ' وہی ملایک و ملائکہ ہیں جن کا ذکر قران مجید میں آیا ہی' انسان ایک مجموعہ قوای ملکوتی اور قوای بہیمی کا ہی' اور ان دونوں قوتوں کی بے انتہا ذریات ہیں ' جو ہر ایک قسم کی نیکی و بدی میں ظاہر ہوتی ہیں ' اور وہی انسان کے فرشتے اور اُن کی ذریات ' اور وہی انسان کے شیطان اور اُس کی ذریات ہیں *

▣ مندرجہ بالا عبارات میں پیر نیچریت سر سید احمد خان کہتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جن فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے، ان فرشتوں کا کوئی اصلی وجود ہی نہیں اور ان فرشتوں کا موجود ہونا بھی ممکن نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ہر مخلوق میں مختلف قسم کی قوتیں رکھی ہیں، ان قوتوں کو اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کہا ہے۔ جن میں سے ایک شیطان بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں میں سختی (Strongness) پانی میں روانی، درختوں میں بڑھنے کی اور بجلی میں کسی چیز کو کھینچنے اور پھینکنے کی جو طاقت رکھی ہے، بس انہیں قوتوں کا نام فرشتہ ہے۔ انسان میں جو نیکی کی قوتیں ہیں، وہی اس کے فرشتے ہیں اور انسان کے اندر برائی اور گناہ کرنے کی جو قوتیں ہیں، وہی اس کے شیطان ہیں۔ (معاذ اللہ)

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ ہے کہ **فرشتوں کا مستقل وجود ماننا ضروریات دین میں ہے**۔ قرآن مجید کی صدہا آیات مبارکہ اور ہزارہا احادیث کریمہ میں اس کی تصریح اور وضاحت موجود ہے۔ **فرشتوں کے وجود کا انکار کرنا کفر ہے۔**

خانۂ کعبہ کے طواف کی حقارت

پیر نیچریت، سر سید احمد خاں علیگڑھ اپنی تفسیر القرآن میں لکھتا ہے کہ

> ''حقیقت حج کی ہماری سمجھ میں یہ ہے، جو ہم نے بیان کی۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس پتھر کے بنے ہوئے چوکھونٹے گھر میں ایک ایسی

متعدی برکت ہے کہ جہاں سات دفعہ اس کے گرد پھرے اور بہشت میں چلے گئے۔ یہ ان کی خام خیالی ہے۔کوئی چیز سوائے خدا کے مقدّس نہیں ہے۔ اس کا نام مقدس ہے اور اسی کا نام مقدس رہے گا۔ اس چوکھونٹے گھر کے گرد پھرنے سے کیا ہوتا ہے؟ اس کے گرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہیں، وہ تو کبھی حاجی نہ ہوئے۔ پھر دو(۲) پاؤں کے جانور کو اس کے گرد پھر لینے سے ہم کیوں کر حاجی جانیں؟ ہاں جو یقیناً حج کرے وہ حاجی ہے۔"

حوالہ:۔

"**تصانیف احمدیہ**"، حصہ اول، **جلد سوم**، مشتمل بر کتب و رسائل مذہبی، "**تفسیر القرآن**" از:۔ سر سید احمد خاں، **جلد اول**، تفسیر سورۃ الفاتحہ۔ تفسیر سورۃ البقرۃ، **صفحہ نمبر:۲۵۲**، مطبوعہ:۔ ۱۸۸۰ء

▣ مندرجہ بالا عبارت پر کچھ بھی تبصرہ نہ کرتے ہوئے حج کے لباس "**احرام**" کے تعلق سے سر سید احمد خاں کے خیالات فاسدہ ملاحظہ کے لئے پیش ہیں:۔
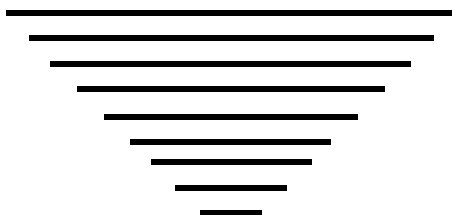
''احرام کی تذلیل وتوہین''

''احرام کے وقت تہ بند باندھنے اور بغیر قطع کیا ہوا کپڑا پہننے کا بھی قرآن مجید میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کا رواج زمانۂ جاہلیت سے برابر چلتا آرہا تھا اور اسلام میں بھی قائم رہا۔ یہ پوشاک جو حج کے دنوں پہنی جاتی ہے، وہ ابراہیمی زمانہ کی پوشاک ہے۔ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں دنیا نے سویلزیشن (Civilization) میں جو تمدنی امور (Social Intimacy) سے علاقہ رکھتی ہے، کچھ ترقی نہیں کی تھی۔ وہ قطع کیا ہوا کپڑا بنانا نہیں جانتے تھے۔ اس زمانہ کی پوشاک یہی تھی کہ ایک تہبند باندھ لیا۔ کسی کو اگر کچھ زیادہ میسّر ہوا، تو ایک ٹکڑا کپڑے کا بطور چادر کے اوڑھ لیا۔ سر کو ڈھانکنا اور قطع کیا ہوا کپڑا پہننا کسی کو نہیں معلوم تھا۔ حج جو اس بڈھے خدا پرست کی عبادت کی یادگاری میں قائم ہوا تھا، جس نے بہت سوچ بچار کر کہا تھا ''اِنِّی وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔'' تو اس عبادت کو اسی طرح اور اسی لباس میں ادا کرنا قرار پایا تھا، جس طرح اور جس لباس میں اس نے کی تھی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع سویلزیشن کے زمانے میں بھی اسی وحشیانہ صورت اور وحشیانہ لباس کو ہمارے بڈھے دادا کی عبادت کی یادگاری میں قائم رکھا۔''

حوالہ:۔ ایضاً۔ صفحہ نمبر:۲۴۶

قارئین کرام کی خدمت میں التماس ہے کہ **سر سید احمد خاں علی گڑھی** کی گمراہ کن **''تفسیر القرآن''** سے چند مزید اقتباسات ہم پیش کررہے ہیں۔ ان اقتباسات میں اسلام کے اصولی عقائد وارکان کا انکار، تذلیل، توہین، حقارت اور تمسخر کیا گیا ہے۔ پہلے ہم مختلف عناوین سے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ بعدہٗ ان تمام اقتباسات پر مجموعہ تبصرہ و تنقید کریں گے۔ تاکہ قارئین کرام کو پیر نیچریت علی گڑھی کے فاسد ذہن میں بھری ہوئی بے دینی اور نیچریت کی غلاظت کا صحیح اندازہ معلوم ہوسکے اور صحیح واقفیت حاصل ہوسکے۔

''فریضۂ حج کے نفاذ کی حقارت''

ارکان اسلام میں سے ایک رکن **''حج بیت اللہ شریف''** ہے۔ مسلمان صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی نیت صالح سے حج کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ اسلام کے اس اہم رکن کو نیچریت کی عینک لگا کر پیر نیچر اپنی گمراہ کن تفسیر میں لکھتا ہے کہ:۔

حج کی حقیقت

''جب کہ حضرت اسمٰعیل مکے میں آباد ہوئے اور ابراہیم نے کعبے کو بنایا تو اور قومیں جو گرد ونواح میں خانہ بدوش پھرتی تھیں، وہاں آکر آباد ہوئیں اور جیسا کہ دستور ہے اس مقدس مسجد کی زیارت کو لوگ

آنے لگے۔ وہاں کوئی زیارت کی چیز بجز بے چھت کی مسجد کی دیواروں کے اور کچھ نہ تھی۔ جو کچھ زیارت تھی وہ یہی تھی کہ لوگ جمع ہوکر اس زمانۂ قدیم کے وحشیانہ طریقہ پر خدا کی عبادت کرتے تھے۔ ننگے سر تہبند بندھا ہوا ننگ دھڑنگ ان دیواروں کے گرد جو خدا کے گھر کے نام سے بنائی گئی تھیں، اچھلتے اور کودتے اور حلقہ باندھ کر چوگرد پھرتے تھے۔ جس کا اب ہم نے طواف نام رکھا ہے ۔حضرت ابراہیم نے بغرض آبادئ مکہ اور ترقئ تجارت یہ بات چاہی کہ لوگوں کے آنے اور زیارت کرنے اور اس مقام پر عبادت معبود کے بجالانے کے لئے ایام خاص مقرر کیۓ جائیں، تاکہ لوگوں کے متفرق آنے کے بدلے موسم خاص میں مجمع کثیر ہوا کرے اور سب مل کر خدا کی عبادت بجالائیں اور مکے کی آبادی اور تجارت کو ترقی ہو......................آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ سلم نے بھی اس رسم کو انہیں اغراض کے لئے جاری رکھا۔ جس غرض سے کہ حضرت ابراہیم نے مقرر کی تھی۔"

حوالہ:۔

"تصانیف احمدیہ"، حصہ اول، جلد سوم، مشتمل بر کتب و رسائل مذہبی، "تفسیر القرآن" از:۔ سرسید احمد خاں، **جلد اول**، تفسیر سورۃ الفاتحہ۔ تفسیر سورۃ البقرۃ، صفحہ نمبر: ۲۵۰/۲۴۹

نیچریت کا سوداگر اور بے دینیت کا تاجر خالص لوجہ اللہ ادا کئے جانے والے اسلام کے اہم رکن فریضۂ حج کو تاجرانہ نکتۂ نظر (Commercial View) سے دیکھ رہا ہے اور صاف لکھ دیا ہے کہ حج صرف تجارت کی غرض سے مقرر کیا گیا ہے۔ حوالہ پیش خدمت ہے:۔

''موسم حج کا صرف تجارت کی غرض سے مقرر کیا گیا تھا۔ تا کہ قوم اس سے فائدہ اٹھاوے اور ان ایام میں عرب کی قومیں قافلوں کے لوٹنے اور آپس میں لڑائی جھگڑوں سے باز رہیں۔ وہی تمام طریقے جو حج کی نسبت ابراہیم کے وقت سے چلے آتے تھے، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ سلم نے بھی قائم رکھے۔''
حوالہ:۔ ''**تصانیف احمدیہ**''، حصہ اول، جلد سوم، مشتمل بر کتب و رسائل مذہبی، ''**تفسیر القرآن**'' از:۔ سرسید احمد خاں، **جلد اول**، تفسیر سورۃ الفاتحہ۔ تفسیر سورۃ البقرۃ، **صفحہ نمبر: ۲۵۰**

اب ہم چند ایسے اقتباسات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں کہ جن کو دیکھ کر ایک غیرت مند مؤمن کا رونگٹا کھڑا ہو جائیگا:۔

”سجدہ کا انکار کرنے کی وجہ سے شیطان کو اللہ تعالیٰ نے نکال دیا۔ یہ بھان متی کا کھیل ہے۔“

(معاذ اللہ)

قرآن مجید، پارہ:۱، سورۂ البقرہ کی **آیت نمبر:۳۴** میں ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے **حضرت آدم** علیہ الصلاۃ والسلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسے نکال دیا۔ اسی طرح حضرت آدم سے ممانعت کے باوجود گیہوں کا دانہ کھانے کی لغزش ہوئی۔ لہٰذا انہیں جنت سے نکل کر دنیا میں آنا پڑا۔ ان دونوں واقعات کو پیرِ نیچر **”بھان متی کا تماشا“** کہہ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان میں توہین و بے ادبی کرتا ہے۔ حوالہ پیش خدمت ہے:۔

> **”خواہ تم یہ سمجھو کہ خدا اور فرشتوں میں مباحثہ ہوا اور شیطان نے خدا سے نافرمانی کی اور آدم بھی گیہوں کا درخت کھا کر خدا کا نافرماں بردار ہوا، خواہ میں یوں سمجھوں کہ اس بڑے تماشے کرنے والے نے جو بھان متی کا ایک تماشا بنایا ہے۔ اس کے راز کو اسی بھان متی کے اصطلاحوں میں بتایا ہے۔“**
>
> **حوالہ:۔**
>
> ”**تصانیف احمدیہ**“، حصہ اول، **جلد سوم**، مشتمل بر کتب و رسائل مذہبی، ”**تفسیر القرآن**“
>
> از:۔ سرسید احمد خاں، **جلد اول**، تفسیر سورۃ الفاتحہ۔ تفسیر سورۃ البقرۃ، **صفحہ نمبر:۶۹**

جنت، جنت کی نعمتوں اور جنتیوں کو ''**جنتی حوروں**'' کی عنایت وتحفہ کو پیر نیچر علی گڑھی ''**بیہودہ پن**'' اور ''**خرافات**'' کہہ کر تمسخر کرتا ہے اور جنت کے ان انعامات و عطیّات کے مقابلے موجودہ دور کے فحش ارتکابات اور عیّاشی کو ہزار درجہ بہتر کہہ رہا ہے۔

حوالہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:۔

''یہ سمجھنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا ہوئی ہے، اس میں سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاؤ محل ہیں ۔ باغ میں شاداب و سرسبز درخت ہیں۔ دودھ، شراب، شہد کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ ہر قسم کا میوہ کھانے کو موجود ہے۔ ساقی ساقنیں نہایت خوبصورت چاندی کے کنگن پہنے ہوئے، جو ہمارے یہاں کی گھوسنیں پہنتی ہیں، شراب پلا رہی ہیں۔ ایک جنتی ایک حور کے گلے میں ہاتھ ڈالے پڑا ہے، ایک نے ران پر سر دھرا ہے، ایک چھاتی سے لپٹا رہا ہے، ایک نے لبِ جاں بخش کا بوسہ لیا ہے۔ کوئی کسی کونے کچھ کر رہا ہے، کوئی کسی کونے میں کچھ۔ ایسا بیہودہ پن ہے، جس پر تعجب ہوتا ہے۔ اگر بہشت یہی ہو، تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اس سے ہزار درجے بہتر ہیں۔''

حوالہ:۔

''**تصانیف احمدیہ**''، حصہ اول، **جلد سوم**، مشتمل بر کتب و رسائل مذہبی، ''**تفسیر القرآن**'' از:۔ سر سید احمد خاں، **جلد اول**، تفسیر سورۃ الفاتحہ۔ تفسیر سورۃ البقرۃ، **صفحہ نمبر: ۴۰**

یہاں تک ہم نے پیرنیچر سر سید احمد خاں علی گڑھی کے خرافات پر مشتمل کفریات اس کی کتاب ''تفسیر القرآن'' سے نقل کئے ہیں۔ حالانکہ ایسے سینکڑوں کفریات اس کی تفسیر اور دیگر کتب میں دستیاب ہیں۔ ان تمام کا احاطہ کرنا یہاں ناممکن ہے۔ طول تحریر کے خوف سے اختصار کرتے ہوئے چند اقتباسات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کئے ہیں۔ ان تمام کا ماحصل یہ ہے کہ:۔

- **توریت، زبور، انجیل، قرآن شریف اور دیگر آسمانی کتب ہرگز اللہ تبارک و تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ انبیاء ومرسلین کے دلوں کے خیالات ہیں۔**
- انبیاء ومرسلین نے اپنے دلوں کے خیالات کو اللہ کا کلام کہہ کر اپنی اپنی امتوں کے سامنے پیش کر کے پھیلایا۔ یعنی جھوٹ بول کر امتوں کو دھوکہ دیا۔
- حضرت جبرئیل اور دیگر فرشتوں کا وجود ہی نہیں۔ لہذا کوئی بھی فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر کسی بھی نبی کے پاس نہیں آیا۔
- جس طرح کسی پاگل کو ایسا وہم وگمان ہوتا ہے کہ میرے پاس کوئی کھڑا ہے اور باتیں کر رہا ہے۔ بالکل اسی طرح انبیاء ومرسلین کو بھی پاگلوں کی طرح ایسا وہم و گمان ہوتا ہے کہ میرے پاس بھی کوئی کھڑا ہے اور باتیں کرتا ہے۔ پس اسی وہم وگمان کے فرضی متکلّم کو وہ فرشتہ سمجھتا ہے اور اس کی باتوں کو اللہ تعالیٰ کی وحی گمان کرتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ کوئی فرشتہ ہے اور نہ کوئی پیغام الٰہی ہے بلکہ یہ سب ان کے مثل پاگل کے دلوں کے خیالات ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے تو کافروں نے انہیں پاگل کہا۔ حالانکہ امتی ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر گردانتے ہیں۔

- قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جن فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے، ان فرشتوں کا کوئی وجود ہی نہیں بلکہ کسی فرشتے کا موجود ہونا ناممکن ہے۔
- مسلمانوں میں فرشتوں کے وجود کا جو عقیدہ رائج ہے، وہ ایک اندھی عقیدت (Bind Faith) ہے بلکہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔
- جن باتوں اور طاقتوں کو فرشتہ کی قوت سمجھا جا رہا ہے، وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں اور دوسری مخلوق میں جو طاقتیں رکھی ہیں، وہ ہیں۔ جیسے کہ پہاڑ کی سختی، پانی کی روانی (Fluency)، بجلی کی کھینچنے اور چھینکنے (Shouck/Jerk) کی طاقت وغیرہ ہی دراصل فرشتہ ہیں۔
- بلکہ انسان میں نیکی کرنے کی جو طاقت ہے، وہی اس کا فرشتہ ہے۔
- پتھر سے تعبیر شدہ خانۂ کعبہ کے اردگرد طواف کرنے سے جنت ملتی ہے، یہ لوگوں کا خام خیال (وہم/Vain Imagination) ہے۔ لوگ خانۂ کعبہ شریف کو مقدس سمجھتے ہیں۔ یہ بھی غلط خیال ہے۔ صرف خدا ہی مقدس ہے۔ اس کا نام مقدس ہے۔ اس کے سوا کوئی مقدس نہیں۔
- جو شخص خانۂ کعبہ کا طواف کر کے یعنی حج کر کے آتا ہے، اسے لوگ ''حاجی'' کہتے ہیں۔ حالانکہ خانۂ کعبہ کے اردگرد تو اونٹ اور گدھے بھی پھرتے ہیں۔ انہیں کیوں حاجی نہیں کہا جاتا؟ دو پاؤں والا خانۂ کعبہ کے اردگرد پھرے تو وہ حاجی بن جائے اور چار پاؤں والا پھرے تو کچھ بھی نہیں؟
- احرام کے وقت بغیر قطع کیا ہوا یعنی بغیر تراشا ہوا یعنی سِلا ہوا (Un-Stich)

کپڑا پہننا، یہ زمانۂ جاہلیت کا رواج ہے۔ زمانۂ جاہلیت کا یہ رواج اسلام میں بھی قائم رہا ہے۔

- زمانۂ جاہلیت میں لوگ اتنے غیر ترقی یافتہ (Backwards) تھے کہ انہیں کپڑا سِینا نہیں آتا تھا۔ لٰہذا وہ بغیر سلائی کا ایک کپڑا جسم کے نیچے کے حصّہ پر لپیٹ لیتے تھے اور اگر کسی کو کچھ زیادہ میسر ہو گیا، تو ایک کپڑا بطور چادر کے جسم کے اوپر کے حصّہ پر اُوڑھ لیا۔ سلا ہوا کپڑا بنانا اور پہننا کسی کو معلوم ہی نہیں تھا۔ لٰہذا وہ یہی وحشیانہ یعنی جنگلی (Brute/Beast) لباس پہنتے تھے۔

- حج حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی یادگار کے طور پر قائم ہوا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ میں لوگ زمانۂ جاہلیت کا جنگلی لباس یعنی بغیر قطع کیا ہوا کپڑا پہنتے تھے۔ لہٰذا اسلام میں بھی حج کا فریضہ ادا کرتے وقت احرام پہننے میں بھی یہی جنگل لباس اور جنگلیوں جیسی صورت بنا کر حج کرنے کا طریقہ ہمارے بڑے دادا یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی یادگار کے طور پر قائم رکھا گیا ہے۔

- حج کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ جب خانۂ کعبہ تعمیر ہوا، تو اس کے اطراف میں وہ لوگ آباد ہوئے جو خانہ بدوش (House Flourish) تھے، جو وحشیانہ طریقہ پر خانۂ کعبہ کی دیواروں کے اردگرد اُچھلتے، کودتے اور حلقہ باندھ کر چاروں طرف چکر لگاتے تھے، جسے اب ہم طواف کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے مکہ کی آبادی اور تجارت کی ترقی کی غرض ایاّم حج کے

خاص دن مقرر کئے تھے۔

- حج کا موسم صرف تجارت کی غرض کے نکتۂ نظر (Business View Point) سے قائم ہوا ہے۔ تا کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھاویں یعنی خرید و فرخت کے ذریعہ تجارت کو ترقی دیں۔ ڈاکہ زنی اور جھگڑے فساد سے باز رہیں۔ جن اغراض و مقاصد سے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے حج کا موسم قائم کیا تھا، وہی حج کی نسبت کے تمام طریقے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی قائم رکھے ہیں۔ یعنی مقصدِ تجارت۔

- شیطان حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے کے سبب اور حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام گیہوں کا دانہ کھا کر نافرمانِ حکم خدا ہوئے۔ یہ دونوں واقعات کے وجود میں آنے کا راز صرف اتنا ہے کہ بڑے تماشے کرنے والے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے بھان متی کی اصطلاح میں یہ تماشا بتایا ہے۔

- جنت کی نعمتیں مثلاً عالیشان محل، شاداب باغ، دودھ، شہد اور شراب کی ندیاں، پیکر حسن و جمال حوریں، جو جنتی جوان کا دل بہلا رہی ہے۔ یہ تمام دل لبھانے کی حرکتیں ایسا بیہودہ پن (Immora/Absurd) ہے، جس پر تعجب ہوتا ہے۔

- جنت میں حوروں کے ساتھ جنتیوں کی دلجوئی کی حرکتیں ایسا بیہودہ پن ہیں کہ اس سے ہمارے خرابات ہزار درجہ بہتر ہیں۔ خرابات یعنی شراب خانہ، قمار خانہ، فسق و فجور کا اڈا (حوالہ: فیروز اللغات، صفحہ: ۵۸۸) یعنی جنت کے عیش و آرام کے جو سامان مہیّا ہیں، ان سے ہمارے ''خرابات'' یعنی رنڈی خانے

(Brothel)، شراب فروش (Drunkard) اور زانی و شہوت پرست (Debauchee) ہزار درجہ اچھے ہیں۔

قارئین کرام سے التماس

پیر نیچر سر سید احمد خاں علی گڑھی کے ہفوات و ہذیان پر مشتمل مختصر مگر تفصیلی بحث قارئین کرام کے گوش گزار کرنے کے بعد اب قارئین کرام کی عالی جناب میں مؤدبانہ التماس ہے کہ پیر نیچر علی گڑھی نے اپنی رسوائے زمانہ تفسیر میں اسلام کے بنیادی عقائد و ارکان پر جو کاری ضرب ماری ہے، اس کے تعلق سے آپ کی خدمت میں ایک سوال بحیثیت درخواست عرض ہے کہ **کیا کوئی مسلمان ایسی گمراہیت وضلالت آمیز باتیں کہہ سکتا ہے؟ اور لکھ سکتا ہے؟** ہرگز نہیں ایک عوامی سطح کا اور مزدور پیشہ شخص بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ کہنا اور لکھنا تو دور کنار ایسا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ قارئین کرام اپنے ایمان سے لبریز دل پر ہاتھ رکھ کر غور وفکر کریں کہ ایسی گمراہیت وضلالت پر مشتمل اور ایمان سوز باتیں لکھ کر کیا کوئی بھی شخص ایمان کے دائرہ میں رہ سکتا ہے؟

حیرت تو **"جمیعۃ اہل حق جموں وکشمیر"** نام کی لاپتہ اور فرضی تحریک اور **"بریلوی جماعت کا تعارف اور ان کے فتوے"** کے بے نام ونشان، پردہ نشین، بزدل اور نامرد مصنف پر ہوتا ہے کہ **امام عشق ومحبت، امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان کے ساتھ اندھی عداوت اور قلبی شقاوت کے مضر ومہلک جذبے سے متاثر ہو کر پیر نیچریت سر سید احمد خاں علی گڑھی کی حمایت و ہمدردی میں پیٹ کے درد کا مظاہرہ سر پیٹ کر کر رہا ہے۔

اہلسنت و جماعت کے اور بالخصوص مکتبۂ فکر بریلوی جماعت کے علمائے حق کے خلاف عیاری و مکاری کی صدائے بازگشت بلند کر کے امام احمد رضا محقق بریلوی کے خلاف زہر اگلنے والے مکتبۂ دیوبند کے حامی اور ''بریلوی جماعت کا تعارف اور ان کے فتوے'' نام کی جھوٹ کا پلندہ کتاب کے نامرد اور ہجرے مصنف کی حالت ''**الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں ÷ خود آپ اپنے دام میں صیّاد آ گیا**'' کا مصداق بننے جیسی ہوگئی ہے۔ شاید انہیں معلوم نہیں ہوگا کہ جس پیر نیچر علی گڑھی کی حمایت میں کفر کے فتوے کا انہوں نے واویلا مچایا ہے، اس پیر نیچر علی گڑھی کو خود ان کے مقتدا و پیشوا اور نام نہاد حکیم الامت و مجدّد مولوی **اشرف علی تھانوی** صاحب نے کیا فرمایا ہے؟

''پیر نیچر علی گڑھی پر تھانوی صاحب کا فتویٰ''

''ایک صاحب نے عرض کیا کہ سر سید کی وجہ سے زیادہ ہندوستان میں گڑبڑ پھیلی، لوگوں کے عقائد خراب ہوئے۔ فرمایا کہ گڑبڑ کیا معنیٰ؟ اس شخص کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان تباہ اور برباد ہو گئے۔ ایک بہت بڑا گمراہی کا پھاٹک کُھل گیا۔ اس کے اثر سے اکثر نیچری ایمان سے کورے ہوتے ہیں۔''

حوالہ:۔

(ا) ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ'' جلد نمبر:۳، حصہ:۶، ملفوظ:۳۵۱، صفحہ:۲۵۸، ناشر: مکتبہ دانش۔ دیوبند، سن طباعت: ۱۹۹۹ء، ۱۴۱۹ھ

(۲) ''ملفوظات حکیم الامت'' جلد نمبر: ۶ میں شامل کتاب ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ'' جلد نمبر:۶، ملفوظ:۳۵۱، صفحہ: ۳۰۳ ناشر: ادارہ اشرفیہ ۔ دیوبند۔ سن طباعت: ۲۰۱۱ء

(۳) ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ'' جلد نمبر:۳، قسط:۵، ملفوظ:۶۷۷، صفحہ:۲۷۲، ناشر: مکتبہ دانش. دیوبند، سن طباعت: ۱۹۸۹ء، ۱۴۰۹ھ

مندرجہ بالا عبارت میں دیوبندی مکتبۂ فکر کے مجدد و حکیم الامت **مولوی اشرف علی تھانوی** نے پیر نیچریت **سر سید احمد خاں علی گڑھی** کیلئے حسب ذیل جملے کہے ہیں:۔

- ''**اس** (سر سید احمد خاں علی گڑھی) **کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان تباہ و برباد ہوگئے**'' ایمان کا تباہ اور برباد ہونا یعنی کافر ہونا۔ اگر کوئی شخص اسلام سے منحرف ہوکر کافر و مرتد ہوجاتا ہے، تو ایسے شخص کیلئے یہی کہا جاتا ہے کہ ''**اس کا ایمان تباہ و برباد ہوگیا۔**''
- بقول تھانوی صاحب سر سید احمد خاں علی گڑھی ایسا ''**کافر**'' تھا کہ اس نے ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو کافر بنا دیا یعنی پیر نیچریت احمد علی گڑھی صرف کافر نہ تھا بلکہ لاکھوں کو کافر بنانے والا ''**اکفر**'' یعنی سخت کافر تھا۔ یعنی وہ کافر ہونے کے ساتھ ساتھ ''**کافر ساز**'' یعنی کافر بنانے والا بھی تھا۔
- ''**ایک بہت بڑا گمراہی کا پھاٹک کھل گیا**'' یعنی سر سید احمد خاں علی گڑھی کے فاسد و باطل عقائد و نظریات کی وجہ سے دین سے منحرف یعنی پھر جانے کے

مرتکب بن کر بیدین وگمراہ ہونے کا پھاٹک کھول گیا۔

- **''پھاٹک''** یعنی بڑا دروازہ۔ عام طور سے گھر کے دروازوں کی سائز یعنی عرض و طول کو آمد و رفت کی مقدار کو ملحوظ رکھتے ہوئے بنائی جاتی ہے۔ لہذا عام طور سے مکانوں کے دروازے قریب قریب ایک ہی قد وقامت کے ہوتے ہیں، لیکن ایسی عمارت کہ جہاں لوگوں کی آمد ورفتار کی مقدار کثرت سے ہوتی ہے، مثلاً راجا کا محل، نواب کی کوٹھی، عدالت کا صدر باب، منسٹر کی رہائش گاہ، جاگیردار کی حویلی وغیرہ کے اندر آنے جانے کا جو دروازہ ہوتا ہے، وہ عام مکانوں کے دروازوں سے بہت ہی بڑا (Large) ہوتا ہے۔ تا کہ زیادہ تعداد میں لوگ اس سے داخل اور باہر نکل سکیں۔ ایسے بڑے دروازے کو عام اصطلاح میں **''پھاٹک''** کہا جاتا ہے

- جب بڑے (Large) دروازے کو پھاٹک کہا جاتا ہے، تو جب پھاٹک بھی عام صنعت کی بناوٹ سے بڑا نہیں بلکہ **''بہت بڑا''** ہو، تو ضرور یہ ماننا پڑیگا کہ آنے جانے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے عام بناوٹ کے ''پھاٹک'' کار آمد نہ ہونے کے سبب پھاٹک کو بڑا نہیں بلکہ **''بہت بڑا''** بنایا گیا ہے۔ بقول تھانوی صاحب سر سید احمد خاں علی گڑھی کی وجہ سے گمراہی کا دروازہ نہیں، پھاٹک نہیں بلکہ **''بہت بڑا پھاٹک''** کھل گیا۔ جس کا مطلب یہی ہوا کہ بقول تھانوی صاحب پیر نیچر علی گڑھی نے کثیر تعداد میں مسلمانوں کو گمراہ اور بے دین بنایا ہے۔

- تھانوی صاحب کا جملہ ''**اس کے اثر سے اکثر نیچری ایمان سے کورے ہوتے ہیں**'' بھی غور طلب ہے۔ ''**کورا ہونا**'' یعنی صاف وصفا ہونا۔ ایمان سے کورا ہونا یعنی ایمان سے خالی ہونا یعنی ایمان نہ ہونا۔ جس کا ایمان ہوتا ہے، اسے ''مؤمن'' یا ''مسلمان'' کہا جاتا ہے اور جو ایمان سے کورا ہوتا ہے، اسے ''**کافر**'' کہا جاتا ہے۔ بقول تھانوی صاحب ''**اکثر نیچری ایمان سے کورے ہوتے ہیں**'' یعنی اکثر نیچری کافر ہوتے ہیں۔
- نیچری سے مراد سر سید احمد خاں علی گڑھی کے متبعین (**Followers**) جنھوں نے پیر نیچر علی گڑھی کے عقائد باطلہ اور نظریات فاسدہ کو اپنایا اور سید احمد علی گڑھی کے نقش قدم پر چلے۔ دیوبندی مکتبۂ فکر کے حکیم الامت اور مجدّد **مولوی اشرف علی صاحب تھانوی** صرف سر سید احمد خاں ہی کو نہیں بلکہ اس کے متبعین اکثر نیچر لوگوں کو بھی ''**کافر**'' کہتے ہیں۔

''بریلوی جماعت کا تعارف اور ان کے فتوے'' نام کے کتابچہ کے پردہ نشین وگمنام مصنف سے سوال:۔

پیر نیچر سر سید احمد خاں کی ہمدردی اور غم خواری میں واویلا مچا کر مکر و فریب کا رونا روکر، امام اہلسنت، مجدّد دین وملت، **امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلاف جھوٹ، الزامات، افتراعات اور اتہامات کی صدائے کذب و دروغ بلند کرنے والے ''**بریلوی جماعت کا تعارف اور ان کے فتوے**'' نام کے آٹھ ورقی

کتابچہ کے پردہ نشین اور بزدل گمنام مصنف سے ڈنکے کی چوٹ پر علی الاعلان سوال ہے کہ اگر پیر نیچر سرسید احمد خاں علی گڑھی بے قصور تھا، اس نے ایسا کوئی ارتکاب نہیں کیا تھا، یا اس سے ایسا کوئی جملہ یا قول صادر نہیں ہوا تھا، یا کسی فاسد نظریہ یا باطل عقیدے کا ظہور نہیں ہوا تھا، وہ صحیح العقیدہ مؤمن تھا، تو تمہارے ہی پیشوا بلکہ پوری دنیائے دیوبندیت کے حکیم الامت و مجدّد، مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے اس کو **''ایمان سے کورا''** یعنی بے ایمان اور **''کافر''** کیوں کہا؟

صرف پیر نیچر علی گڑھی ہی کو نہیں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں اس کا اتباع کرنے والے مسلمانوں کو تھانوی صاحب نے **کافر کیوں کہا؟** حالانکہ جس کتاب **''تجانب اہلسنت''** کا حوالہ نقل کر کے پیر نیچر علی گڑھی کو کافر کہنے کا الزام تم نے امام اہلسنت، امام احمد رضؔا محقق بریلوی کے سر پر تھوپا ہے، وہ کتاب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی تصنیف ہی نہیں بلکہ امام احمد رضؔا کے سن ہجری ۱۳۴۰ میں دنیا سے پردہ کرنے کے اکیس سال (21,years) کے بعد **سن ہجری ۱۳۶۱** میں لکھی گئی ہے۔ جبکہ تمہارے پیشوا اور مقتداء مولوی اشرف علی تھانوی نے تو اپنی حیات میں **''الافاضات الیومیہ''** کتاب میں شدّ و مدّ کے ساتھ **پیر نیچر علی گڑھی کو کافر کہا ہے**۔ اب پیر نیچر کی ہمدردی میں سر پیٹو اور سینہ کوٹو کہ ہائے ہائے ہمارے مقتداء و پیشوا تھانوی صاحب بھی **بریلوی بن گئے**۔ **تھانوی صاحب بھی بریلوی جماعت میں شامل ہو گئے۔**

ایک اہم سوال گمنام پردہ نشین مصنف سے یہ ہے کہ صفحہ نمبر: ۱۹۰ تا صفحہ نمبر ۲۰۶ تک ہم نے پیر نیچر کی کتاب **''تفسیر القرآن''** کے اقتباسات سے پیر نیچر کے جو کفریات

نقل کئے ہیں، ان کفریات کے صادر ہونے کے باوجود بھی کیا تم انہیں مسلمان سمجھتے ہو؟ کیا اسلام کے ان اصولی عقائد کا صاف لفظوں میں انکار کرنے اور تمسخر کرنے کے باوجود بھی وہ دائرۂ ایمان سے خارج نہیں ہوا؟ اگر تم اپنے باپ کی جائز اولاد ہو، تو اس کا جواب دو۔ جواب کیا دو گے؟ تمہاری حالت تو بقول شاعر ایسی ہے کہ:۔

دامن کو لئے ہاتھ میں، کہتا تھا یہ قاتل
کب تک اسے دھویا کروں، لالی نہیں جاتی

''مرزا غلام احمد قادیانی''

آٹھ ورقی کتابچہ کے پردہ نشین مصنف نے صفحہ نمبر:۶ پر اعلیٰ حضرت **امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلاف زہر اگلتے ہوئے علمائے دیوبند کے ساتھ ساتھ قادیانی فرقہ کے بانی **مرزا غلام احمد قادیانی** کا بھی ذکر کیا ہے کہ مولانا احمد رضا نے **''غلام احمد قادیانی''** پر بھی کافر کا فتویٰ تھوپا ہے۔ شاید پردہ نشین مصنف کو مرزا غلام احمد قادیانی کی حقیقت معلوم نہیں ہوگی کہ وہ کتنا بھیانک عقائد کا حامل تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے کفریات وارتداد پر مشتمل پھوہڑ قسم کے سڑے ہوئے عقائد ونظریات کے رد وابطال میں راقم الحروف کی کتاب **''نبوت کے جھوٹے دعویدار اور قادیانی مذہب''** کا قارئین کرام ضرور مطالعہ فرمائیں۔ مذکورہ کتاب اردو اور گجراتی دونوں زبانوں میں **۲۰۱۳ء** میں منظر عام پر آچکی ہے۔ اس کتاب میں مرزا قادیانی کی

اصل کتابوں کے عکس بطور ثبوت چھاپ کر قادیانی مذہب کی بیخ کنی کی گئی ہے۔ اردو زبان میں یہ کتاب کل ایک سو بہتر (172) صفحات پر مشتمل ہے۔

یہاں پر مرزا قادیانی کے کفریات بہت ہی اختصار کے ساتھ قارئین کرام کی معلومات کے لئے گوش گزار ہیں۔

▣ ''مجھے وحیٔ الٰہی اور امور غیبیہ کی نعمت عطا فرما کر نبی بنایا گیا ہے۔ میرے علاوہ کسی اولیاء، ابدال اور اقطاب میں میرے جیسی یہ صلاحیت نہیں۔''

(حوالہ:۔ ''حقیقۃ الوحیٔ''۔ مصنف:۔ مرزا غلام احمد قادیانی،
ناشر:۔ مطبع میگزین۔ قادیان۔ صفحہ:۴۰۶ اور ۴۰۷)

▣ ''جس طرح قرآن شریف یقینی طور پر خدا کا کلام ہے، اسی طرح مجھ پر نازل ہونے والا کلام بھی یقیناً خدا کا کلام ہے۔''

(حوالہ:۔ ''حقیقۃ الوحیٔ''۔ از:۔ مرزا غلام احمد قادیانی، مطبع:۔ قادیان۔ صفحہ:۲۲۰)

▣ ''سچا خدا وہی ہے، جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

(حوالہ:۔ ''دافع البلاءٔ''۔ مصنف:۔ مرزا غلام احمد قادیانی،
ناشر:۔ دارالامان مطبع: ضیاء الاسلام، قادیان۔ صفحہ:۲۳۱)

▣ ''میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔''

(حوالہ:۔ ''کشف البریّہ''۔ مصنف:۔ مرزا غلام احمد قادیانی،
ناشر:۔ میجر بک ڈپو۔ قادیان۔ صفحہ:۱۰۳)

▣ ''مجھ پر کشف کی حالت یہ طاری ہوئی کہ گویا میں عورت ہوں اور اللہ تعالیٰ نے

رجولیت (یعنی مردانگی) کی طاقت کا اظہار فرمایا۔'' (معاذ اللہ)

(حوالہ:۔ ''اسلامی قربانی''۔ از:۔ قاضی یار محمد، سن اشاعت ۱۹۲۰ء

ناشر:۔ ریاض الہند پرنٹر۔ امرتسر، صفحہ:۱۲)

▣ ''اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (یعنی مرزا قادیانی) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے۔''

(حوالہ:۔ ''براہین احمدیہ''۔ مصنف:۔ مرزا غلام احمد قادیانی، حصہ نمبر:۵، صفحہ نمبر:۹۹)

▣ ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا۔ آپ سے معجزہ طلب کرنے والوں کو آپ نے گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا۔ لہذا شریف لوگ آپ سے کنارہ کش ہو گئے۔''

(حوالہ:۔ ''انجام آتھم''۔ مصنف:۔ مرزا غلام احمد قادیانی،

ناشر:۔ ضیاء الاسلام پریس۔ قادیان۔ صفحہ:۲۹۰)

▣ ''ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ☆ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔''

(حوالہ:۔ ''دافع البلاء''۔ مصنف:۔ مرزا غلام احمد قادیانی،

ناشر:۔ دارالامان مطبع ضیاء الاسلام۔ قادیان، صفحہ:۲۴۰)

▣ ''حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جھوٹ بولنے کی عادت والے تھے۔''

(حوالہ:۔ ''انجام آتھم''۔ مصنف:۔ مرزا غلام احمد قادیانی، صفحہ:۵۰)

▣ ''حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام شراب پیا کرتے تھے۔''

(حوالہ:۔ ''کشتئ نوح''۔ مصنف:۔ مرزا غلام احمد قادیانی،

ناشر:۔ مطبع ضیاء الاسلام۔ قادیان، صفحہ:۷۱)

- ''حضرت عیسیٰ کی والدہ حضرت مریم نے یوسف نجار کے علاوہ دیگر ایک شخص سے یعنی کل دو (۲) مرتبہ نکاح کیا۔''

(حوالہ:۔ ''کشتئ نوح''۔ مصنف:۔مرزا غلام احمد قادیانی، صفحہ: **۲۰**)

- ''میں ابوبکر (صدیق اکبر) اور نبیوں سے افضل ہوں۔''

(حوالہ:۔ ''**مجموعہ اشتہارات**''۔ از:۔مرزا غلام احمد قادیانی،
ناشر:۔ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹیڈ۔ربوہ، **جلد:۳، صفحہ:۲۷۸**)

- ''میں ہر وقت کربلا میں سیر کرتا ہوں، ایک سو حُسین میری جیب میں ہیں۔''

(حوالہ:۔ ''نزول المسیح''۔ از:۔ مرزا غلام احمد قادیانی،
ناشر:۔مطبع میگزین۔قادیان۔صفحہ: ۴۷۷)

- ''قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔''

(حوالہ:۔ ''**تذکرہ**''۔ مصنف:۔مرزا غلام احمد قادیانی،
ناشر:۔ الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹیڈ۔ربوہ، **صفحہ:۶۳۵**)

- ''تین (۳) شہروں کا نام اعجاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے۔ مکہ اور مدینہ اور قادیان۔''

(حوالہ:۔ ''**ازالۂ اوہام**''۔ مصنف:۔مرزا غلام احمد قادیانی،
ناشر:۔مطبع ریاض الہند۔امرتسر، حصہ:۱، صفحہ:**۱۴۰**)

- ''میرا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے اور میری تعلیم نوح کی کشتی ہے، جو تمام انسانوں کے لئے مدارِ نجات ہے۔''

(حوالہ:۔ ''**اربعین نمبر:۴**''۔ مصنف:۔مرزا غلام احمد قادیانی،
ناشر:۔بک ڈپو تالیف وتصنیف۔ربوہ، **صفحہ:۴۳۵**)

مرزا غلام احمد قادیانی نے مندرجہ بالا کفریات کے علاوہ کئی مزید کفریات اپنی متفرق کتب میں لکھے ہیں۔ اُن سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے صرف مذکورہ بالا کفریات ہی اتنے گھنونے اور خطرناک ہیں کہ اس کو پڑھ کر ایک سادہ لوح مسلمان بھی مرزا قادیانی کو مسلمان تسلیم نہیں کریگا بلکہ ڈنکے کی چوٹ پر اسے کافر ہی کہیگا۔

''جمعۃ اہل حق جموں وکشمیر'' نام کی فرضی تنظیم کے ذریعے شائع شدہ **''بریلوی جماعت کا تعارف اوران کے فتوے''** نام کے آٹھ ورقی کتابچہ کے پردہ نشین مصنف سے استفسار ہے کہ اگر مذکورہ بالا کفریات بکنے کے باوجود بھی مرزا غلام احمد قادیانی تمہارے نزدیک مسلمان ہے، تو پھر ایمان وکفر میں کیا فرق باقی رہا؟ ایمان کے بنیادی اصول و قوانین کا پھر کیا ادب واحترام (Rever) باقی رہا؟ کیا ایسے گھنونے قسم کے کفریات بولنے اور لکھنے والے کو تم مؤمن سمجھتے ہو؟

عاشق رسول، امام احمد رضا محقق بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بغض وحسد اور عناد وخصومت کے جذبے سے متاثر بلکہ مخمور ہو کر مرزا غلام احمد قادیانی کی ہمدردی، حمایت اور طرفداری کا مظاہرہ کر کے مرزا قادیانی کا **''حمایتی کا ٹٹو''** بننے والا آٹھ ورقی کتابچہ کا پردہ نشین مصنف شاید یہ بھول گیا ہے یا جہالت کی وجہ سے اس اجہل کو معلوم نہیں کہ جس کی حمایت کا ڈھول پیٹ کر امام احمد رضا کی مخالفت کی بانسری کے بے تکے راگ الاپ رہا ہوں، وہ مرزا قادیانی ایسا رسوائے زمانہ تھا کہ دیوبندی مکتبہ فکر کے حکیم الامت **مولوی اشرف علی تھانوی** نے بھی مرزا قادیانی کو کافر کہا ہے بلکہ ایسا کافر کہا ہے کہ:۔

''بقول اشرف علی تھانوی
مرزا قادیانی کو کافر نہ کہے، وہ بھی کافر ہے''

▣ مولوی اشرف علی تھانوی کے ملفوظات سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے:۔

''ایک مولوی صاحب نے قادیانی فرقہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت والا سے عرض کیا کہ بعض مسلمان بھی قادیانیوں کو کافر نہیں سمجھتے، اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے، فرمایا کہ نہ سمجھنے کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ وہ یہ کہیں کہ ان کے یہ عقائد ہی نہیں، جن کی بنا پر انہیں کافر کہا جاتا ہے، اور ایک یہ کہ یہ عقائد ہیں مگر پھر بھی وہ کافر نہیں۔ تو اب ایسا سمجھنے والا شخص بھی کافر ہے، جو کفر کو کفر نہ کہے۔''

حوالہ:۔

(۱) ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ''، جلد نمبر:۵، حصہ:۹، ملفوظ:۵۷، صفحہ:۳۰، ناشر: مکتبہ دانش۔ دیوبند، سن طباعت: ۱۹۹۹ء ۱۴۱۹ھ

(۲) ''ملفوظات حکیم الامت''، جلد نمبر:۹ میں شامل کتاب ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ''، جلد نمبر:۹، ملفوظ:۵۷، صفحہ:۳۷، ناشر: ادارہ اشرفیہ۔ دیوبند، سن طباعت: ۲۰۱۱ء

(۳) ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ''، جلد نمبر:۴، قسط:۵، ملفوظ:۱۰۹۹، صفحہ:۵۴۷، ناشر: مکتبہ دانش۔ دیوبند، سن طباعت: ۱۹۸۹ء ۱۴۰۹ھ

’’الافاضات الیومیہ‘‘ کی مندرجہ بالا عبارت میں دیوبندیوں کے حکیم الامت **مولوی اشرف علی تھانوی** نے مرزا غلام احمد قادیانی کو اور قادیانی فرقہ کے عقائد باطلہ پر مطلع ہونے کے باوجود قادیانیوں کو کافر نہ کہنے والوں کو بھی کافر کہہ رہے ہیں۔اس پر مزید تبصرہ نہ کرتے ہوئے، اب ہم اس کتاب کی اگلی کڑی یعنی نئے عنوان کی طرف قارئین کرام کی توجہات مرکوز کرنے کی سعادت کے حصول کی سعی کرتے ہیں۔

شاعر مشرق، علامہ، ڈاکٹر، سر،
محمد اقبال

شاعر مشرق، علامہ، ڈاکٹر، سر محمد اقبال بن شیخ نور محمد ۱۸۷۷ء کے نومبر مہینے کی ۹رتاریخ کو پاکستان کے شہر سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔نہایت ذہین اور ذی استعداد علمی صلاحیت کی وجہ سے دینی اور دنیوی تعلیم میں کمال درجہ کی دسترس حاصل تھی۔ان کی دینی و دنیوی تعلیم کا مختصر خاکہ ذیل میں درج ہے۔

- فاضل علوم عربیہ و فارسیہ مولانا مولوی **میر حسن** سے عربی اور فارسی زبان میں اہلیت و مہارت حاصل کی۔ فارسی اور عربی زبان میں گفتگو کرنے کی اور شاعری کرنے کی صلاحیت و چابک دستی حاصل تھی۔
- لاہور کی گورمنٹ کالج سے بی،اے (B.A.) اور ایم،اے (M.A.) میں امتیازی (Top) کامیابی حاصل کی۔

- لاہور کے مشہور ''اورینٹل کالج'' (Oriental College) میں ۱۹۰۵ء تک لکچرر رہے۔
- ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان (England) گئے اور کیمبرج یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ (Doctor) اور بیرسٹر۔ایٹ۔لا (Barrister-at-law) کی ڈگری کا شرف حاصل کیا۔
- جرمنی کی ''میونچ یونیورسٹی'' سے بھی ڈاکٹریٹ کی مزید ڈگری حاصل کی۔
- کچھ دنوں تک ''لنڈن یونیورسٹی'' میں عربی کے پروفیسر رہے۔
- ۱۹۰۸ء میں وطن لوٹ کر ''گورمنٹ کالج۔لاہور'' میں پروفیسر رہے اور ساتھ میں بیرسٹری کی پریکٹس بھی شروع کردی۔
- کچھ عرصہ کے بعد کالج کی ملازمت ترک کر کے صرف وکالت پر قناعت کی۔
- ۱۹۲۳ء میں حکومت برطانیہ کی طرف سے ''سر'' (Sir) کا خطاب ملا۔
- ۲۱/اپریل ۱۹۳۸ء مطابق ۱۳۵۷ھ کو لاہور (پاکستان) میں انتقال ہوا۔

- ڈاکٹر اقبال بچپن سے ہی سلطان العارفین، **قاضی حضرت سلطان محمود صاحب** آوان شریف۔ ضلع۔ گجرات (پاکستان) کے مرید تھے۔ حضرت قاضی سلطان محمود صاحب سلسلۂ عالیہ قادریہ کے شیخ طریقت تھے۔ لہذا اقبال قادری سلسلے کے مرید تھے۔
- اردو اور فارسی ادب کے ڈاکٹر اقبال عالمی پیمانے کے شہرت یافتہ شاعر تھے۔ ان کے مجموعۂ کلام یعنی شاعری کے دیوان مثلاً ☆ مثنوی اسرار خودی ۱۹۱۵ء

☆ مثنوی رموز بیخودی ۱۹۱۸ء ☆ پیام مشرق ☆ زبور عجم ☆ اسرار و رموز ☆ بانگ درا ۱۹۲۴ء ☆ پس چہ باید کرد ☆ جاوید نامہ ۱۹۳۲ء ☆ بال جبریل ۱۹۳۵ء ☆ ضرب کلیم ۱۹۳۶ء ☆ اقبال کا آخری دیوان، جو اقبال کے انتقال ۱۹۳۸ء کے بعد ''ارمغان حجاز'' کے نام سے شائع ہوا۔

''علامہ اقبال کی مُتنازع شخصیت''

ڈاکٹر اقبال کی شخصیت ہند و پاک و دیگر ممالک کے اردو داں سنّی طبقہ کے درمیان منازع فیہ یعنی جس کی وجہ سے نزاع یعنی جھگڑا ہو، ہمیشہ سے رہی ہے۔ ڈاکٹر اقبال کی مخالفت اور اس کے عقیدہ و مشرب میں شک وشبہ کی فضا اُن کی حیات ہی سے عوام و خواص میں موضوع سخن رہی ہے۔ مثلاً:۔ (مختلف آراء ذیل میں درج ہیں)

- اقبال انگریزوں کا ایجنٹ تھا۔ اسی لئے تو حکومت برطانیہ نے اسے ''سر'' کا خطاب دیا۔
- اقبال وہابی تحریک کے بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک وہابیت سے متاثر تھا۔

(حوالہ:۔ **''ماہنامہ قومی زبان''**۔ کراچی۔ شمارہ نومبر ۱۹۸۱ء کے صفحہ: ۳۲ پر ڈاکٹر معین الدین عقیل کا عنوان **''نجدی تحریک اور اقبال''**)

- اقبال کی کتابیں عقیدے کے اعتبار سے غیر اسلامی ہیں۔

(حوالہ:۔ ۱۹؍نومبر ۱۹۸۰ء کو ریاض یونیورسیٹی کا سیمینار۔ تفصیل کے لئے **''اندھیرے سے اجالے تک''** از:۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری، **صفحہ: ۵۲**، مطبوعہ: لاہور)

- اقبال شیعہ اور سنی کے اتحاد کا مبلغ تھا۔

(حوالہ:۔ **''اقبال کا مذہب''**۔از:۔قاضی محمد عدیل عباسی،مشمولہ **''مطالعہ اقبال''**،صفحہ:۱۸،
ناشر:۔اتر پردیس اکاڈمی۔لکھنؤ)

- اقبال ائمہ اربعہ میں سے کسی کا بھی مقلد نہیں تھا۔ (حوالہ:۔ ایضاً،**صفحہ:۲۵**
- اقبال بارگاہ خداوندی کا بے ادب اور گستاخ تھا۔
  (حوالہ:۔ **''بال جبریل''**،صفحہ:٦۔کے اشعار کو سند بنا کر الزام)
- اقبال نیچری خیالات رکھنے والا اور دہریہ قسم کا شخص تھا۔
- اقبال نے اپنی فارسی،اردو نظموں میں نیچری فلسفہ اور الحاد کا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے اور شریعت مطہرہ کے بنیادی عقائد پر تمسخر،استہزا اور انکار کیا ہے۔
- علمائے شریعت اور ائمہ طریقت پر اعتراضات اور تذلیل کے جملے لکھے ہیں۔
- اقبال نے بذات خود اپنی زندیقیت و بے دینی کا فخر اور مباہات کے ساتھ کھلا ہوا اقرار کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

لہذا.......

ڈاکٹر اقبال کی شخصیت مختلف زاویوں سے موضوع سخن اور مشکوک رہی ہے۔عوام و خواص دونوں طبقوں میں اقبال کی شخصیت ہمیشہ مختلف انداز سے زیر بحث رہی رہے اور متفقہ طور پر اقبال کے تعلق سے مُصَمَّم رائے قائم کرنے والے حضرات بہت ہی کم تعداد میں ملتے ہیں۔

قارئین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر ہم حسب استطاعت اس عنوان کے تعلق سے خامہ آرائی کی جرأت کرتے ہیں۔امید ہے کہ ہماری کاوش حقیقت کی تلاش وجستجو کی منزل تک رسائی کرنے میں ناکام نہ رہے گی۔

ڈاکٹر اقبال کی زندگی کے غیر معتدل حالات:۔

ڈاکٹر اقبال کی پیدائش سنی صحیح العقیدہ مسلم خاندان میں ہوئی تھی۔ ان کے والد شیخ نور محمد خالص مذہبی بلکہ صوفی قسم کے دیندار شخص تھے اور قادری سلسلہ کے مرید تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹے اقبال کو بھی قادری سلسلہ میں مرید کرایا تھا۔ میرا بیٹا دین کا علم حاصل کرے، اس صالح نیت سے شیخ نور محمد نے اقبال کو فارسی اور عربی زبان کی تعلیم بھی دلوائی تھی اور اقبال نے ان دونوں زبانوں میں مہارت اور عبور بھی حاصل کرلیا تھا۔

ڈاکٹر اقبال نے فارسی اور عربی زبان میں مہارت ضرور حاصل کر لی تھی لیکن ان کی یہ مہارت صرف فن و ادب (Art of Literature) اور زبان یعنی (Language) کی فصاحت و بلاغت (Eloquence & Thetoric) تک ہی محدود تھی۔ دین اسلام کے اصولی و فروعی یعنی عقیدہ اور عمل کے تعلق سے جو احکام و مسائل تھے، ان کا علم ڈاکٹر اقبال نے نہیں پڑھا تھا۔ المختصر! ڈاکٹر اقبال نے کسی دینی مدرسہ یا دارالعلوم میں نہیں پڑھا تھا اور دینی تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔

ڈاکٹر آقبال نے دینی تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن ان کی پرورش ایک دیندار خاندان میں ہوئی تھی۔ لہذا ملت اسلامیہ اور قوم مسلم سے بنیادی طور پر لگاؤ، اُنس، ہمدردی، محبت، الفت، رغبت، حُب، چاہ، پیار، آشنائی، میلان، رُجحان، شناسائی، غمخواری، دردمندی اور شوق ولطف کا جزبہ دل کے ایک کونے میں جاگزیں تھا۔ یہ سب اخلاقیات انہیں وراثت میں ملے تھے۔ لیکن تمام جذبات جامد اور ساکن حیثیت سے استراحت پذیر

تھے۔ کیونکہ ہوش سنبھالتے ہی اسکول اور پھر کالج کی تعلیم میں منہمک ہونا۔ اوراس پر طرّہ یہ کہ کالج کی تعلیم کے لئے اپنے آبائی وطن مالوف **''سیالکوٹ''** کی سکونت ترک کر کے **''لاہور''** کے ''اورینٹل کالج'' کے دارالاقامہ (Hostel) میں رہنے کا اتفاق ہوا۔

لاہور کے اورینٹل کالج کے ایک غیر ملکی پروفیسر سے ڈاکٹر اقبال نے علم فلسفہ کی تحصیل کی۔ ڈاکٹر اقبال کو علم فلسفہ (Philosophy) سے دلی اور گہری مناسبت اور لگاؤ دیکھ کر ان کے فلسفی استاد **پروفیسر آرنلڈ** جو بعد میں **''سر''** کا خطاب پا کر **''سر ٹامس آرنلڈ''** (Sir Thomas Arnold) ہوگئے۔ وہ پروفیسر آرنلڈ غیر معمولی قابلیت کا شخص تھا۔ علمی جستجو اور تلاش (Research) کے طرز جدید (Latest Manner) کا ماہر تھا۔ اس نے ڈاکٹر اقبال کو پرکھا، جانچا اور ٹٹولا، تو اسے اقبال میں غیر معمولی صلاحیتوں کے جوہر نظر آئے۔ لہذا اس نے اقبال کو اپنا خاص الخاص اور چہیتے شاگرد کی حیثیت سے خاص توجہ سے پڑھایا۔ یہاں سے ڈاکٹر اقبال کے ذہن پر نیچریت اور فلسفیت کا رنگ چڑھنا شروع ہوا۔

لاہور کے کالج میں ڈاکٹر اقبال نے B.A اور M.A کی ڈگری حاصل کی اور پھر وہیں لکچرر (Lecturer) کی حیثیت سے ملازم ہوگئے۔ اس دوران ان کا استاد سر ٹامس آرنلڈ انگلستان (England) چلا گیا۔ ڈاکٹر اقبال اور پروفیسر آرنلڈ کے درمیان جو دوستی اور محبت پہلے دن سے پیدا ہوگئی تھی، وہ بدستور قائم تھی بلکہ مزید اضافہ ہوگیا تھا۔

ڈاکٹر اقبال کے رفیق خاص **شیخ عبدالقادر صاحب** بیرسٹر۔ ایٹ۔ لا جو ماہنامہ **''مخزن''** لاہور کے سابق مدیر (Ex.Editor) ہیں، وہ ڈاکٹر اقبال کی کتاب ''بانگ

درا" کے دباچے کے صفحہ:۷ پر رقمطراز ہیں کہ "استاد اور شاگرد میں پہلے دن سے پیدا شدہ دوستی اور محبت آخرش شاگرد کو استاد کے پیچھے پیچھے انگلستان لے گئی۔" ۱۹۰۵ء میں اقبال انگلینڈ گئے، وہاں سے جرمنی (Germony) گئے۔ بالآخر ۱۹۰۸ء میں وطن واپس لوٹے۔ تب ان کی عمر ۳۱/سال تھی۔ ان کی مذکورہ ۳۱/سال کی عمر میں سے:۔

۱۱/سال۔ پرائمری اسکول سے میٹرک تک کی تعلیم حاصل کرنے میں۔

۶/سال۔ لاہور گورمنٹ کالج میں B.A اور M.A کی تعلیم حاصل کرنے میں۔

۳/سال۔ لاہور کی اورینٹل کالج میں لکچرر کی ملازمت میں۔

۴/سال۔ لندن، جرمنی وغیرہ کی یونیورسیٹیوں میں اعلیٰ تعلیم کے حصول و ملازمت میں۔

۲۴/سال ۔ میزان (Total)

مندرجہ بالا خاکہ کے حساب سے ڈاکٹر اقبال جب ڈاکٹریٹ، بریسٹر اور ادیب شہیر کی حیثیت سے ۱۹۰۸ء میں اپنی عمر کے اکتسویں سال (31,st year) میں وطن واپس لوٹے، تب ان کی عمر سے ۲۴/سال دنیوی مختلف قسم کی تعلیم میں خرچ ہوگئے تھے۔ یعنی ان کی عمر کا تقریباً ستّر (77%) فیصد حصہ تعلّم اور تعلیم میں صرف ہوا تھا۔ یعنی ان کی اس وقت تک کی زندگی کا اکثر حصہ صرف دنیوی تعلیم ہی حاصل کرنے میں خرچ ہوگیا تھا۔

اور....... دنیوی تعلیم بھی کیسی ؟ خطرناک قسم کی تعلیم ۔ نیچر اور فلسفہ کی تعلیم ۔ جو اچھے اچھوں کے اعتماد اور ایمان کو برباد کردے۔ اس پر طرّہ یہ کہ ایسی خطرناک تعلیم کس سے حاصل کی ؟ ایسے شخص سے حاصل کی جو عالمی پیمانے کا مشہور و معروف اور نمبر ون

(No.1) کا نیچری (Naturalist) اور فلسفی (Philosophy) تھا۔ یعنی پروفیسر سر ٹامس آرنلڈ کہ جس نے علیگڑھ کالج کی پروفیسری کے زمانے میں اپنے خاص دوست جو ایک پڑھا لکھا اور سند یافتہ مولوی تھا۔ جس نے باضابطہ درس نظامی یعنی مولوی کورس (Course) پڑھا تھا۔ یعنی مولوی شبلی نعمانی اعظم گڑھی کو بھی پروفیسر آرنلڈ نے ایسا بہکا دیا کہ اسے پکّا نیچری بنا دیا تھا۔ ایسے خطرناک ماہر فن نیچریت کے ہاتھ میں ڈاکٹر اقبال کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ بھلا اقبال کی بساط کتنی تھی؟ شریعت مطہرہ کے اصولی اور فروعی علوم میں کامل دسترس نہ ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر اقبال بھی اپنے شفیق استاد پروفیسر آرنلڈ کی لپیٹ میں آ گیا اور نیچریت کا رنگ اس کے دل و دماغ پر چھا گیا۔

''ڈاکٹر اقبال کی وضع قطع اور رفتار گفتار میں مغربی تہذیب کی رواداری''

ڈاکٹر اقبال ۱۹۰۸ء میں بیرون ملک سے جب وطن لوٹے تو دنیوی علوم وفنون کی اعلیٰ ڈگریاں اور تمغات سے لیث ہو کر لوٹے تھے۔ دنیوی اعلیٰ تعلیم کا کیف وخمار اور نیچر و فلسفہ کے فن کی یگانت و مہارت سے عوام و خواص میں وہ فقید المثال شخصیت کی اہمیت کے حامل تھے۔ علاوہ ازیں وہ خود بھی اپنے آپ کو ماڈرن (Morden) اور ترقی یافتہ گمان کرتے تھے۔ مغربی تہذیب کے دلدادہ تھے۔ وضع قطع غیر اسلامی تھی۔ چہرہ سنت رسول کے یعنی داڑھی نہ ہونے کی وجہ سے ''بے نور'' تھا۔ روز ریجر (Razor) سے چہرہ چھیلتے تھے۔ شرعاً فاسق معلن تھے۔ لباس بھی انگریزی وضع قطع کا پہنتے تھے۔

جس ماحول میں ڈاکٹر اقبال نے تعلیم و تربیت پائی تھی، وہ مکمّل طور پر ایمان و عمل کو تباہ کرنے والا تھا۔ قدم قدم پر فلسفہ و نیچر کی پھسلن و رپٹن، چاروں طرف کفر و الحاد کی گہری کھائی۔ ذرا پاؤں پھسلا اور گئے کام سے۔ ایسے ماحول میں ایمان بچانا کٹھن سے کٹھن مرحلہ تھا۔ اچھے اچھوں نے ایمان سے ہاتھ دھوڈالے۔ بے دینی اور لامذہبیت کی چمک دمک میں بہت سے بہہ گئے اور بہک گئے۔ علامہ اقبال کس کھیت کی مولی کہ شیطان کے دام فریب سے محفوظ و مامون رہیں۔ ڈاکٹر صاحب بہکے ضرور مگر توہین رسول کے جرم عظیم کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ ڈاکٹر اقبال صاحب سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے تھے۔ ان کے پیر و مرشد حضرت **قاضی سلطان محمود** صاحب، آوان شریف والے سلسلۂ قادریہ کے پیر طریقت تھے۔ ان کے توسط سے **پیران پیر، پیر دستگیر، حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث اعظم بغدادی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض ملا کہ ڈاکٹر اقبال صاحب نیچریت کے دلدل میں غرق ہونے کے باوجود توہین انبیاء و اولیاء سے محفوظ رہے اور زندگی کے آخری دنوں میں انہوں نے ایمان افروز اشعار کہے۔

''ڈاکٹر اقبال کے گستاخانہ اور قابل گرفت اشعار''

ڈاکٹر اقبال کو ان کے اشعار کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی تھی۔ وہ اپنے زمانہ میں اور آج بھی **''شاعر مشرق''** کے معزز لقب سے مشہور تھے اور ہیں۔ برطانوی حکومت کے ظلم و ستم سے غیر منقسم ہندوستان کو آزاد کرانے کی جنگ کے زمانے میں ڈاکٹر اقبال کی شاعری نے اہم رول ادا کیا ہے۔ وطن کی محبت کے خمار سے سرشار

ہو کر جوش وخروش سے تحریک آزادی کی آگ کو مشتعل رکھنے میں ڈاکٹر اقبال کی شاعری نے ایندھن (Fuel) کا کام انجام دیا ہے۔ علاوہ ازیں وطن کے باشندوں اور بالخصوص قوم مسلم کی خستہ حالی، جہالت، غربت، جرائم پیشہ کردار، قابل نفریں ارتکابات وغیرہ کے خلاف منظّم مہم چلائی اور قوم کو ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کی تلقین کی۔

ڈاکٹر اقبال کی شاعری سوز و گداز، دکھ و درد، سوزش وجلن، شعلہ وشرر، آہ و فغاں، شکوہ وشکایت، استغاثہ وفریاد، سرزنش وسرشاری، سرفرازی وسرفروشی، سرمستی وسر گردانی، اضطراب وبیقراری، تیزی وچمک، شوق واشتیاق، جوش وسرگرمی، محبت وعشق، دھن وترنگ، خواہش وآرزو، طلیق وطُمطراق، راز ونیاز، چاہ وحرص، طنز وتمسخر، طنطنہ و غلغلہ، شان وشوکت، طمع وخواہش، شوروغل، ماتم و کہرام، طیش وغضب، سُبک روی و سِپاس گزاری، سُرور وانبساط، خمار وسرشاری، خواست و اِلتماس، جھڑک وخفگی، ڈانٹ و ڈپٹ، ملامت ولتاڑ، وغیرہ اوصاف سے ایک انفرادی طرز وانداز کی شان وشوکت سے مشہور ومقبول زمانہ ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کا قلم کبھی کبھی شوخی وظرافت کی تیز رنگی چمک کی شوریدہ سری میں متنازعہ شگوفے کھلانے کی شہامت وشجاعت دکھانے کے شوق میں ایسا بہک جاتا کہ نوک قلم سے نکلی ہوئی بات موردِ فساد بن جاتی تھی۔ نتیجۃً ملت اسلامیہ کے افراد کے درمیان ہنگامہ برپا ہو جاتا تھا۔

قوم مسلم کی غربت، خستہ حالی، مفلسی وبے چارگی دیکھ کر اضطراب وبے چینی کے رقت انگیز جذبے سے متاثر ہو کر ڈاکٹر اقبال نے **اللہ تبارک وتعالیٰ** کی بارگاہِ عالیہ میں گلہ اور شکایت کی، لیکن وہ اپنی شاعری کے طرز وانداز میں کی۔ ان کا عام طور سے جو

انداز عوام الناس کے ساتھ ہوا کرتا تھا، اسی انداز سے انہوں نے بارگاہ الٰہی میں شکوہ کیا۔ جو سراسر غلط انداز، گستاخی و بے ادبی پر مشتمل تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے شکوہ کے کچھ الفاظ و جملے ایسے اور اتنے توہین آمیز ہیں کہ اس پر شدید شرعی گرفت و مواخذہ ہے۔ بلکہ حکم کفر نافذ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر اقبال کے پاس اردو، فارسی اور عربی ادب کا، فلسفہ و منطق، نیچر اور دیگر علوم وفنون کا چاہے وسیع علم ہو، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کے پاس شریعت کے بنیادی عقائد، ضروریات دین سے تعلق رکھنے والے اصولی مسائل، فروعات کے ضروری احکام، الزام کفر، لزوم کفر، احکام ارتداد، نفاذ کفر، حدودِ شرعیہ کے دائرے سے تجاوز کی تعزیر و توبیخ، اللہ و رسول کی بارگاہ کی تعظیم، توقیر اور پاس ادب کے لوازمات وغیرہ جیسے اصول و قوانین کہ جس پر ایمان و کفر کا مدار ہے، وغیرہ کا باضابطہ علم تھا ہی نہیں۔ رسمًا اور سُنی سُنائی یا دستیاب عوامی سطح کی کتابوں سے مطالعہ سے حاصل شدہ غیر معتمد معلومات تک ہی ان کی علمی بساط و استعداد تھی۔ حدود شرعیہ کے پاس ادب کی نزاکت کے تقاضے اور اہمیت و نیز اس کے نقض اور توڑے کی صورت میں عائد و نافذ عقوبت اور سزا کی صعوبت و سختی کے احکام کی بنیادی و تفصیلی معلومات سے ڈاکٹر اقبال ناواقف اور انجان تھے، لہذا ان کی قلم کے جوش پر شریعت کے ہوش کی لگام نہ تھی اور ان کا قلم بے لگام گھوڑے کا ہوا سے باتیں کرنے کے انداز سے چلتا تھا۔ علم کی روشنی کے فقدان سے بے علمی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں برق رفتاری سے دوڑتا تھا۔ لہذا قلم نے ایسی ٹھوکر کھائی کہ قلمکار کی حالت بھی شدید زخمی بلکہ قریبِ مرگ ہوگئی۔ اس حادثہ میں یقینًا اور بلاشبہ قلمکار ہی خطاوار اور مستحق عتاب ہے۔

قارئین کرام کی خدمت میں ڈاکٹر اقبال کے قابل گرفت وہ اشعار بھی پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:۔

▣ ڈاکٹر اقبال اپنی کتاب "بال جبریل" کے صفحہ:۶ پر لکھتے ہیں کہ:۔

تیرے شیشے میں مے باقی نہیں ÷ بتا کیا تو میرا ساقی نہیں ہے
سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم ÷ بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے

مندرجہ بالا اشعار میں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! ڈاکٹر اقبال نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو بخیل بتایا اور اللہ تعالیٰ کے رزاق نہ ہونے کی بات کہی ہے۔

▣ ڈاکٹر اقبال اپنی کتاب "بال جبریل" کے صفحہ:۷ پر لکھتے ہیں کہ:۔

اگر ہنگامہائے شوق سے ہے لامکاں خالی
خطا کس کی ہے یارب! لامکاں تیرا ہے یا میرا

اس شعر میں ڈاکٹر اقبال بارگاہ رب العزت میں گستاخانہ دلیل کے طور پر کہہ رہے ہیں کہ "اے رب تعالیٰ! اگر لامکاں شوق کے ہنگاموں سے خالی ہے، تو یہ کس کی خطا ہے؟ اگر لامکاں میرا ہوتا اور شوق کے ہنگاموں سے خالی ہوتا، تو بے شک! یہ میری خطا ہوتی۔ لیکن اے رب تعالیٰ! یہ لامکاں تو تیرا ہے، اور وہ شوق کے ہنگاموں سے خالی ہے، لہذا یہ تیری ہی خطا تو ہے۔ (معاذ اللہ)

▣ ڈاکٹر اقبال اپنی کتاب "بال جبریل" کے صفحہ:۷ پر لکھتے ہیں کہ:۔

اے صبح ازل انکار کی جرأت ہوئی کیوں کر،
مجھے معلوم کیا، وہ رازدار تیرا ہے یا میرا

اس شعر میں ڈاکٹر صاحب اللہ تبارک وتعالیٰ سے کہہ رہے ہیں کہ ابلیس نے تیرے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے سجدہ کرنے سے انکار کی جرأت کیوں کی؟ یہ مجھے کیا معلوم! آخر وہ تیرا ہی تو رازدار ہے۔ میرا رازدار تو نہیں ہے۔ میں کیا جانوں کہ ابلیس کو تیرا کون سا ایسا راز معلوم ہوگیا، جس کی بناء پر وہ تیرا حکم بجالانے سے انکار کی جرأت کر بیٹھا۔

▣ ڈاکٹر اقبال نے اپنی کتاب (دیوان) ''**بانگ درا**'' مطبوعہ:۔ کریمی پریس۔ لاہور (پاکستان) میں صفحہ نمبر:۱۷۷ سے ۱۸۷ تک اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ بے نیاز میں ''**شکوہ**'' لکھا۔ جس میں جابجا اللہ تبارک وتعالیٰ پر مسلمانوں کے احسان جتائے، اعتراضات کئے اور یہ بھی کہہ دیا کہ ''**ہم بھی وفادار نہیں، تو بھی تو دلدار نہیں۔**'' بلکہ یوں بھی لکھ دیا کہ:۔

- **خندہ زن کفر ہے، احساس تجھے ہے کہ نہیں،**
  اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں۔
- **آئے عشاق، گئے وعدۂ فردا لے کر،**
  اب انہیں ڈھونڈھ، چراغ رخ زیبا لے کر،
- **آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں،**
  ہم وہی سوختہ ساماں ہیں تجھے یاد نہیں۔

▣ ''**بانگ درا**'' کے اسی ''**شکوہ**'' کے صفحہ نمبر:۱۸۲ پر یہاں تک لکھ دیا کہ:۔

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور وقصور
اور بے چارے مسلمان کو فقط وعدۂ حور

یعنی اے اللہ! یہ کیا غضب ہے کہ کافروں کو تو جنت کی حوریں اور جنت کے محل سب کچھ ملیں اور بیچارے مسلمانوں کو صرف **''حوریں ملیں گیں''**، ایسا وعدہ دیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے مندرجہ بالا شکوہ کیا۔ پھر اپنے اس شکوے کا اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا؟ وہ جواب بھی اپنے خیالات باطلہ سے خود گڑھ لیا۔ اور اپنے دیوان **''بانگ درا''** کے صفحہ نمبر: **۲۲۰** سے **۲۳۲** تک **''جواب شکوہ''** کے نام سے اللہ تعالیٰ کا جواب گڑھا اور **صفحہ نمبر: ۲۲۴** پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اپنے شکوے کا یہ جواب گڑھا کہ:۔

- **کیا کہا، بہر مسلماں ہے فقط وعدۂ حور !،**
  شکوہ بے جا بھی کرے کوئی، تو لازم ہے شعور۔
- **عدل ہے فاطر ہستی کا ازل سے دستور،**
  مسلم آئیں ہوا کافر، تو ملے حور و قصور۔
- **تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں،**
  جلوۂ طور تو موجود ہے، موسیٰ ہی نہیں۔

مندرجہ بالا اشعار میں ڈاکٹر اقبال نے اپنی خام خیالی سے اپنے بیجا شکوہ کا اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے جواب گڑھا ہے کہ اے مسلمانوں کو صرف حور کا وعدہ دینے پر شکوہ اور شکایت کرنے والے! تیرا شکوہ بیجا یعنی نامناسب، فضول، ناحق، بلا سبب اور نادانی پر مبنی ہے۔ کیونکہ **''عدل ہے فاطر ہستی کا ازل سے دستور''** یعنی عدل و انصاف کرنا ہمیشہ سے خالق کائنات جل جلالہ کا قانون اور دستور ہے۔ کافروں کو دنیا ہی میں حوریں

اور جنت کے محلات مل گئے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے آئین یعنی دستور العمل (Constitution/बंधारण) اور قوانین کو کافروں نے اختیار کرلیا، تو انہیں حور و قصور یعنی حوریں اور محل مل گئے ۔ یعنی یورپین (European) حسین و جمیل لڑکیاں، پارسی مِسیں، (Misses) یہودی خوبصورت لڑکیاں، عیسائی اینڈین مِیڈ مس (Madames) جن کے ساتھ اختلاط، میل جول، ملاقات، خلوت اور دیگر بے حیائی پر مشتمل اور بے شرمی سے مخلوط ارتکابات سے آج کل کے کفار و مشرکین کے آزادی پسند لوگ عیش و عشرت کے گل چھرّے اڑاتے ہیں، یہی وہ حوران جنت ہیں، جن کا وعدہ مسلمانوں سے کیا گیا ہے اور دور حاضر کی جدید تعمیر کی بلڈنگیں، بنگلے، فلیٹ، کوٹھیاں، ہوٹلیں کہ جن میں یورپ کے باشندے عیش و آرام کرتے ہیں، یہی وہ جنت کے محل ہیں، جن کا وعدہ مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔

کافر لوگ چونکہ مسلمانوں کے دین اسلام کے آئین یعنی دستور العمل کو اپنائے ہوئے ہیں اور اس پر عمل کررہے ہیں، لہذا انہیں دنیا ہی میں حوریں اور محل حاصل ہوگئے ہیں اور مسلمان اپنے دین و مذہب کے دستور العمل کو چھوڑے ہوئے ہیں، اسی لئے مسلمان حور اور محل سے محروم ہیں ۔ پھر آخر میں یعنی تیسرے شعر میں مسلمانوں کی محرومی کا سبب خود مسلمانوں کو ٹھہرا کر کہا کہ:۔ **''تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں''** (استغفر اللہ)

▣ الحاد و بے دینی پر ڈاکٹر اقبال کے افکار، تخیلات، تصورات، تردّدات، تفکرات، التفاتات، توجہات، منشآت و آراء کا وقوع پذیر ہونا، یہ سب اس نیچری تعلیم کا صدقہ و طفیل ہے، جو انہوں نے انگلستان اور دیگر غیر ممالک میں حاصل کی تھی ۔ جس کا اعتراف

خود ڈاکٹر اقبال نے اس شعر میں کیا ہے:۔

مجھ کو سِکھا دی ہے افرنگ نے زندیقی
اس دور کے مُلّا ہیں کیوں ننگ مسلمانی

(حوالہ:۔ ''**بال جبریل**''۔از:۔ڈاکٹر اقبال،مطبوعہ:۔کریمی پریس۔لاہور،**صفحہ:۳۱**)

ڈاکٹر اقبال کی شاعری کا جادو ہر عام و خاص پر اثر کرتا تھا۔ڈاکٹر اقبال نے اپنی شاعری کے بلبوتے پر اپنی ایک الگ پہچان (**Image**) کھڑی کر لی تھی۔عوام ان پر وارفتہ اور فریفتہ تھے اور عوام کی اس اندھی محبت کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے اپنی شاعری کے توسط سے الحاد، بیدینی اور نیچریت کی نشر و اشاعت کی۔**شاعر مشرق،علامہ،ڈاکٹر** اور سر کے القاب و خطابات کی چمک دمک سے عوام المسلمین کی آنکھیں اتنی چندھیا گئیں تھیں کہ ڈاکٹر اقبال کی شاعری اور اس کا کلام شریعت کا قانون ہو،ایسے وہم و گمان میں عوام مبتلاء ہوگئے اور ڈاکٹر اقبال کی بات پر آنکھ بند کر کے بھروسہ کرنے لگے۔

ڈاکٹر اقبآل کی نیچریت کی آندھی اور طوفان میں عوام المسلمین کے ایمان کو تباہ اور برباد ہونے سے بچانے کے لئے علماء دین آہنی دیوار کی طرح کھڑے ہوگئے اور ڈٹ گئے۔علماء نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اقبآل کے نیچری نظریات اور افکار کا رد بلیغ فرمایا اور حق و باطل کا بین امتیاز ظاہر فرمایا۔جس کے نفع بخش نتائج و اثرات سامنے آئے۔کافی تعداد میں لوگوں نے اپنی متاع ایمان لوٹنے سے بچائی۔جس کا احساس خود ڈاکٹر اقبآل کو بھی ہوگیا۔بلکہ اسے یقین کے درجہ میں معلوم ہوگیا کہ میری نیچریت کی

تحریک میں اگر کوئی روڑا ڈال کر اٹکا تا ہے، تو وہ علمائے دین ہیں۔ لہٰذا ڈاکٹر اقبالؔ نے اپنے کلام میں علماء کے خلاف خوب ہی اناپ شناپ، انٹ شنٹ، اوٹ پٹا نگ اور آئیں بائیں بکواسیں اندھا دھند لکھ ماری ہیں۔

قارئین کرام کی ضیافت طبع کی خاطر ڈاکٹر اقبالؔ کے چند اشعار جو انہوں نے اپنے فاسد ذہن کے خام خیالی تصور کی تخلیق کے طور پر علماء دین کے گروہ کے خلاف لکھے ہیں، وہ پیش خدمت ہیں:۔

- میں بھی حاضر تھا وہاں، ضبط سخن کر نہ سکا،
  حق سے جب حضرت ملاّ کو ملا حکم بہشت
- عرض کی میں نے الٰہی مری تقصیر معاف،
  خوش نہ آئیں گے اسے حور وشراب ولب کشت
- ہے بد آموزیٔ اقوام و ملل کام اس کا،
  اور جنت میں نہ مسجد، نہ کلیسا، نہ کنشت

(حوالہ: "**بال جبریل**" از ڈاکٹر اقبال، مطبوعہ: کریمی پریس۔ لاہور (پاکستان)، **صفحہ نمبر ۱۵۹**)

▣ علماء و اقبالؔ میں مذہبی معاملات کے تعلق سے جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ اقبالؔ علماء کی شان میں گستاخانہ اشعار سے حملے کرتے تھے۔ علماء کی طرف سے جوابی کاروائی ہوتی تھی۔ محتاط علماء الزامات کے لئے ٹھوس شرعی ثبوت حاصل کرنے کے بعد ہی کچھ فرماتے تھے۔ کچھ غیر محتاط اور غیر ذمہ دار قسم کے مولوی صاحبان سنی سنائی باتوں پر اعتبار کر کے بے دھڑک جو منہ میں آیا وہ کہہ دیتے تھے۔ مثلاً

- ☆ اقبالؔ ہندوؤں کوبھی کافرنہیں سمجھتا۔
- ☆ اقبالؔ رافضی ہے، کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوتمام صحابۂ کرام سے افضل بتاتا ہے۔
- ☆ اقبالؔ گانے بجانے کوبھی عبادت مانتا ہے۔
- ☆ اقبالؔ کا مقصد دین اسلام کی خاک اڑانا یعنی بدنام کرنا ہے۔
- ☆ اقبالؔ دین اسلام سے منحرف ہوگیا ہے۔
- ☆ اقبالؔ نے ایک نئے دین کی بنیاد ڈالی ہے۔

خوداقبالؔ کوبھی معلوم تھا کہ اس کے خلاف کیا کیا الزامات اوراعتراضات عائد کئے جارہے ہیں۔لہٰذا اقبالؔ نے علماء کے ذریعے شدہ عائد الزامات واعتراضات کی ترجمانی کرتے ہوئے اپنے دیوان ''بانگ درا'' صفحہ نمبر **۵۲** پرایک شعر لکھا ہے کہ:

اس شخص کی ہم پرتو حقیقت نہیں کھلتی
ہوگا یہ کسی اور ہی اسلام کا بانی

یعنی ہم نہیں سمجھتے کہ ڈاکٹر ایسے عقائد رکھنے کے باوجودبھی کیسے مسلمان ہے؟ اس کے اسلام کی حقیقت ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔اگر ایسے فاسد عقائد کے باوجود بھی اقبالؔ مسلمان ہے،تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کوئی اوراسلام گڑھ لیا ہے اور وہ اپنے گڑھے ہوئے نئے اسلام کی بنیاد پر مسلمان ہے۔

”ڈاکٹر اقبآل پر شرعی حکم“

شاعر مشرق، ڈاکٹر اقبآل کے متعلق علمائے اہل سنت میں مختلف آراء اور خیالات ہیں کیونکہ ڈاکٹر اقبآل نے اپنے قلم کو بے لگام اور تیز رفتار گھوڑے کی طرح اندھا دھند دوڑایا۔ جس کی زد میں آکر اسلامی قوانین کے اصولی وفروعی احکام کا ادب ولحاظ، مراسمِ اسلامیہ کی عظمت وتوقیر اور دیگر عقائد سے تعلق رکھنے والے مسائل پر ایسی کاری ضربیں لگیں کہ ہنگامہ برپا ہوگیا۔ علمائے حق نے اقبآل کے قابل اعتراض وگرفت اشعار پر قرآن وحدیث کی روشنی میں مواخذہ فرمایا، تو اقبآل کے کئی اشعار الحاد وکفر پر مبنی پائے۔ اوراق سابقہ میں ہم نے اقبآل کے چند غیر شرعی اشعار بطور ثبوت پیش کیے ہیں۔ جن کو ملاحظہ فرما کر قارئین کرام بھی یقین کے درجہ میں کہہ سکتے ہیں کہ **بے شک! ڈاکٹر اقبآل سے خلاف شرع امور کا صدور ہوا ہے، بلکہ کفریات تک اس سے صادر ہوئے ہیں۔**

ڈاکٹر اقبآل پر ان کے کفریہ اشعار کی وجہ سے اہل سنت و جماعت کے علمائے حق نے جو شرعی حکم نافذ فرمایا ہے، وہ برمحل، برحق، صحیح، بجا، درست، موزوں، مناسب اور بروقت ہے۔

لیکن..........

نیچریت اور بے دینیت پر مشتمل اناپ شناپ بکواسیں کرنے کے باوجود ڈاکٹر

اقبالؔ نے کبھی بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب اعظم واکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی اور بے ادبی نہیں کی تھی۔ بے شک! ڈاکٹر اقبالؔ سے جہالت کی بناء پر کفر تک پہونچانے والی غلطیاں ضرور ہوئی ہیں۔ مگر آخری وقت میں مرنے سے پہلے اس کی توبہ بھی مشہور ہے۔

ڈاکٹر اقبالؔ کے متعلق شہزادۂ اعلیٰ حضرت، تاجدار اہل سنت، حضور مفتی اعظم ہند کا موقِف:

ماہ ربیع النور، ۱۴۰۱ھ میں دارالعلوم گلشن رضا کولمبی، ضلع: ناندیڑ، (مہاراشٹر) کے صدر المدرسین، حضرت مولانا عبدالصمد قادری رضوی نے رضوی دارالافتاء، بریلی شریف سے ڈاکٹر اقبالؔ کے خلاف شرع شعر کے ایک مصرعہ ''مسیح وخضر سے اونچا مقام ہے تیرا'' لکھ کر حکم شرعی معلوم کیا۔ رضوی دارالافتاء بریلی شریف کے صدر مفتی حضرت علامہ مفتی محمد اعظم صاحب نے مذکورہ بالا مصرعہ کو کفری قول قرار دیا اور اس کے قائل یعنی ڈاکٹر اقبالؔ کے بارے میں یہ تحریر کیا کہ:

''میں نے حضور مفتی اعظم ہند (یعنی شہزادۂ اعلیٰ، حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بریلوی) سے ڈاکٹر اقبالؔ کے بارے میں دریافت کیا تھا، تو آپ نے یہ فرمایا کہ بے شک ڈاکٹر اقبالؔ سے خلاف شرع امور کا صدور ہوا ہے کفریات تک اس سے صادر ہوئے ہیں۔ مگر وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب، سرکار دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخ و بے ادب نہیں تھا۔ بے شک! اس سے اس کی جہالت کی بناء پر کفر تک پہونچانے والی

غلطیاں ہوئی ہیں۔مگر آخری وقت میں مرنے سے پہلے اس کی توبہ بھی مشہور ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی شان میں گستاخ نہیں ہوتا، اس کو توبہ کی توفیق ملتی ہے۔اس کے بعد حضرت نے ڈاکٹر اقبالؔ کا یہ شعر پڑھا:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

گر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

حضرت یہ شعر پڑھ کر آبدیدہ ہوگئے اور فرمانے لگے کہ اس شعر سے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ اقبالؔ کی محبت ظاہر ہوتی ہے۔اس کے بعد فرمایا: اقبالؔ کے بارے میں توقف چاہئے۔ اور حضرت کا یہ فرمان اس وقت کی ناسازیٔ طبع سے ۱۶/۱۵ سال پہلے کا ہے۔ حضرت کے اسی فرمان پر میرا عمل ہے۔'' (واللہ تعالیٰ اعلم)

محمد اعظم غفرلہ

خادم دارالافتاء۔ بریلی شریف

دستخط: فقیر مصطفیٰ رضا غفرلہ

فتویٰ نمبر ۳۳۴۶
۱۵

۱۹/رجب ۱۴۰۱ھ

(حوالہ: ''تجانب اہل سنت'' ناشر: مدرسہ گلشن رضا۔ کولمبی، ضلع: ناندیر، مہاراشٹر، سن اشاعت: مارچ ۲۰۰۷ء، صفحہ نمبر ۵ و ۶)

▣ تاجدار اہل سنت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت، سیدی وسندی و مرشدی و ماوائی و ملجائی، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ جملہ طلائی حروف سے لکھنے کے قابل ہے کہ ''جو گستاخ رسول نہیں ہوتا، اسے توبہ کی توفیق ملتی ہے۔''

اور یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر اقبالؔ ہرگز گستاخ رسول نہیں تھے۔ بلکہ انہوں نے اپنے کلام میں **"عشق رسول"** کے وہ شاداب اور مہکتے پھول کھلائے ہیں کہ مردہ دل کو حیات جاویدانی نصیب ہو۔

ایک اہم نکتہ کی طرف قارئین کرام کی توجہ ملتفت کرنا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر اقبالؔ نے الحاد، بے دینی اور نیچریت کی ترجمانی کرنے والے اشعار اپنے دیوان **"بانگ درا۔ ۱۹۲۴ء"** اور **"بال جبریل۔ ۱۹۳۵ء"** میں زیادہ تر لکھے ہیں۔ لیکن **۱۹۳۵ء** سے ان کے انتقال **۱۹۳۸ء** تک کے عرصہ کے درمیان یعنی ان کی زندگی کے آخری ایّام میں اقبالؔ کی شاعری میں ایک نیا موڑ (Turn) آیا اور انہوں نے عشق رسول ﷺ میں ایسے ایسے نادر زمن اشعار کہے کہ گویا بقول **حضور مفتی اعظم ہند** علیہ الرحمۃ والرضوان **"جو گستاخ رسول نہیں ہوتا، اسے توبہ کی توفیق ملتی ہے۔"** کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبالؔ نے عظمت مصطفیٰ کے پرچم کو بڑی شان وشوکت سے لہرایا اور پوری دنیا کو یہ پیغام دیا کہ:۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا؟ لوح وقلم تیرے ہیں

▣ ڈاکٹر اقبالؔ کا دیوان **"ارمغانِ حجاز ۱۹۳۸ء"** جو ان کے انتقال کے بعد شائع ہوا۔ اس میں ڈاکٹر اقبالؔ نے اپنی ماضی کی غلطیوں کی تلافی اور پاداش اور مکافات میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کے تعلق سے **"عقائد اہل سنت"** کی ترجمانی کی ہے بلکہ بارگاہ رسالت کے گستاخوں کی توبیخ وتذلیل میں اپنے قلم سے **"کلک رضا"** کے جلوے دکھائے ہیں۔ جس کی وضاحت آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔ ڈاکٹر اقبالؔ نے اپنے

دیوانوں میں عقائد اہل سنت کی ترجمانی کرتے ہوئے **حضور اقدس، رحمت عالم** ﷺ کے اوصاف جلیلہ اور خصائص عظیمہ میں معرکتہ الآراء اشعار قلم بند کیے ہیں۔ جن کا بالاستعاب اور مفصل تبصرہ یہاں ممکن نہیں۔ لہٰذا ہم صرف ان عناوین کا اختصاراً اور اشارۃ خاکہ پیش خدمت کرتے ہیں۔

● حضور ﷺ اللہ کے نور ہیں۔ ● حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب اعظم و اکرم ہیں۔ ● حضور اقدس حاضر و ناظر ہیں۔ ● حضور اقدس زندۂ جاوید رسول ہیں۔ ● حضور اقدس بارگاہ الٰہی کے وسیلۂ عظمیٰ ہیں۔ ● حضور اقدس سے توسل اور مدد مانگنا جائز ہے۔ ● حضور اقدس شافع محشر ہیں۔ ● حضور اقدس علم غیب داں رسول ہیں۔ ● حضور اقدس دونوں عالم کے سردار ہیں۔ ● حضور اقدس آخری نبی اور رسول ہیں۔ ● حضور اقدس اختیارات اور تصرّفات کے مالک ہیں۔ ● حضور اقدس کی معراج جسمانی تھی۔ ● حضور اقدس نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر اقبال **"میلاد النبی"** کے جلوس اور محفلوں کے انعقاد کو باعث نجات وثواب سمجھتے تھے اور شرکت کرتے تھے۔ اولیاء کرام کے اختیارات کے پختہ قائل تھے، مزارات اولیاء پر حاضری دیتے تھے اور ان کی شان میں منقبت لکھتے تھے۔

"وہابیت کے گال پر ڈاکٹر اقبال کا کرارا طمانچہ"

بنیادی طور (Basicly) پر ڈاکٹر اقبال اہل سنت و جماعت کے وہ عقائد جو تعظیم وتوقیر رسول ﷺ سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے وہ سخت پابند وقائل و عامل تھے۔

بلکہ انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور والہانہ عقیدت ومحبت میں عشق رسول میں ڈوبے ہوئے بے مثل ومثال اشعار لکھ کر رفعت وشوکت مصطفیٰ کے پرچم کو ہمیشہ لہرایا ہے۔ جس کی تفصیلی وضاحت طول تحریر کے خوف سے یہاں ممکن نہیں۔ لہٰذا بطور نمونہ ایک شعر ملاحظہ ہو۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

(حوالہ: **"ارمغانِ حجاز"** از۔ ڈاکٹر اقبالؔ)

عشق رسول کے کیف وسرور میں رہنے والے ڈاکٹر اقبالؔ کو نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں سے سخت نفرت تھی۔ ذیل میں پیش کردہ واقعہ پڑھیں اور پھر ڈاکٹر اقبالؔ کی تڑپ دیکھیں۔

▣ امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت، امام احمد رضؔا کے شہزادے حجۃ الاسلام، **حضرت علامہ حامد رضؔا خاں صاحب**، قدس سرہ کے داماد حضرت مولانا تقدس علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر اقبالؔ کے ساتھ حضرت حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی ملاقات کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ:۔

"غالباً ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے کہ جب کہ مسجد وزیر خاں کے آخری فیصلہ کن مناظرہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام علامہ حامد رضؔا خاں صاحب بہ نفس نفیس لاہور تشریف لے آئے تھے لیکن مولوی اشرف علی تھانوی کو خصوصی دعوت دینے اور آنے کے لئے ریلوے میں ڈبہ ریزرو (Reserve) کرانے کے باوجود نہیں آئے۔ اس موقع پر

حضرت حجۃ الاسلام اور ڈاکٹر اقبالؔ مرحوم کی ملاقات ہوئی۔ حضرت حجۃ الاسلام نے دیوبندیوں کی گستاخانہ عبارتیں اقبالؔ کے سامنے پڑھیں، تو ڈاکٹر اقبالؔ نے بے ساختہ کہا کہ **''مولانا یہ ایسی گستاخانہ عبارات ہیں کہ ان لوگوں پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا؟ ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہیے۔''**

(حوالہ: **''دعوتِ فکر''**۔ از: مولانا محمد تابش قصوری، مطبوعہ:۔ مرید کے پریس ۱۹۸۳ء، شیخوپورہ (پاکستان) صفحہ نمبر: **۲۵**)

مندرجہ بالا عبارت میں ڈاکٹر اقبالؔ کے قول سے عقائد وہابیہ دیوبندیہ سے ڈاکٹر اقبالؔ کی سخت نفرت اور بے زاری کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ حضور اقدس ﷺ سے والہانہ محبت اور عقیدت کی وجہ سے وہابیوں سے متنفر اور بے زار تھے۔

''ڈاکٹر اقبالؔ نے وہابیوں اور دیوبندیوں کے منہ پر پاؤں کا پنجہ مارا''

دارالعلوم دیوبند کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث **مولوی حسین احمد** نے جب یہ آواز بلند کی کہ ''قومیں اوطان یعنی ملکوں **(Countries)** سے بنتی ہیں۔ تب ڈاکٹر اقبالؔ نے مولوی حسین احمد کے اس قول کے رد و ابطال نیز مولوی حسین احمد کی تذلیل و توبیخ کرتے ہوئے سخت گرفت کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

- عجم ہنوز نہ داند رموز دیں ورنہ
  ز دیوبند حسین احمد ایں بوالعجبی ست
- سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است
  چہ بے خبر از مقام محمدِ عربی ست

(حوالہ: ''**ارمغان حجاز**''از: ڈاکٹر اقبالؔ)

ڈاکٹر اقبالؔ نے دیوبندی پیشوا کی برسر عام کھنچائی کرکے اسے **دوکوڑی کا کر کے** رکھ دیا۔لیکن واہ رے بے شرمی! دیوبندیوں کی ڈھٹائی اور بے حیائی دیکھو کہ ڈاکٹر اقبالؔ کے ہنٹر (Whip) کی سخت ضرب لگنے کے بعد بھی اپنی خصلت بد سے **بے غیرتی کا ٹھیکرا آنکھوں پر رکھ کر** نہایت بے حیائی اور بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسا جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ علامہ اقبالؔ نے ہمارے پیشوا حسین احمد کے تعلق سے جو شعر لکھا ہے، اس سے بعد میں رجوع کرلیا ہے۔لیکن حقیقت اس سے برعکس ہے۔ڈاکٹر اقبالؔ نے اس شعر سے رجوع نہیں کیا بلکہ اس کی مزید تائید اور توثیق کی ہے۔ذیل میں مندرجہ دو اشعار ہمارے دعوے کے شاہد عادل ہیں۔

کسے کو پنجہ زد ملک ونسب را ☆ نداند معنئ دینِ عرب را
اگر قوم از وطن بودے محمد ☆ نہ دادے دعوتِ دیں بولہب را

(منقول از ماہر اقبالیات محمد عبداللہ قریشی۔سابق ایڈیٹر''ادبی دنیا، لاہور (پاکستان)۔بحوالہ:''**اقبال واحمد رضا**''مصنف: راجا رشید محمود۔**M.A.** مطبوعہ: لاہور سن طباعت ۱۹۷۹ء، باردوم، صفحہ: ۵۹)

▣ ڈاکٹر اقبال کے چند وہ اشعار جو اہل سنت و جماعت کے عقائد کی تائید اور وہابی دیوبندی عقائد کی تردید کرتے ہیں۔

❖ قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

❖ شہید عشق نبی ہوں، میری لحد پہ شمع قمر جلے
اٹھا کے لائیں گے خود فرشتے چراغ خورشید سے جلا کر

❖ ہر کجا ہنگامۂ عالم بود
رحمۃ للعالمینے ہم بود

❖ پنجۂ او پنجۂ حق می شود
ماہ از انگشت او شق می شود

❖ لیں شفاعت نے قیامت میں بلائیں کیا کیا
عرق شرم میں ڈوبا جو گنہگار آیا

❖ ہر کہ عشق مصطفیٰ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

❖ نگاہ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسین، وہی طٰہٰ

ایک مرتبہ انجمن اسلام، سیالکوٹ (پاکستان) کا سالانہ جلسہ ڈاکٹر اقبالؔ کی صدارت میں ہوا۔ جلسے میں کسی خوش الحان نعت خواں نے اعلیٰ حضرت **امام عشق محبت، امام احمد رضاؔ محقق بریلوی** کی مشہور زمانہ نعت پڑھی۔ جس کا ایک شعر یہ ہے:۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم ÷ خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

نعت خوانی کے بعد جب ڈاکٹر اقبالؔ اپنی صدارتی تقریر کے لیے کھڑے ہوئے، تو فی الفور اعلیٰ حضرت کی مذکورہ نعت کی ہی بحر اور اسی ردیف اور قافیہ میں دو اشعار کہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

 تماشا تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش ÷ لگائے خدا اور بجھائے محمد ﷺ

 تعجب تو یہ ہے کہ فردوسِ اعلیٰ ÷ بنائے خدا اور بسائے محمد ﷺ

(حوالہ:۔ **"نوادر اقبالؔ"**، ناشر: سرسید بک ڈپو، علی گڑھ۔ صفحہ: **۲۵**)

"ڈاکٹر اقبالؔ پر اعلیٰ حضرت کے فتوے کا بہتان اور غلط الزام"

"بریلوی جماعت کا تعارف وران کے فتوے" نام کے آٹھ ورقی کتابچہ کے دروغ گو اور پردہ نشین مصنف نے امام اہل سنت، مجدد دین وملت **امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلاف جھوٹا الزام لگاتے ہوئے اپنے آٹھ ورقی کتابچہ میں سرخی باندھی ہے کہ **"ڈاکٹر اقبالؔ پر کفر کا فتویٰ"** پھر اس عنوان کے تحت مولانا محمد طیب

دانا پوری کی کتاب ''**تجانب اہل سنت**'' کی عبارتیں اِدھر اُدھر سے نقل کر کے اور موڑ توڑ کے یہ ثابت کرنے کی سعی نا کام کی ہے کہ اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے ڈاکٹر اقبالؔ کو کافر کہا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا یا آپ کے صاحبزادگان میں سے بلکہ بریلی شریف سے ڈاکٹر اقبالؔ کے خلاف کوئی بھی فتویٰ جاری نہیں کیا گیا۔ اگر بریلی شریف سے ڈاکٹر اقبالؔ کے خلاف فتویٰ جاری کیا گیا ہوتا، تو اعلیٰ حضرت کے دنیا سے پردہ فرمانے کے دس سال سے بھی زیادہ عرصہ کے بعد اعلیٰ حضرت کے بڑے شہزادہ حجۃ الاسلام **حضرت علامہ مفتی حامد رضؔا خاں** رحمۃ اللہ علیہ لاہور کے مناظرہ کے موقعہ پر علامہ اقبالؔ سے ملنا کیسے گوارا فرماتے؟ جس کتاب ''**تجانب اہل سنت**'' کی عبارت نقل کر کے ڈاکٹر اقبالؔ پر کفر کے فتوے کا واویلا مچایا گیا ہے، اس کتاب میں بھی ڈاکٹر اقبالؔ کے خلاف کفر کا حکم صادر نہیں کیا گیا۔ البتہ ڈاکٹر اقبالؔ کے خلاف شرع اور قابل گرفت اشعار پر تبصرہ وتنقید ضرور کی گئی ہے۔ اور وہ تنقید ان اشعار پر کی گئی ہے، جن اشعار کا تذکرہ ہم نے اوراق سابقہ میں کیا ہے۔

لیکن ''**شرم چہ کتّی کہ پیش مرداں آید**'' والی مثل کے مطابق آٹھ ورقی کتابچہ کا ''**کتّا۔ بچہ**'' مصنف کی ڈھٹائی کے ڈھول ڈھمکّا کے رقص بے حیائی پر تعجب ہوتا ہے کہ جس ڈاکٹر اقبالؔ کی ہمدردی کا مظاہرہ کر کے امام اہل سنت کے خلاف بہتان، افتراء، اتہام اور الزام کی فکری آوارگی، بیمار اور کمینہ ذہنیت، زنانہ روش، ذلیل سرشت اور خسیس خصلت سے مرکّب جس خبطہ شرارت کا ڈھنڈورا پیٹا ہے، اسی **ڈاکٹر اقبالؔ نے پردہ نشین**

مصنف کی پوری وہابی دیوبندی جماعت کے منہ پر کرارا طمانچہ بلکہ پاؤں کا پنجہ مارا ہے۔ اوراق سابقہ میں اس حقیقت کو آشکارا کیا گیا ہے۔ جسے پڑھ کر پردہ نشین مصنف کی حالت ضرور ''میں مروں تجھ پر اور تو مارے مجھ کو'' جیسی ہوگئی ہوگی۔

اپنے اکابر کے عقائد باطلہ اور ارتکاب فاحشہ پر شرمسار اور نادم ہونے کے بجائے ستودہ صفات شخصیات کے دامن تقدس پر کیچڑ اچھالنے والا صرف بیوقوف ہی نہیں بلکہ پاگل بھی ہے۔

▣ ڈاکٹر اقبالؔ کے متعلق آخری بات:۔

یہاں تک کی تفصیلی وضاحت کے بعد اظہر من الشّمس ثابت ہوا کہ **امام اہل سنت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان نے ڈاکٹر اقبالؔ پر کفر کا فتویٰ صادر نہیں فرمایا بلکہ کسی معتمد ومعتبر سنی عالم نے ڈاکٹر اقبالؔ پر ایسا کوئی فتویٰ نافذ نہیں فرمایا۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت کی یا کسی سنی عالم کی کسی کتاب میں بلکہ ''تجانب اہل سنت'' کتاب میں بھی ڈاکٹر اقبالؔ کو کافر نہیں کہا گیا۔

البتہ ڈاکٹر اقبالؔ سے خلاف شرع اشعار کا صدور ضرور ہوا ہے بلکہ کفریات تک ان سے صادر ہوئے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر اقبالؔ **حضور اقدس، جان ایمان، باعث تخلیق عالم** ﷺ کی شان میں گستاخ اور بے ادب نہیں تھے۔ بے شک ان سے جہالت کی بناء پر کفر تک پہونچانے والی غلطیاں ہوئی ہیں لیکن بقول **شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ** آخری وقت میں انتقال سے پہلے ان کی توبہ بھی مشہور ہے۔

لٰہذا........

ڈاکٹر اقبالؔ کے بارے میں توقف وسکوت سے کام لیں۔اوران کے متعلق ناموزوں، ناشائستہ، بےتکی، بےمیل اوراُول جلول بات نہ کہنی چاہیے۔لیکن ڈاکٹر اقبالؔ کے وہ اشعار جوشریعت مقدسہ کے خلاف ہیں، ان سے قطعی پرہیز کریں۔ان اشعارکوسند بنا کر ہرگز نہ پڑھیں۔

شبلی نعمانی، حالؔی، ابوالکلام آزاداور محمد علی جناح کے متعلق

آٹھ ورقی پھوہڑ کتابچہ کے پردہ نشین اور بزدل مصنف نے مشہور زمانہ چند شخصیات کے نام کا ذکرکرکے ان پرکفر کا فتویٰ تھوپنے کا وایلا مچا کراپنا سر، سینہ، پیٹ اور سب کچھ پیٹا ہے۔حقیقت سے ناآشنا لوگوں کواپنے دام فریب میں پھانسنے کی غرض سے دروغ گوئی کارونارویاہے کہ ان پرظلم ہواہے، یہ حضرات بےقصور تھے،لیکن بریلی کے مولانا نے ان پربغض وحسد کی بنیاد پرکفر کا فتویٰ چسپاں کردیا ہے۔ان میں سے

● علمائے دیوبند بالخصوص ● مولوی اشرف علی تھانوی ● رشیداحمد گنگوہی ● قاسم نانوتوی ● خلیل احمد انبیٹھوی ● علمائے اہل حدیث ونجدی اکابر میں محمد بن عبدالوہاب نجدی ● مولوی اسمٰعیل دہلوی۔علاوہ ازیں دیگرمشہورزمانہ میں ● شاعر مشرق ڈاکٹراقبال ● سرسیداحمد خاں علی گڑھی ● خواجہ حسن نظامی ● مرزاغلام احمد قادیانی کاتفصیلی جائزہ قارئین کرام نے ملاحظہ فرمالیااوریقین کے درجہ میں باورکرلیاہوگا

کہ مذکورین کی ہی کتابوں ٹھوس حوالوں کے براہین وشواہد کی روشنی میں ثابت کر دیا گیا ہے کہ ان میں کا ایک بھی **دودھ کا دھویا ہوا** نہیں تھا۔ باقی رہے مصنف کے چہیتے ● شبلی نعمانی ● الطاف حسین حالی ● ابوالکلام آزاد اور ● مسٹر محمد علی جناح۔ ان چاروں کے تعلق سے کافی مواد موجود ہے۔ اگر اس پر خامہ آرائی پر کمر بستہ ہوئے۔ تو کتاب کی ضخامت بہت ہی بڑھ جائے گی۔ علاوہ ازیں ان چاروں کی وہ مذہبی حیثیت بھی نہیں، جو اوراق سابقہ کے قلمزدہ مجرمین نے عیاری اور مکروفریب سے حاصل کی تھی۔ مذکورہ چار اشخاص میں سے **حالی** اور **شبلی** شاعر تھے۔ آخری دو یعنی **ابوالکلام آزاد** اور **محمد علی جناح** پکے سیاسی تھے۔ انشاءاللہ! کسی اور موقعہ پر ان چاروں کے متعلق بھی تفصیل سے لکھا جائے گا۔

اب یہ کتاب اختتام کے مرحلے میں ہے۔ لہٰذا چار و چار یعنی آٹھ ورقی کتابچہ کے پردہ نشین مصنف کی آخری بات یعنی صفحہ نمبر ۷ اور ۸ پر انہوں نے **''کافر کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر''** عنوان چھیڑ کر علمائے اہل سنت و جماعت کے خلاف بغض وحسد اور کینہ کی جو بھڑاس نکالی ہے، اس کا بھی معقول اور مناسب جواب دینا بھی ضروری ہے۔ لہٰذا وہ جواب آخری عنوان کی حیثیت سے ذیل میں مندرج ہے۔

''کافر کو کافر نہ کہنے کا حکم''

● کوئی بھی مسلمان نہ یہ عقیدہ رکھتا ہے اور نہ کہتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایک نہیں بلکہ دو ہیں۔ کیوں؟ اسی طرح کوئی بھی ● مسلمان نہ مانتا ہے اور نہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کی پرستش اور عبادت کرنا جائز ہے۔ کیوں؟ ● کوئی بھی

مسلمان نماز میں سجدہ کرتا ہے لیکن کسی بت کو سجدہ نہیں کرتا۔ **کیوں؟**

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ماننا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو عبادت کے لائق سمجھنا یا کسی بت کو عبادت کا سجدہ کرنا توحید کے اصول کے خلاف ہے۔ ایسا کرنے والا دائرۂ ایمان سے خارج ہو کر کافر و مشرک ہو جائیگا۔ اسی لئے ایک سچا مسلمان اپنے ایمان کو بچانے کے لئے ان تمام خلاف توحید باتوں سے اجتناب کرتا ہے۔ اسے یقین کے درجہ میں معلوم ہے کہ اگر میں نے توحید کے خلاف کام کیا، تو میرا ایمان برباد ہو جائیگا اور زندگی بھر کی میری عبادت و ریاضت و دیگر اعمال صالحہ ضائع اور تباہ ہو جائیں گے۔

اب ایک ضروری نکتہ کی طرف توجہ ملتفت کریں کہ ایک شخص کلمہ "**لَا اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**" پڑھتا ہے، مسلمان خاندان میں پیدا ہوا۔ بحیثیت مسلمان پرورش پائی، تعلیم حاصل کی، اسلامی طور طریقے اور رسم و رواج اور احکام کا پابند رہا لیکن چالیس سال کے بعد اس کی **عقل کا چراغ گل ہوگیا** اور مندر جا کر بت کی پوجا اور پرستش کرنے لگا، تو اب یہ نہیں دیکھا جائیگا کہ اس نے چالیس (۴۰) سال تک نماز پڑھی ہے، روزے رکھے ہیں، زکوٰۃ دی ہے، تین تو حج کئے ہیں، بلکہ اس کے ارتکاب کفر و شرک پر مواخذہ اور گرفت کر کے کفر کا حکم صادر کیا جائیگا۔ اس کی چالیس سال کی عبادت و ریاضت ایک منٹ میں کافور ہو جائیگی۔ جب اس نے پہلی مرتبہ بُت کو عبادت کا سجدہ کیا، اس پہلے سجدے کے وقوع پزیر ہوتے ہی اس کی چالیس سال کی عبادت آناً فاناً تباہ اور برباد ہو جائیگی۔

⊙ اسی طرح ایک شخص پانچوں وقت پابندی سے باجماعت نماز پڑھتا ہے، لیکن

رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھتا اور یہ کہتا ہے کہ میں نماز کو فرض مانتا ہوں، نماز پڑھنا لازمی اور ضروری ہے، لیکن رمضان کے روزے رکھنا فرض نہیں مانتا۔ روزہ رکھنا لازمی اور ضروری نہیں، تو ایسا شخص ارکان اسلام میں سے ایک رکن کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائیگا۔ اب یہ نہیں دیکھا جائیگا کہ اسلام کے تمام فرائض، واجبات اور دیگر احکام کو مانتا ہے، اس پر عمل کرتا ہے۔ کلمہ پڑھتا ہے۔ کلمہ گو ہے، اسے کافر کیسے کہیں؟ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے **اہل قبلہ کی تکفیر یعنی اسے کافر کہنے سے منع فرمایا ہے**، لہذا ہم اسے کافر کیونکر کہیں؟ نہیں! یہاں اس کی کلمہ گوئی اور اہل قبلہ ہونے کا مطلق لحاظ نہیں کیا جائیگا۔ کیونکہ اس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک فرض یعنی رمضان المبارک کے فرض روزے کا صریح انکار کیا ہے، لہذا وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہو کر کافر ہو گیا ہے۔ اس پر کفر کا حکم جاری کیا جائیگا۔

⊙ اسی طرح ایک شخص چست پابند شریعت ہے۔ اسلامی وضع قطع، عالمانہ لباس، فرائض کا چھوڑنا تو دور کی بات ہے، کوئی مستحب کام بھی نہیں چھوڑتا۔ نہایت پرہیز گار، با اخلاق، تواضع وانکساری کا حسن پیکر، جود وسخاوت میں سب سے سبقت لے جائے۔ تقویٰ اور گناہوں سے پرہیز کرنے میں اپنی مثال آپ۔ ایسا پابند شریعت شخص، لیکن ایک بات ایسی کہتا ہے کہ میں نے کبھی بھی شراب نہیں پی، نہ پیتا ہوں نہ کبھی پیؤنگا۔ لیکن میں شراب کو حرام نہیں سمجھتا بلکہ شراب پینا جائز مانتا ہوں۔ حالانکہ میں نے کبھی شراب نہیں پی، کیونکہ اس کی بُو (Smell/गंध) میں برداشت نہیں کرسکتا۔ جب کوئی شراب پی کر میرے قریب آجاتا ہے، تو شراب کی بو سے مجھے متلی (اُبکائی/Nausea) ہونے لگتی

ہے۔ بلکہ کبھی کبھی تو قے (Vomit) ہو جاتی ہے۔ طبعی طور پر مجھے شراب پسند نہیں لیکن پھر بھی میں اسے شرعًا حرام نہیں مانتا۔ تو ایسا شخص شراب کا حرام ہونا، جو ضروریات دین سے ہے، اسے حرام ماننے سے انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہوگا۔

⊙ اسی طرح ایک مسلمان شخص مسلم خاندان میں پیدا ہوا۔ خاندان کے اسلامی ماحول میں پرورش پاکر جوان ہوا۔ اسلامی ارکان صوم وصلوٰۃ اور شریعت کے احکام کا پابند تھا۔ لیکن ساتھ میں ایک نازیبا حرکت یہ بھی کرتا تھا کہ ہندوؤں کے مندر میں اور عیسائیوں کے چرچ (Church) میں بھی جاتا تھا اور وہاں جا کر ان کے باطل مذہب کے طریقے سے شرکیہ پوجا اور پرے (Pray) بھی کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ ہمیں ہر مذہب کے طور طریقے اپنانے چاہیئے کیونکہ سب کے سب مذہب سچے ہیں۔ ہمارے راستے الگ ہیں لیکن منزل تو ایک ہی ہے۔ اس کی اس حرکت سے مضطرب ہو کر زید نام کے شخص نے محلے کی مسجد کے امام سے شکایت کردی۔ امام ایک نمبر کا دنیادار، جاہل اور کٹ مُلّا تھا۔ اس نے زید کو سمجھاتے اور سہلاتے ہوئے کہا کہ اس میں کیا برائی ہے؟ اس نے اپنا مذہب تو نہیں بدلا۔ صرف تھوڑی دیر کے لئے مندر میں جا کر پوجا کر آتا ہے۔ ویسے تو وہ پابند نماز ہے۔ میری اقتداء میں نماز پڑھتا ہے۔ اس کو ہم کیسے کافر کہیں گے؟ مولوی صاحب کے اس جواب سے مولوی صاحب کے ایمان کا فیوز (Fuse) بھی اُڑ گیا۔ کیونکہ بت کی پوجا کرنا کھلا ہوا شرک ہے۔ اتنے بڑے گناہ کو اس نے معمولی غلطی میں شمار کر کے کفر اور شرک جیسے سنگین گناہ کو ہلکا جانا۔ کفر کو کفر نہ جانا۔ اسلام کے جو اصولی مسائل جو عقائد کے تعلق سے ہیں اور وہ ضروریات دین کہلاتے ہیں، ان میں ایک

قانون یہ بھی ہے کہ ''کفر کو کفر نہ سمجھنا، یہ بھی کفر ہے۔'' لہذا محلے کی مسجد کے امام نے بت پرستی کو کفر نہ سمجھا، اس لئے ان پر بھی کفر کا حکم عائد ہوگا۔

عوام کی غلط فہمی کہ ننانوے (۹۹) باتیں کفر کی ہوں اور صرف ایک بات ایمان کی ہو، تب بھی کفر کا حکم نہیں لگایا جائیگا:۔

عوام الناس میں عام طور سے ایک غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ ''**اگر کسی میں ننانوے وجہ کفر کی اور صرف ایک وجہ ہی ایمان کی ہو، تو اس کے کفر کی ننانوے وجوہ کا اعتبار نہ کیا جائیگا حالانکہ ایمان کی ایک وجہ کا اعتبار کر کے، اسے کافر نہ کہا جائے۔**'' یہ غلط فہمی اتنی رائج ہوگئی ہے کہ کفر بکنے والے اور کرنے والے نڈر، بے خوف، بیباک، جری اور بے پرواہ ہوگئے ہیں۔ جو جی میں آیا وہ بک دیا۔ بے دھڑک کفریات بولتے اور کرتے ہیں۔ جب انہیں شرعی حکم سے آگاہ اور خبردار کیا جاتا ہے کہ جناب! آپ کا یہ قول یا ارتکاب خلاف شرع ہے اور اس پر کفر کا حکم صادر ہوتا ہے۔ تب وہ لاابالی پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے پرواہی اور بے فکری سے یہی کہتا ہے کہ تو کیا ہوگیا؟ میں کافر نہیں ہوا۔ ایسے تو ننانوے کام کروں گا، تو بھی کافر نہیں ہوں گا، کیونکہ مجھ میں جب تک ایمان کی ایک بات باقی ہوگی مجھ پر کفر کا حکم نہیں لگے گا اور مجھ میں تو ایمان کی ایک نہیں بلکہ بہت سی باتیں پائی جاتی ہیں۔ میں کلمہ پڑھتا ہوں، اللہ کو مانتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، وغیرہ۔

مذکورہ بالا غلط فہمی میں اچھے اچھے بلکہ دیندار کہلانے والے اور پڑھے لکھے

حضرات مبتلاء ہیں۔ یہ غلط فہمی صلح کلیوں نے ہی پھیلائی ہے، جو وہابیوں کا مال کھا کھا کر ان کی نمک حلالی کا حق ادا کرتے ہیں۔ جب کسی بدعقیدہ اور گستاخ رسول کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ نبی کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے یہ شخص کافر ہوگیا، تب وہ صلحکلی مذکورہ بالا منطق چھانٹتا ہے کہ دیکھو! دیکھو! آپ اس بیچارے پر زیادتی اور جبر وظلم کررہے ہیں۔ اتنا تشدد مت کرو۔ ذرا نرمی سے کام لو۔ اگر اس نے ایسا کچھ کہنے کی غلطی کی ہے، تو وہ جانے اور اس کے اعمال جانے۔ ہمیں اسے کافر کہنے کا کوئی حق نہیں۔ دیکھو وہ شخص کلمہ پڑھتا ہے اور نماز پڑھتا ہے لہذا وہ **کلمہ گو** اور **اہل قبلہ** ہے۔ کسی بھی کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر نہیں کہنا چاہیئے۔ جب تک اس میں ایک بات بھی ایمان کی باقی ہے، تب تک اس پر کافر ہونے کا حکم صادر نہیں ہوگا۔

اس طرح کی مکاری اور فریب دہی سے وہ صلحکلی شخص ایمان والوں کو گستاخ رسول کی مخالف سے روکتا ہے۔ جس کا فائدہ وہابی دیوبندی فرقہ کے گستاخ رسول لوگوں کو ہوتا ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی گستاخ رسول کے خلاف آواز اٹھائی جاتی ہے، تو اکثر لوگ یہ کہہ کر کنارہ کش ہو جاتے ہیں کہ ہمیں کیا لینا دینا؟ اگر اس نے ایسا کچھ کہا ہے یا کیا ہے، تو اس کے اعمال اس کے ساتھ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ۔ اس کی قبر میں نہ ہم سونے جائیں گے، نہ وہ ہماری قبر میں سونے آئیگا۔ اگر اس نے کسی نبی یا ولی کی شان میں گستاخی کی ہے، وہ نبی اور ولی اس سے ضرور بدلہ لیں گے۔ اسے سزا دیں گے۔ ہم کون ہوتے ہیں بیچ میں ٹانگ لڑانے والے۔ ایسے بے جا، فضول اور نامناسب جھگڑا فساد سے قوم کا نقصان ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا آپسی اتحاد و اتفاق ٹوٹتا ہے۔ قوم میں پھوٹ پڑتی ہے۔ لوگ الگ گروہ میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ لہذا مذہب کے نام پر ایسے

جھگڑے فساد مت کرو۔ کسی کی مخالفت مت کرو۔ کسی کو بھی کافر مت کہو۔

واہ! بڑے آگئے مصلح ملت اور ہمدرد قوم! حضور اقدس رحمت عالم ﷺ کی شان اعلیٰ و ارفع میں گستاخی اور بے ادبی کے معاملے کے وقت امن و امان، اتحاد و اتفاق، صلح اور آشتی، چین و اطمنان، سکون و خیریت، آسائش و پناہ، راحت و سکھ، میل و ملاپ، محبت و دوستی، یگانت و موافقت، یک جہتی و اخلاص، ربط و ضبط، راہ و رسم، ارتباط و تعلق اور دیگر اخلاق حسنہ، ملنساری اور خوش خوئی کی ڈینگیں مارنے والے کے خلاف اگر کوئی کچھ کہتا ہے یا اس کے کوئی ذاتی مذموم عیب کا کوئی پردہ فاش کرتا ہے، تب وہ تمام اخلاقیات کو بالائے طاق رکھ کر آستینیں چڑھا **مار ڈالوں، کاٹ کر رکھ دوں اور زمین میں گاڑ دوں** کے جوش و جنون میں آگ بگولا اور غصہ سے سرخ و پیلا ہو کر کان کے کیڑے جھڑ جائیں ایسا شور و غل مچاتے ہوئے ایسی ایسی گندی اور سڑی ہوئی گالیوں کا استعمال کرتے ہوئے جس انداز کی فحش کلامی سے اپنی مادری زبان میں چیختا اور چلاتا ہے کہ اسے سن کر فوٹ پاتھ کا موالی بھی اس کے سامنے زانوئے ادب طے کرے اور گالیاں بولنے کی مہارت حاصل کرنے میں اس کی شاگردگی اختیار کرے۔

"بریلوی جماعت کا تعارف اور ان کے فتوے" نام کے آٹھ ورقی کتابچہ کے پردہ نشین مصنف نے بھی یہی طرز اپنا کر اپنے اکابر علمائے دیوبند کے خلاف صادر حکم شریعت کے خلاف واویلا مچایا ہے۔ اس جاہل مصنف کا منہ بند کرنے بلکہ **جس کی جوتی اس کا سر** والی مثل پر عمل کرتے ہوئے اس کے اور پوری دنیائے وہابیت اور دیوبندیت کے پیشوا **مولوی اشرف علی تھانوی** کی کتاب کا ایک حوالہ پیش خدمت ہے:۔

''فرمایا کہ فقہا کا جو یہ حکم ہے کہ اگر کسی میں ننانوے وجوہ کفر کے اور ایک وجہ ایمان کی ہو تو اس ننانوے وجوہ کا اعتبار نہ کیا جائے گا اور اس ایک وجہ کا اعتبار کیا جائے گا، اس کا مطلب لوگ غلط سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ایمان کے لئے صرف ایمان کی ایک بات کا ہونا کافی ہے۔ بقیہ ننانوے باتیں کفر کی ہوں تب بھی وہ منزلِ ایمان نہ ہوں گے۔ حالانکہ یہ غلط ہے اگر کسی میں ایک بات بھی کفر کی ہوگی وہ بالاجماع کافر ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر کسی کلام میں ننانوے محمل کفر کے ہوں اور صرف ایک محمل ایمان کا ہو تو اس پر حکم ایمان ہی کا لگایا جائیگا نہ کہ کفر کا، کیونکہ ایمان کا کم از کم ایک احتمال تو ہے یہ معیار تو کسی کی تکفیر کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے کہ ایمان کے ادنیٰ سے ادنیٰ احتمال کے ہوتے ہوئے بھی کسی کی تکفیر نہ کریں اور متکلم کی ذات کے اعتبار سے اگر وہ ایک محمل کفر کا بھی معتقد ہوگا تو کافر ہوگا۔''

حوالہ:۔

(۱) ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ'' جلد نمبر:۵، حصہ:۱۰، ملفوظ:۳۰، صفحہ:۴۱، ناشر: مکتبہ دانش۔ دیوبند سن طباعت : ۱۹۹۹ء ۱۴۱۹ھ

(۲) ''ملفوظات حکیم الامت'' جلد نمبر: ۱۰ میں شامل کتاب ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ'' جلد نمبر:۱۰، ملفوظ:۳۰، صفحہ: ۵۳ ناشر: ادارہ اشرفیہ ۔ دیوبند۔ سن طباعت : ۲۰۱۱ء

(۳) ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ'' جلد نمبر:۴ میں جلد:۵، قسط:۳، ملفوظ:۱۹۳، صفحہ: ۲۳۴، ناشر: مکتبہ دانش۔ دیوبند سن طباعت : ۱۹۸۹ء، ۱۴۰۹ھ

خود مولوی اشرف علی تھانوی نے اقرار کیا ہے کہ کسی شخص میں چاہے ایک نہیں بلکہ سینکڑوں باتیں ایمان کی ہوں لیکن **"اگر وہ ایک محمل کفر کا بھی معتقد ہوگا، تو وہ کافر ہوگا۔"**

اب ہم آٹھ ورقی کتابچہ کے مصنف سے پوچھتے ہیں کہ:۔

- **"اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔"** یہ عقیدہ کفر نہیں؟
- **"حضور اقدس ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی آسکتا ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ کے بعد کوئی نبی آجائے، تو بھی خاتمیت محمدی ﷺ میں کوئی فرق نہ آئیگا۔"**
  کیا یہ عبارت کفریہ نہیں؟
- **"حضور اقدس ﷺ کا علم غیب عام انسانوں بلکہ بچوں، پاگلوں اور چوپائے جانوروں کی طرح ہے۔"** کیا یہ عقیدہ کفر نہیں؟
- **"حضور اقدس ﷺ کے علم سے شیطان اور ملک الموت کا علم زیادہ ہے۔"**
  کیا ایسا عقیدہ کفر نہیں؟
- **"شیطان اور ملک الموت کا علم تو قرآن سے ثابت ہے لیکن حضور اقدس ﷺ کے لئے علم غیب ماننا قرآن کے خلاف بلکہ شرک ہے۔"** کیا یہ عقیدہ کفر نہیں؟
- **"عمل کر کے اُمتی نبی کے برابر ہوسکتا ہے بلکہ بڑھ بھی جاتا ہے۔"**
  کیا یہ عقیدہ کفر نہیں؟
- **"حضور اقدس ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا۔"** کیا یہ عقیدہ اپنی کتاب میں چھاپنا اور ایسا اعتقاد رکھنا کفر نہیں؟
- **"انبیائے کرام اور اولیائے عظام کے لئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔"**
  کیا یہ قول کفر نہیں؟ وغیرہ وغیرہ

ایسے تو متعدد عقائد واقوال جو سراسر اللہ تبارک وتعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب اعظم واکرم ﷺ و نیز انبیائے کرام واولیائے عظام کی توہین، گستاخی، تحقیر و تذلیل میں تمہارے پیشواؤں مثلاً ● مولوی محمود الحسن دیوبندی ● مولوی قاسم نانوتوی ● مولوی رشید احمد گنگوہی ● مولوی اشرف علی تھانوی ● مولوی خلیل احمد انبیٹھوی وغیرہ نے اپنی رسوائے زمانہ کتابوں میں لکھا، شائع کیا اور اس کی اشاعت وتشہیر کی، ان عقائد باطلہ وکفریہ کی بناء پر انہیں **مکہ معظّمہ** اور **مدینہ منورہ** اور عالم اسلام کے علمائے حق نے **''کافر''** اور کفر کے مرتکب ٹھہرا کر اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیا، تو تم تِلملا اٹھے اور بوکھلاہٹ وبدحواسی کے عالم میں سر، سینہ، پیٹ اور سب کچھ پیٹنا شروع کر دیا۔ اگر تم میں رائی کے دانے کے ہزارویں حصّے جتنی بھی دیانتداری ہوتی تو اپنے اکابر کے عقائد باطلہ شنیعہ کے تدارک کا التزام کرتے۔ لیکن تمہاری فطرت **''اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے''** کی ہے۔ اپنے اکابر کے کفریات پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک عاشق رسول کے خلاف الزامات واتہامات کی مہم چلائی جا رہی ہے لیکن اس مہم وتحریک کی بنیادیں اتنی کھوکھلی ہیں کہ ہوا کے ایک ہلکے سے جھونکے سے وہ عمارت منہدم ہو جائیگی۔ تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ **امام عشق ومحبت، امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ الرحمۃ والرضوان کے دامن صفا کو الزامات کے کیچڑ سے داغدار کرنے کی فاسد غرض سے جو خود ساختہ اصول اور مرویات کا پژمردہ غوغا مچایا جا رہا ہے، وہ خود ساختہ اصول **''دروغ گورا حافظہ نہ باشد''** والی مثل کی ایک تھپّر سے **''تِتّری نے دیا، جنم جلی نے کھایا ÷ نہ جیب جلی، نہ سودا آیا''** کی طرح پر ملال ہوکر پُرزے پُرزے ہوکر رہ جاتے ہیں۔

کیونکہ.........

جس بات کولیکروہ امام احمد رضا محقق بریلوی کے خلاف ہنگامہ مچاتے ہیں، اور اسی کے بلبوتے پر ناچتے کودتے ہیں، انہیں یاد ہی نہیں رہتا کہ وہی بات تو ہمارے پیشوا تھانوی صاحب نے بھی کہی ہے۔

▣ کافر بنانا اور بتانا کا فرق:۔

آٹھ ورقی کتابچہ کے پردہ نشین مصنف نے زنانی روش اپناتے ہوئے امام احمد رضا محقق بریلوی اور دیگر علمائے اہلسنت کو سینہ کوبی کرتے ہوئے کوسنا شروع کیا کہ ہائے ہائے! دیکھو دیکھو! بریلوی جماعت کے علماء نے ہمارے اکابر و پیشوا علمائے دیوبند اور دیگر مشہور زمانہ شخصیات کو ''**کافر بنا دیا**'' یہ تمام حضرات بے قصور تھے لیکن مولانا احمد رضا نے ذاتی بغض وحسد کی بناء پر ان پر کفر کا فتویٰ تھوپ کر انہیں ''**کافر بنا دیا**'' ہائے ہائے ظلم ہو گیا۔غضب ہو گیا۔اوں....اوں.....اوں.....اس طرح زور زور سے چیخ کر اور سسکیاں لے لے کر مکر وفریب کا رونا شروع کیا اور اپنی زنانی فطرت اور نسوانی خُو کا مظاہرہ کیا۔

لیکن......

حقیقت یہ ہے کہ علمائے اہلسنت اور بالخصوص **مکہ معظّمہ** اور **مدینہ منورہ** کے علمائے حق نے جن جن پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے وہ برحق، برمحل، بروقت، صحیح، ٹھیک اور درست ہے۔فتویٰ دینے والے عظیم الشان مفتیان کرام نہایت ہی محتاط اور شان تحمل کے حامل تھے۔انہوں نے بارگاہ **رب العالمین** جل جلالہ اور بارگاہ **محبوب رب العالمین** صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی، بے ادبی اور توہین کرنے والوں کی کتابوں کے جملے، اقوال، جملے کا

معنیٰ ، مطلب ، مفہوم ، مقصد اور مراد کو اچھی طرح دیکھا ، پڑھا ، سمجھا ، ان پر غور وفکر کیا ، سیاق وسباق ، قول متکلم میں تاویل گنجائش ، الزام کفر اور لزوم کفر ، وغیرہ جیسے اہم اور لازمی امور ، بلکہ متکلم کو کفر کے فتوے کی زد میں آنے سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرنے کے باوجود بھی اس کا کفر نصف النہار کے آفتاب کی طرح روشن طور پر ثابت ہونے کے بعد ہی کفر کا فتویٰ دیا یعنی کہ اس کی کتاب میں اللہ و رسول کی بارگاہ میں توہین آمیز کلمات کا جو کفر تھا ، **اس کفر کو بتایا۔**

ایک بات کا ضرور لحاظ فرمائیں کہ بارگاہ رسالت ﷺ کے جن گستاخوں پر **"کفر کا فتویٰ"** علمائے اہلسنت نے دیا ہے۔ وہ فتوے کی وجہ سے کافر نہیں ہوئے۔ بلکہ وہ توہین رسالت کے جرم عظیم کی وجہ سے کافر ہی تھے۔ علمائے اہلسنت نے انہیں **کافر نہیں بنایا** بلکہ ان کا جو کفر ان کی کتابوں میں تھا ، اور اس کفر کی وجہ سے وہ کافر تو تھے ہی ، لیکن بھولے بھالے مسلمان انہیں مذہبی پیشوا مانتے تھے ، ان کا ادب واحترام کرتے تھے ، ان بھولے بھالے مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ کی خاطر ، انہیں آگاہ اور خبردار کرنے کی نیت صالح سے ان گستاخوں کا توہین رسالت کے جرم کا کفر بھولے بھالے مسلمانوں کو **"بتایا"** کہ جن کو تم بزرگ ، رہبر اور دینی پیشوا سمجھ کر ان کی تعظیم وتوقیر اور عزت واحترام کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھتے تھے ، وہ مسلم پیشوا یا مسلمانوں کے رہنما وھادی تو کیا؟ مسلمان ہی نہیں۔ یہ دیکھو ان کی کتاب میں یہ کفر لکھا ہوا ہے۔ علمائے اہلسنت کے **"بتانے"** سے عوام الناس بھی ان گستاخوں کی حقیقت سے واقف ہوگئے اور سماج میں ان کا ایسا بائیکاٹ (**Boycott**) ہوا کہ جس طرح دودھ سے مکھی کو نکال پھینکا جاتا ہے ، اسی طرح انہیں بھی ذلیل وخوار کر کے

برادری اور سماج سے باہر نکال دیا گیا۔ علمائے اہلسنت نے ان گستاخوں کو کافر ''بنایا'' نہیں بلکہ ان کے کفریات ثابت کر کے انہیں کافر ''بتایا'' ہے۔ صرف ایک نقطہ کا ہی فرق ہے۔ لفظ بنایا میں حرف ''ن'' آتا ہے اور لفظ بتایا میں حرف ''ت'' آتا ہے اور دونوں لفظوں میں صرف ایک نقطہ '' • '' کا ہی فرق ہے۔ ہماری اس وضاحت کی مخالفت کرنے سے تمام وہابی دیوبندی لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے ہم ان کے ہی پیشوا **''مولوی اشرف علی تھانوی''** کی کتاب سے ایک اقتباس ذیل میں پیش خدمت کرتے ہیں:۔

> ''آج کل علماء پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ علماء لوگوں کو کافر بناتے ہیں، میں کہا کرتا ہوں کہ ایک نقطہ تم نے کم کر دیا ہے۔ اگر ایک نقطہ اور بڑھا دو تو کلام صحیح ہو جاوے۔ وہ یہ کہ وہ کافر بتاتے ہیں (بالتاء) بناتے نہیں (بالنون) بنانے کے معنی کی تحقیق کرلو، وہ اس طرح آسان ہے کہ یہ دیکھو کہ مسلمان بنانا کس کو کہتے ہیں، اسی کو تو کہتے ہیں کہ یہ ترغیب دی جائے کہ تو مسلمان ہو جا، تو اسی قیاس پر کافر بنانے کے معنی کفر کی تعلیم و ترغیب ہوں گے، تو کیا تم نے کسی مسلمان کو اوّل دیکھا کہ علماء اس کو یہ کہہ رہے ہوں کہ تو کافر ہو جا؟ البتہ جو شخص خود کفر کرے اس کو علماء کافر بتا دیتے ہیں یعنی یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ کافر ہو گیا۔''
>
> **حوالہ:۔**
>
> (۱) ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ'' جلد نمبر:۱، حصہ اول، ملفوظ:۵۳۰، صفحہ:۳۶۶، ناشر: مکتبہ دانش۔ دیوبند، سن طباعت: ۱۹۹۹ء ۱۴۱۹ھ

(۲) ''ملفوظات حکیم الامت'' جلد نمبر: ۱۰ میں شامل کتاب ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ'' جلد نمبر:۲، ملفوظ:۱۸، صفحہ:۳۰ ناشر: ادارہ اشرفیہ۔ دیوبند۔ سن طباعت ۲۰۱۱ء

(۳) ''الافاضات الیومیہ من الافادات القومیہ'' جلد نمبر:۱، قسط:۲، ملفوظ:۵۳۱، صفحہ:۲۶۰، ناشر: مکتبہ دانش۔ دیوبند، سن طباعت: ۱۹۸۹ء ۱۴۰۹ھ

''**بریلوی جماعت کا تعارف اور ان کے فتوے**'' نام کی آٹھ ورقی کتابچہ کے نامرد اور ہجڑے مصنف کی بزدلی، نامردی، کم ہمتی، کم ذاتی، کم ظرفی، کم مایگی اور کم بضاعتی کا تو یہ عالم ہے کہ جھوٹ، کذب، دروغ، بہتان، تہمت، الزام، افتراء، اتہام اور ایسے ہی دیگر شنیعاتِ قبیحہ کا اٹالا جمع کر کے آٹھ ورقی کتابچہ تو لکھ مارا مگر بحیثیت مصنف اپنا نام دینے سے ان کا پاجامہ گیلا ہو جاتا تھا۔ لہذا اپنا نام پوشیدہ رکھا۔ نامردی کی وجہ سے نسوانی فطرت کا مظاہرہ کیا۔ اس کتابچہ میں کذب بیانی اور دروغ گوئی کی وہ بہتات وفراوانی کی ہے کہ بین الاقوام کذّاب کا لقب اسی کے لئے ہی موزوں ومناسب ہے۔

خیر! ہم نے اپنی علمی بے بضاعتی اور ادبی بے مایگی کے باوجود حسب استطاعت معقول، مثبت اور مسکت جواب ارقام کرنے کی سعیٔ اخلاص کی ہے۔

▣ آخری بات:۔

آٹھ ورقی کتابچہ کے پردہ نشین مصنف نے اپنے کتابچہ کے آخر میں ایک مزید رونا یہ بھی رویا ہے کہ بریلوی جماعت کے علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ ''**جو کافر کو کافر نہ کہے، وہ بھی کافر ہے۔**'' بیشک یہ صحیح ہے۔ کیونکہ کفر کو کفر سمجھنا ضروریات دین میں سے ہے۔ اور ضروریات دین کا منکر کافر ہے۔

ملت اسلامیہ کے عظیم المرتبت ائمہ کرام کی معرکۃ الآراء اور مستند و معتبر کتب
● تبیین الحقائق ● فتاویٰ قاضی خان ● تنویر الابصار ● در مختار ● رد المحتار
المعروف بفتاویٰ شامی ● فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں صاف صراحت سے لکھا ہوا ہے کہ
''مَنْ شَکَّ فِیْ عَذَابِہٖ وَ کُفْرِہٖ فَقَدْ کَفَرْ'' یعنی **''جو اس کے عذاب اور کفر میں
شک کرے وہ بھی کافر ہے۔''** علمائے دیوبند کی کتابوں کی کفریہ عبارات کی بناء پر حرمین
شریفین کے علمائے عظام نے ان پر کفر کا جو فتویٰ صادر فرمایا ہے، اس فتوے میں بھی
مذکورہ جملہ تحریر فرمایا ہے۔ لیکن دور حاضر کے دیوبندی حضرات اپنے پیشواؤں کے خلاف
ائمہ مُتقدمین کے ارشادات کو بھی پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ لہذا ایسے ضدی اور ڈھنڈ
لوگوں کا منہ بند کرنے کے لئے ان کے ہی پیشوا کا حوالہ پیش ہے۔

● دیوبندی جماعت کے حکیم الامت **مولوی اشرف علی تھانوی** صاحب کے
ملفوظات کے مجموعے **''الافاضات الیومیہ''** میں ہے کہ تھانوی صاحب نے خود نے فرمایا
ہے کہ **''ایسا شخص بھی کافر ہے، جو کفر کو کفر نہ کہے''** تفصیلی وضاحت اور حوالہ کے لئے اس
کتاب کے **صفحہ نمبر:۲۲۲** کو پھر ایک مرتبہ ملاحظہ فرمائیں۔

● دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات اور دیوبندی جماعت کے مناظر **مولوی
مرتضی حسن دربھنگی** نے اپنی کتاب **''اشد العذاب''** میں اعتراف کیا ہے کہ:۔

**''اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے.........
اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہوجاتے۔''** پوری عبارت مع حوالہ اس کتاب کے صفحہ
نمبر:۱۲۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔ **المختصر......**

امام عشق و محبت، مجدد دین و ملت، **امام احمد رضا محقق بریلوی** علیہ

الرحمۃ والرضوان نے اور ان کے فتوے کی تائید وتوثیق میں **مکہ معظّمہ** اور **مدینہ منورہ** کے سرتاج علمائے حق نے علمائے دیوبند کی کتابوں میں مرقوم توہین وتنقیص انبیاء کرام کے تعلق سے جو کفریہ عبارات تھیں، ان کفریہ عبارات کی بناء پر ان پر بحکم شریعت کفر کا فتویٰ صادر فرمایا ہے اور جو یہ حکم ارشاد فرمایا ہے کہ **"جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے"** یہ حکم انہوں نے شریعت مطہرہ کے احکام کی روشنی اور دائرے میں محدود رہ کر ہی صادر فرمایا ہے۔ اور یہ حکم اتنا اٹل اور پختہ ہے کہ کسی کو بھی انکار کرنے کی مجال نہیں بلکہ خود دیوبندی مکتبہ فکر کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی اس حقیقت کا اقرار واعتراف کیا ہے کہ **جو کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔**

لہذا..... آٹھ ورقی کتابچہ کے پردہ نشین مصنف سے صرف یہی کہنا ہے کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ بقول شاعر:۔

اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی ÷ یہ گھر جو جل رہا ہے۔ کہیں تیرا نہ ہو

امید ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ آٹھ ورقی کتابچہ کے پردہ نشین مصنف کے سر اور پیٹھ پر ذلت اور رسوائی کے دُرّے اور تعزیانے کثرت سے پڑے ہونگے۔ لہذا مستقبل میں اس قسم کی پھوہر کتاب لکھنے کی جرأت وگستاخی نہ کریں گے اور دائمی طور پر پردہ نشینی اختیار کر کے گھر کی زینت بن کر مستور رہیں گے۔

فقط والسلام

خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور
خانقاہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کا ادنیٰ سوالی
عبدالستار ہمدانی "مصروف" (برکاتی۔نوری)
مرکز اہلسنت برکات رضا، امام احمد رضا روڈ، پور بندر، گجرات۔

بمقام:۔ پور بندر
مورخہ:۔ ۲۹/ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ
مطابق:۔ ۱۴/ستمبر ۲۰۱۵ء
بروز:۔ عید دوشنبہ